

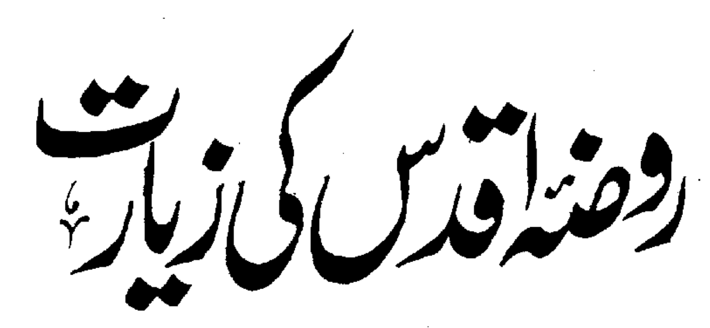
ترجمہ

الشیخ محمد صادق خلیل

تالیف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ناشر

ادارۃ الترجمۃ والتالیف و اشاعت و تبلیغ رحمت آباد فیصل آباد



ترجمہ

الرّد علی الاخنائی

تالیف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ

الشیخ محمّد صادق خلیل

ناشر

حبیب الرحمٰن جاوید منیجر ضیاء السُّنّہ

ادارۃ الترجمہ والتالیف والاشاعت والتبلیغ رحمت آباد فیصل آباد

(پاکستان)

کتاب : روضہ اقدس کی زیارت

مصنف : امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : مولانا محمد صادق خلیل

ناشر : مینجر ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف۔
رحمت آباد۔ فیصل آباد۔ (پاکستان)

کتابت : محمد عاشق حسین ہاشمی

تزئین : حبیب الرحمٰن جاوید

طباعت : www.KitaboSunnat.com

تاریخ اشاعت : ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : ۲۱ روپے

فہرست عنوانات

شیخ الاسلام ابن تیمیہ

امام ابن تیمیہ اس جلالت و مرتبت کے امام اہل سنت تھے کہ بالاتفاق تمام ائمہ معاصرین نے ان کی امامت فی الدین والسنۃ پر شہادت دی ہے اور متاخرین علماء اہل سنت نے شاید ہی کسی عالم و مصنف کی امامت فی الدین اور کمال مرتبت علم و اجتہاد و مجدد العصر و محی الملت ہونے پر اس درجہ ائمہ علم و اعاظم امت کا اتفاق ہوا ہوگا جیسا کہ امام موصوف پر ہوا ہے' وہ نہ صرف امام اہل سنت ہیں، بلکہ اماموں کے امام اور ممدوح و معتمد علیہ ہیں، ان کے معاصرین میں سے امام ذہبی، ابن دقیق العید، ابوالحجاج مزی' حافظ برزالی تقی الدین سبکی، ابن قدامہ مقدسی، حافظ ابن شامہ، برہان الدین الفزاری، قاضی ابن الزملکانی، ابن سید الناس ابوالعباس ابن حجی، ابوالعباس واسطی، ابوعبداللہ الحریری وغیرہم جیسے مسلم الثبوت ائمہ اہل سنت و ناقدین علوم کی مصنفات دیکھنی چاہئیں کہ کس طرح ان کی امامت فی الدین و مجدد العصر ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کی شاگردی و سند پر مفتخر ہیں۔ حافظ ذہبی جیسے مسلم الثبوت امام المتاخرین جن کی جرح و تعدیل پر آج کاروبار حدیث و سنت کا دار و مدار ہے۔ امام ابن تیمیہ کو اپنے استادوں میں شمار کرتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد

ماخوذ از تبرکاتِ آزاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ رشید امام ابن القیم رحمہا اللہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ایک دَور ایسا بھی بیتا ہے کہ اس سرزمین میں ان سے کوئی فروشناسا نہ تھا، کیونکہ اس ملک کے مسلمان بدعات و خرافات، فسق و فجور میں مبتلا تھے اور نام نہاد علماء کتاب و سنت کی تصریحات سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ تھے یا عمدًا انہوں نے اس سے اغماض برتا۔ چونکہ شیخین کی تالیفات رسائل، فتاویٰ کتاب و سنت کی تشریح پر مشتمل ہیں، اسی لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ اس بنجر زمین میں ان کے لٹریچر کو اُردو کے قالب میں ڈھالا جائے۔ اس سلسلہ میں جہاں سعودی عرب کے سلطان عبدالعزیز نے ان کی تالیفات کی طباعت کا بیڑا اٹھایا اور عقیدہ و عمل پر مشتمل کتابیں طبع ہو کر مارکیٹ میں شائع و ذائع ہوئیں، وہاں اس ملک میں خاندانِ غزنویہ کے سربرآوردہ علماء نے بعض کتابیں اور ان کے تراجم پیش کئے۔ ان کے بعد علامہ شبلی مرحوم نے ان کی سیرت کو اجاگر کیا۔ اور ان کے علمی مقام سے عوام کو متعارف کرایا، لیکن مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے پورے طنطنہ اور طمطراق سے ان کی تجدیدی، اصلاحی اور تبلیغی مساعی سے پردہ اٹھایا، ان کی زندگی کے مشن کو ایسے اعلیٰ اسلوب میں پیش کیا کہ قارئین ان کی علمی شخصیت کے گرویدہ ہو گئے؛ چنانچہ ان کے مضامین سے متاثر ہو کر ان کی مساعی سے شیخ الاسلام کی کتابوں کے اُردو تراجم کی رو بہ نکلی؛ چنانچہ جب مولانا محمد صاحب مرحوم جوناگڈھی ثم الدہلویؒ

نے اعلام الموقعین جیسی مبسوط کتاب کا "دینِ محمدی" نام کے ساتھ ترجمہ کرکے شائع کیا۔ تو مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے انہیں مبارک باد کا خط لکھ کر شکریہ ادا کیا اور اہلِ علم نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پہلی بار اس ملک میں تقلیدِ شخصی کے خلاف اتنا واضح اور مدلل لٹریچر پڑھنے میں آیا۔ مولانا آزادؒ کے مضامین سے متاثر ہونے والے لوگوں نے جہاں شیخین کی کتابوں کے تراجم کی طرف اپنی توجہات کو مبذول کیا۔ وہاں انہوں نے امام الہند مولانا آزاد کا بھی شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ایک مصلح، مجدد اور شیخ الاسلام کی زندگی کے علمی، اصلاحی، سیاسی، تصنیفی، تالیفی کارہائے نمایاں کو نہایت عمدہ انداز میں پیش کیا تو جو لوگ اب بھی اسی میدان میں جدوجہد کر رہے ہیں، وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو بارآور کرے اور ان کی مخلصانہ کوششوں کو عروسِ کامیابی سے ہمکنار کرے۔

زیرِ نظر کتاب "الرّد علی الاخنائی" شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی عربی تالیف ہے۔ اس میں جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت روضۂ رسول کے موضوع پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ اگرچہ اس میں فقہا کا روایتی ذہن کارفرما ہے کہ روضۂ رسول کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے، لیکن شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ اس کی سختی سے تردید کی ہے۔ شیخ الاسلامؒ خوب سمجھتے تھے کہ اس نازک مسئلہ پر قلم اٹھانا آسان نہیں، لیکن انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اس کٹھن کام کے لئے آمادہ کیا اور عوام کی مخالفت اور دشمنی کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کو مفصل، مبسوط اور واضح شکل میں پیش کر دیا۔ خیال رہے کہ جہاں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے روضۂ رسول کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو روکا ہے اور اسے ناجائز قرار دیا ہے وہاں انہوں نے مطلق زیارت کی اجازت دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجلال و احترام، توقیر و اکرام ایسے پُرکشش انداز اور دلنشین پیرائے میں ذکر فرمایا ہے کہ شاید قاضی عیاض بھی "الشفاء" میں کمالِ محبت، جذب، مستی، اور وارفتگی کے

باوجود اس مقام پر نہ پہنچ سکا ہو؛ تاہم سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد فیصلہ دینا پڑتا ہے کہ جس شوق و ذوق کے ساتھ قاضی عیاضؒ نے "الشفاء" کو مرتب کیا ہے، وہ انہیں کا خاصہ ہے ؎

حُور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمہ والتالیف کے مُدیر رفیقی وزمیلی صاحب السعادۃ مولانا محمد صادق خلیل الموقر کے ہم ممنون ہیں کہ انہوں نے کتاب کا سلیس اور شگفتہ اُردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا جس طرح نفس کتاب میں تکرار تھا۔ مولانا موصوف نے اسی تکرار و تنوع کو برقرار رکھا تاکہ دیانت کے تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔

قارئین کرام سے پُرزور درخواست ہے کہ اس کی نشر و اشاعت میں ادارہ کا ہاتھ بٹا کر ان کی حوصلہ افزائی کریں تاآئندہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے۔

والسلام!
آپ کا مخلص!

ابوحفص عثمانی ناظم الجامعۃ السلفیہ
حاجی آباد۔ لائل پور
۵ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(عظمتِ انسان)

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ تمام کائنات میں سے انسان کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے، اس لئے کہ انسان مخدوم اور تمام کائنات اس کی خادم ہے۔ غور کریں کہ آسمان و زمین سورج، چاند، ستارے، پانی، ہوا، پہاڑ وغیرہ سبھی انسان کے لئے مسخر ہیں۔ لیکن کبھی آپ نے سوچا کہ انسان کو یہ شرف کیوں عطا ہوا اور کن خصوصیات کی بنا پر انسان کو کائنات کی سرداری کا اعزاز ملا۔ اس کا جواب نہایت آسان اور واضح ہے کہ تمام کائنات انسان سمیت اللہ پاک کے امر تکوینی کے نظام سے مربوط ہے۔ اس سے سرمو انحراف ممکن نہیں۔ تمام کائنات رات دن اپنے مفوضہ فرائض سرانجام دینے میں مصروف ہے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری بجالا رہی ہے۔ نہ زبانِ حال پر کچھ شکوہ ہے اور نہ ہی اس سے کچھ سروکار ہے کہ یہ تگ و دو اور جدوجہد کس لئے ہے اور اس کی منزل کہاں ہے لیکن انسان امر تکوینی کی پابندیوں کے ساتھ امر تشریعی کا بھی مکلف ہے اور اس ذمہ داری کی وجہ سے ہی اس کو اشرف المخلوقات کا لقب ملا ہے۔ وہ ذمہ داری وہی ہے جس کے اٹھانے سے آسمان زمین اور پہاڑوں نے معذرت کی۔ یعنی شریعت اسلامیہ کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی گزارنے اور کاربند رہنے کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

انا عرضنا الامانة على السمٰوٰت ۔ ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں اور زمین

والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا۔

اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔

پس اگر کوئی انسان اطاعتِ خداوندی میں محو رہتا ہے اس کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے، گردوپیش کی مصلحتوں اور تقاضوں سے بے نیاز ہو کر آستانہ خداوندی کا مجاور سمجھتا ہے۔ اس کے اشاروں پر آمنا وصدقنا کی صدائیں بلند کرتا ہے اور بالکل اسی طرح تسلیم ورضا کا دامن تھامے رکھتا ہے جس طرح کہ امرِ تکوینی کی اطاعت میں بلا حیلِ وحجت محو اور سرشار رہتا ہے، تو یہ وہ انسان ہے جس نے اپنی عظمت کو محفوظ کر لیا۔ اس کا دل محبتِ الٰہی کا آشیانہ بن گیا اور وہ خدا کا تقرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

حافظ ابن القیمؒ نے قصیدہ نونیہ میں اس تعلق کو کتنے عمدہ پیرائے میں ذکر کیا ہے:

القلب بیت الرب جل جلالہ حبا واخلاصا مع الاحسان

انسان کا دل اللہ عزوجل کا گھر ہے جس دل میں اللہ جل جلالہ کی محبت، اخلاص، غایت درجہ وارفتگی موجود ہے، وہ دل اللہ کا گھر ہے۔

پس ان لوگوں کی سعادت مندی، خوش بختی قابلِ رشک ہے اور ان کی عالی ظرفی مستقل مزاجی کا کیا کہنا جن کا دل اللہ کی محبت سے لبریز ہے اور وہ ذکرِ الٰہی میں محو ناؤ نوش ہیں، لیکن ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

معلوم ہوا اگر دل میں اللہ کی محبت کا غلغلہ موجود ہے اور اسی کی رضا پر زندگی کے تمام پروگرام بنتے ہیں، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس انسان نے بارِ امانت اٹھا کر اس کا حق ادا

کر دیا اور جس عظمت و شرف کا عطیہ دیا گیا تھا، اس نے اس کو برقرار رکھا۔ میر دردؔ نے کتنا عمدہ شعر کہا ہے ؎

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے !!
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے!

لیکن وہ انسان جو اطاعتِ خداوندی سے روگردانی کرتا ہے، غیر اللہ کو حاجت روا سمجھتا ہے۔ مساجد سے بے تعلق رہتا ہے۔ مزارات کو رونق بخشتا ہے، تو یہ وہ انسان ہے جس نے انسانی عظمت کو خاک میں ملا دیا اور عطا کردہ شرف سے محروم ہو گیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

آپ کو بنی نوع انسان پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ پاک نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا کہ تم نے اس پر ایمان لانا ہوگا، اور اپنی امتوں کو بھی اس پر ایمان لانے کا حکم دینا ہوگا۔ اس لحاظ سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہو گئی اور اسی بنا پر آپ سے پہلے تمام انبیاءؑ کے دین منسوخ قرار دے دیئے گئے۔ نجات اُخروی کے لئے اگر خدائے عزوجل کی الوہیت پر ایمان لانا ضروری ہے، تو اس کے ساتھ ساتھ آپ کو خاتم النبیین پیغمبر ماننا بھی ضروری ہے۔ غور کیجئے اذان اور تکبیر کے کلمات میں جہاں اللہ عزوجل کی الوہیت کا اقرار ہے۔ وہاں آپ کی رسالت کی شہادت کا بھی اعلان ہے اور جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادیاں موجود ہیں وہاں (دن)، رات میں پانچ بار آپ کی رسالت کے اقرار کے کلمات اونچی آواز سے کہے جاتے ہیں۔ کیا یہ رَفعنا لک ذکرک کی صحیح عکاسی نہیں ہے؟ اور پھر اذان کے بعد آپ پر درود بھیجا جاتا ہے اور مسنون دُعا میں آپ کے لئے وسیلہ طلب کیا جاتا ہے۔

آپ پر درود بھیجنا

کتاب و سنّت میں حکم دیا گیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو چاہیئے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود بھیجے، خاص طور پر التحیات کے بعد اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت مسنون دُعا کے ساتھ آپ پر درود اور سلام کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

کہ تم جہاں کہیں سے بھی مجھ پہ درود و سلام بھیجو گے تو تمہارا درود و سلام مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے خاص طور پر فرشتے مقرر ہیں جو رُوئے زمین میں چکر لگاتے پھرتے ہیں اور جہاں سے جو شخص بھی آپ پر درود سلام بھیجتا ہے۔ فرشتے اسے آپ کی خدمت میں پیش فرماتے ہیں۔ درود شریف کے الفاظ اور فضائل معلوم کرنے کیلئے کتب صحاح و سنن کے علاوہ فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تالیف امام اسماعیل بن اسحاق قاضی المتوفی ۲۸۲ ہجری کا مطالعہ فرمائیں جو علامہ محمد ناصر الدین البانی کی تحقیق اور تخریج کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ لیکن خیال رہے کسی ایک حدیث میں بھی ذکر نہیں ہے کہ اذان سے پہلے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے کلمات کے ساتھ آپ پر درود بھیجا جائے، بلکہ اذان سے پہلے آپ پر مطلقاً درود بھیجنے کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے، اسی طرح کسی ایک حدیث میں بھی موجود نہیں کہ آپ پر درود بھیجنے کے لئے آپ کی قبر اطہر کا رُخ کیا جائے اور وہاں پہنچ کر آپ پر درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جائے۔

ہاں مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے اور جو شخص مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے سفر کرتا ہے، وہ روضۂ اقدس کی زیارت کرے اور وہاں کھڑے ہو کر دُرود و سلام کا ہدیہ بھیجے، لیکن خاص طور پر روضۂ رسول کی زیارت کے لئے یا وہاں جا کر درود و سلام کا ہدیہ بھیجنے کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے۔ اس کی اجازت کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں۔

تو کیا ان دلائل کی روشنی میں اگر کوئی شخص روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو جائز سمجھتا ہے تو وہ چونکہ آپ کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے۔ اس لئے نہ تو وہ گردن زدنی

ہے اور نہ ہی وہ احترام رسول میں کوتاہی کا مرتکب ہو رہا ہے، بلکہ اس کا طرزِ عمل عین اطاعتِ رسول کا آئینہ دار ہے جس طرح مولانا محمد بشیر سہسوانی آگرہ سے بیت اللہ کے حج کے لئے تشریف لے گئے، لیکن ارادتاً مدینہ منورہ نہ گئے اور واپس آ گئے۔ ان کا مدینہ منورہ نہ جانا اس بنا پر تھا کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا ضروری نہیں مستحب ہے، جبکہ بیت اللہ کے حج کے لئے اگر طاقت ہو تو جانا ضروری ہے، لیکن روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ جب ان کے اس طرزِ عمل پر لوگوں نے اعتراض کیا، تو انہوں نے اپنا مؤقف واضح کرتے ہوئے "القول المحقق المحکم فی حکم زیارۃ حبیب الاکرم" کتاب تحریر فرمائی۔ ان کے رد میں علامہ عبدالحی لکھنوی نے "الکلام المبرور" کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی، جس کے جواب میں مولانا موصوف نے "القول المنصور" اور شیخ عبدالحی نے اس کے جواب میں "المذہب المأثور" کتاب تحریر فرمائی جس کا مدلل اور مسقط جواب مولانا سہسوانی نے "اتمام الحجہ علی من اوجب الزیارۃ کالحجہ" کے نام سے دیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مولانا موصوف مطلقاً روضۂ نبوی کے قائل نہ تھے غلط ہے، بلکہ وہ مطلق زیارت کے قائل تھے۔ لیکن جس طرح بیت اللہ کی زیارت فرض ہے اور اس کے لئے سفر کرنا ضروری ہے، اس طرح روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا شد رحال کی حدیث کے پیش نظر ناجائز ہے۔ اس مسئلہ کو واضح کرنے کی ضرورت اس لئے تھی کہ کچھ لوگ روضۂ نبوی کی زیارت کو ہی حج سمجھنے لگ گئے تھے۔ اس طرح دین اسلام کے احکام میں تلبیس و تحریف کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا جیسا کہ آجکل بھی اکثر حجاج اسی نیت سے سفر کرتے ہیں بلکہ لوگوں کے سلام اور درخواستیں روضۂ نبوی پر کھڑے ہو کر پہنچاتے ہیں۔ آہ یہ لوگ صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔ انہیں کون سمجھائے کہ اس طرح ان کا حج صحیح نہیں ہوگا۔

حافظ ابن تیمیہ اور زیارتِ روضۂ نبوی

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اس کتاب میں خاص طور پر اس مسئلہ کو نہایت عمدہ اور مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ کے بیان کے ضمن میں دیگر سینکڑوں مسائل حل ہو گئے ہیں، جن کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں؛ تاہم اس نازک مسئلہ میں انہوں نے حسب عادت کوئی شبہ ایسا نہیں چھوڑا جس کا ازالہ نہ کیا ہو۔ دلائل کو شگفتگی، سنجیدگی اور متانت کے ساتھ پیش کیا ہے اور کھلے لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ میرے خلاف یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ میں رسولِ اکرم کی قبر اقدس کی زیارت کو جائز نہیں سمجھتا۔ حاشا وکلا میرا یہ عقیدہ نہیں ہے اور کسی بھی مسلمان کا عقیدہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ روضۂ اقدس کی زیارت کو جائز نہ سمجھتا ہو؛ البتہ دلائل شرعیہ، نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مشروع نہیں؛ البتہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے اور مسجد نبوی کی زیارت کرنا قبر اقدس کی زیارت کرنا ہے اور یہی زیارت شرعی ہے، وگرنہ قبرِ اقدس کا مشاہدہ و زیارت ممکن ہی نہیں۔

کیا روضۂ اقدس پر کھڑے ہو کر درود بھیجنے والے کی آواز آپ سنتے ہیں

بیہقی، مسند ابن ابی شیبہ میں حدیث موجود ہے (آپ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود بھیجے گا، میں اس کو سنوں گا اور جو دور سے بھیجے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا) اولاً یہ حدیث کمزور ہے۔ اعمش کے شاگرد محمد بن مروان سدی پر ائمہ جرح و تعدیل نے بھرپور جرح کی ہے بعض ائمہ نے اس کو متروک قرار دیا اور بعض نے اس کو وضاع کہا۔ ثانیاً حدیث میں صراحت ہے کہ میری قبر کے قریب ہو تو کیا۔ اب جو شخص روضۂ اقدس پر کھڑا ہوتا ہے اس کو قریب کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ جو شخص آپ کے روضۂ اقدس پر کھڑا ہے اور درود و سلام بھیج رہا ہے، وہ دُور ہے، اس لئے اس کے درود و سلام کو بھی آپ پر فرشتے ہی پہنچاتے ہیں اور آپ دور سے کسی کی آواز نہیں سن سکتے۔ اس لئے

کہ یہ خصوصیت تو اللہ کریم کی ہے، وہ تمام مخلوق کی آوازوں کو سنتا ہے۔ اگر اللہ کریم کی خصوصیت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تسلیم کیا جائے تو مسلمانوں اور عیسائیوں میں کیا فرق رہ جائے گا۔

پس جب آپ سنتے ہی نہیں ہیں تو محض آپ پر درود وسلام بھیجنے کے لئے سفر کی زحمت اٹھانا اور غیر مشروع طریقہ اختیار کرنا کسی مسلمان کے لئے زیبا نہیں کیا آپ کی عظمت شان اس میں نہیں ہے کہ اللہ کریم نے کچھ فرشتے محض اس کام پر متعین کر دیئے ہیں کہ وہ لوگوں کے صلوٰۃ وسلام کو آپ تک پہنچائیں، اس لئے جہاں کہیں سے بھی جو کوئی آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے گا، وہ آپ تک پہنچا دیا جائے گا۔

شیخ الاسلام پر ناروا حملے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اگرچہ اپنے دفاع میں پورا زور صرف کیا کہ میں شرعی زیارت کا قائل ہوں، لیکن بدعتی ملاؤں نے ان کی ایک نہ سنی، ان کی ذات کو ہدف مطاعن بنایا، پیغمبروں بزرگوں کا دشمن کہا۔ گستاخ رسول کا لقب دیا ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے ان کے ترکش میں جتنے بھی تیر تھے، ان سب کو پھینکا اور ان کی علمی شہرت کو ختم کرنے کے لئے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے، یہاں تک کہ انہیں اس پاداش میں جیل جانا پڑا وہ بخوشی اس کے لئے تیار تھے، لیکن صحیح حدیث کی مخالفت کے خیال کو بھی دل میں لانا گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو صحیح مسلک کو خیرباد کہہ کر دنیوی عزت اور جاہ وجلال حاصل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے ہر قسم کے دنیوی لالچ کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور کسی بدعت کی ترویج میں میں اپنے آپ کو شریک نہ بنایا؛ چنانچہ خاص طور پر اس مسئلہ کی اشاعت کے جرم میں انہیں پابند سلاسل کر کے محبوس کر دیا گیا، یہاں تک کہ آپ جیل ہی میں فوت ہوئے اور وہیں سے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وتغمدہ بغفرانہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

روضہ نبوی کی زیارت کے مسئلہ کی تفصیل کے لئے حافظ ابن تیمیہ کی "الجواب الباہر"

"اقتضاء الصراط المستقیم" حافظ محمد بن عبدالہادی کی "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" علامہ خیر الدین نعمان بن محمود آلوسی بغدادی حنفی کی "جلاء العینین" علامہ ابوالمعالی شافعی کی "غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی" علامہ محمد بشیر سہسوانی کی "صیانۃ الانسان" کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوجائے گا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں؛ چنانچہ شیخ الاسلام کی حمایت میں علامہ خیر الدین بن محمود آلوسی بغدادی حنفی جلاء العینین ص۳۱۷ پر رقمطراز ہیں:

انہ لم یمنع الزیارۃ مطلقا بل منع السفر للزیارۃ بحدیث لا تشد الرحال و بحدیث لا تتخذوا قبری عیدا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مطلقاً زیارت سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ شد رحال اور میری قبر کو عید نہ بنانا، حدیث کے پیش نظر زیارت کے لئے سفر کرنے سے منع کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ ج ۱ ص۱۹۲ میں رقمطراز ہیں:

والحق عندی ان القبر و محل عبادۃ ولی من اولیاء اللہ والطور کل ذالك سواء فی النہی واللہ اعلم۔

صحیح مسلک تو یہ ہے کہ شد رحال کی ممانعت کے پیش نظر، آپ کی قبر اطہر اور کسی ولی اللہ کی عبادت کرنے کی جگہ اور طور پہاڑ وغیرہ تمام کو نہی شامل ہے کہ ان کی زیارت کیلئے سفر نہ کیا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی جلالتِ علمی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو اللہ پاک نے بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ذہن صاف ستھرا تھا، کتاب و سنت سے والہانہ شغف رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے گرد و پیش میں ملحدانہ افکار و نظریات کے سیلاب کو امڈتے ہوئے دیکھا تو اس کو روکنے کے لئے مضبوط چٹان بن کر کھڑے ہوگئے۔ بھلا وہ انسان جس کا دل معارف اسلامیہ سے منور ہوچکا ہو اور جس کو اللہ اور اس کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی عقیدت اور

محبت ہو۔ فواحش و منکرات کے احساس سے ہی جس کا دل سیماب کی طرح لرزنے لگتا۔ تو وہ کتاب و سنت کی مخالفت کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں انہوں نے مبتدعین کے خلاف محاذ آرائی کر کے ان کی بڑھتی ہوئی شہرت کو نیست و نابود کر دیا، وہاں جاہل صوفیا کے من گھڑت اوراد و وظائف کا پردہ چاک کیا اور ان کے الہامات و منامات کشف تلبیسانہ حرکات کی خوب خبر لی اور انہیں عوامی محفلوں میں مقابلہ میں اترنے کا چیلنج کیا، لیکن وہ ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر دُم دبا کر بھاگ گئے اور اگر ایک طرف انہوں نے تقلید کو کتاب و سنت کے خلاف قرار دیتے ہوئے اس کے گمراہ کن نتائج سے خبردار کیا تو دوسری طرف فوت شدہ پیغمبروں، بزرگوں کا تقرّب حاصل کرنے والوں، ان سے استمداد چاہنے والوں، ان کی قبروں پر عرس منانے والوں اور ان کا حج کرنے والوں کے خلاف بھی ان کا قلم حرکت میں آیا اور مکمل شرح و بسط کے ساتھ مخالفین کے شبہات کے مسکت جوابات دیئے؛ چنانچہ (الرد علی الاخنائی) جس کا ترجمہ پیش کرنے کی ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں، اسی موضوع پر ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس کے مطالعہ سے قاضی اخنائی کا غصہ شدت اختیار کر گیا اور اس کی کوششوں سے شیخ الاسلام کی تمام تالیفات بحق سرکار ضبط کر لی گئیں۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ تمام علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ قرآن پاک پر اہم تفسیری نوٹ تحریر فرمائے اور مسئلہ صفات میں خاص طور پر معتزلہ، خوارج جہمیہ، قدریہ، حلولیہ، اتحادیہ، فلاسفہ، مناطقہ، متکلمین اور شیعہ کے اصول و ضوابط کے تار پود بکھیر دیئے، یہاں تک کہ وہ خجالت سے سر نہ اٹھا سکے۔ ان کی وضع کردہ پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے میں انہیں زیادہ دشواری نہ ہوئی، قلم کی روانی جملوں کا تناسب استخراج کی دلکشی، استدلال کی بوقلمونی، مقدمات کی ترتیب، بحث کا تجزیہ اور اس کا اختتام اس قدر عمدہ ہے کہ عصبیت کی عینک اتار کر مطالعہ کرنے والا انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ جہاں زبان اور قلم کے ساتھ جہاد میں متحرک نظر آتے ہیں اور تمام

مصالح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دین اسلام کو اس کی صحیح شکل میں پیش کرنے میں سرگرداں نظر آتے ہیں اور کوئی بھی شخص خواہ وہ صاحبِ اقتدار ہی کیوں نہیں، پھر بھی ان کی زبان وقلم سے بچ نہیں سکا۔ جب اس کا مؤقف نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ وہاں وہ تلوار لے کر میدان جنگ میں لڑتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں، تو دوسری طرف خشیت انابت الی اللہ میں منفرد دکھائی دیتے ہیں اور نوافل کی ادائیگی میں ان کا انہماک بہت بڑھا ہوا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے (انا المکدی انا المکدی وھکذا کان ابی وجدی) میں تیرے در کا بھکاری ہوں ہاں میں تیرے در کا سائل ہوں، میں ہی نہیں بلکہ میرے باپ دادا بھی تیرے در کے بھکاری تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مجدد الملت والدین، مجتہد، امام ہونے پر ثقہ اہل علم متفق ہیں؛ چنانچہ حافظ ذہبی (جن کا قول رواۃ کی جرح وتعدیل کے بارے میں مسلم ہے) لکھتے ہیں:

ھو اکبر من ان ینبہ علی سیرتہ مثلی وواللہ لوحلفت بین الرکن والمقام انی ماراَیت بعینی مثلہ وانہ ماراَیٔ مثل نفسہ لما حنثت۔	وہ اس سے کہیں بلند ہے کہ میرے جیسا انسان انکی سیرت سنائے بخدا اگر میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم اٹھا کر کہوں کہ میری آنکھوں نے اس جیسا نہیں دیکھا اور نہ اس نے اپنے جیسا دیکھا ہے، تو میری قسم سچی ہوگی۔

اسکے باوجود بعض کوتاہ بین بداندیش قسم کے لوگ ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اور انہیں بزرگوں کا بے ادب گستاخ کہتے ہیں، ان کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کرتے ہیں: چنانچہ کوثری حنفی ہرزہ سرائی کرتا ہے[1]۔

ولو قلنا لم یبل الاسلام فی الادوار الاخیرۃ بمن ھو اضر من ابن تیمیہ	اگر ہم کہیں کہ اسلام کو اپنے آخری دور میں کسی ایسے شخص سے واسطہ نہیں پڑا جو مسلمانوں

---

[1] الاشفاق ص ۸۶

فی تفریق کلمۃ المسلمین لماکنا مبالغین فی ذالک وھو سھل متسامح مع الیھود والنصاریٰ

کے درمیان افتراق پیدا کرنے میں ابن تیمیہ سے زیادہ نقصان دہ ہو تو اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہوگا۔ یہ شخص سہل انگار حقائق کو چھپانے والا یہودیوں عیسائیوں کا ساتھی ہے۔

نیز زبان درازی کرتے ہوئے کہتا ہے:

ان کان ابن تیمیۃ لایزال بعد شیخ الاسلام فعلی الاسلام السلام۔

جس اسلام میں ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام سمجھا جاتا ہے اس پر سلام ہو (یعنی ہم ایسے اسلام سے باز آتے)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ الاسلام کے خلاف کس قدر غلیظ اور تہذیب سے گری ہوئی زبان استعمال کی گئی ہے، لیکن کیا اس قسم کے نازیبا اور سوقیانہ حملوں سے ان کی شخصیت کو مجروح کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی شخص سورج پر تھوکتا ہے تو کیا اس سے سورج کی چمک دمک میں کچھ فرق آسکتا ہے اور کیا آپ کی پیشین گوئی حرف بحرف سچی ثابت نہیں ہو رہی ہے کہ اس امت کے آخری لوگ اپنے اسلاف پر لعنت بھیجیں گے، لیکن علامہ عینی حنفی ان کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھو الامام الفاضل البارع التقی النقی الوارع الفارس فی علم الحدیث والتفسیر والفقہ واصول الدین بالتقریر والتحریر والسیف الصارم علی المبتدعین والحبر القائم بامور الدین والامر بالمعروف والنھی عن المنکر و لہ المصنفات المشھورۃ المقبولۃ

امام ابن تیمیہ فاضل امام تھے نہایت پرہیزگار پاکیزہ نفس اور زہد و ورع تھا حدیث، تفسیر فقہ و اصول، تقریر و تحریر کے شاہسوار تھے۔ بدعتیوں کے خلاف قاطع تلوار تھے دین کے احکام کو قائم کرنے والے تھے۔ عالم ربانی تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے میدان میں سرگرم رہتے۔

والفتاوی القاطعۃ غیر المعلولۃ — ان کی تصنیفات کو شہرت حاصل ہوئی اور اہل علم نے ان کو قبولیت سے نوازا اور ان کے فتوے قطعی اور کمزوری سے پاک ہیں۔

نیز ملا علی قاری حنفی شرح شمائل میں لکھتے ہیں:

انھما کانا من اکابر اھل السنۃ والجماعۃ ومن اولیاء ھذہ الامۃ۔ — حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم اکابر اہل سنت میں شمار ہوتے ہیں اور اس امت کے اولیأ کے زمرے میں تصور کئے جاتے ہیں۔

ان دونوں شہادتوں کے بعد کس قدر ظلم اور ناانصافی ہے کہ اگر موجودہ دور کے بعض حنفی علمأ انہیں یہودیوں اور عیسائیوں کی صف میں کھڑا کریں اور ان کے علمی تشخص کو داغدار کریں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تالیفات رسائل فتاوی کی مکمل فہرست حضرت مولانا عطأ اللہ حنیف بھوجیانی نے نہایت عرق ریزی اور محنتِ شاقہ کے ساتھ حیاتِ ابن تیمیہ کے آخر میں شامل کی ہے۔ یقیناً مولانا موصوف کا یہ علمی کام قابلِ تحسین ہے، اس فہرست میں شامل کتابوں کو ملاحظہ کرنے سے شیخ الاسلام کی ثقاہتِ علمی اور جلالتِ شان کا تصور دماغ میں پختہ ہوتا ہے اور ان کی زندگی کے مشاغل مصروفیات کا مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اللّٰھم ارحمہ واعف عنہ۔

پاک ہند میں ابن تیمیہ کے علوم و معارف کا تعارف

کون نہیں جانتا کہ یہ ملک شرک و بدعت کا گہوارہ رہا ہے، اگرچہ اسلام کی ضیاء پاشیوں نے اس ملک کے کچھ افراد کو اسلام کی نعمت سے مالامال کر دیا تھا؛ تاہم اسلام کی صحیح عکاسی کے فقدان کی وجہ سے کتاب و سنت کے خدوخال روشن نہیں تھے اور کوئی شخص جرأت نہیں کرسکتا تھا کہ کھلم کھلا بدعات کو ہدفِ تنقید بنائے۔ مساجد ویرانی کا منظر پیش کر رہی تھیں اور مزارات میں میلہ لگا رہتا تھا، وہ اسی کو اسلام سمجھتے تھے کہ مزارات پر عرس منائے جائیں، نذر و نیاز کا سلسلہ

قائم رہے ؛ چنانچہ بدعات خرافات کا بازار گرم تھا اور قبروں کے مجاور زائرین سے خطیر رقمیں وصول کرکے بڑے ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر رہے تھے، ان کی دیکھا دیکھی بعض ملحد بددین لوگوں نے سیم وزر کی ہوس کے پیش نظر جعلی قبریں کھڑی کر ڈالیں، نتیجۃً وہاں بھی عوام نے آنا جانا شروع کر دیا اور ان کی دکانیں چلنے لگیں۔

جاہل صوفیاء کے کشف اور ان کی کرامات کا عام چرچا تھا اور ان کی باتوں کو خدائی پیغام سمجھا جاتا تھا گویا کہ شیخ محی الدین ابن عربی کے گمراہ کن نظریات کا پرچار ہو رہا تھا، لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ (جنہوں نے فی الحقیقت شرک و بدعت کے خلاف بڑے زور شور سے محاذ آرائی کی تھی اور ملحدانہ فاسقانہ لٹریچر کے بخئے ادھیڑے تھے) کے نام اور ان کے لٹریچر سے کوئی واقف نہ تھا۔

الغرض برصغیر پر بدعات، خرافات کا تسلط تھا اور کتاب وسنت کی تعلیمات سے بالکل بے اعتنائی تھی اور حق پرست علماء مصلحتاً خاموش تھے۔ شاہ ولی اللہ اگرچہ احیاءِ سنت کی کوششوں میں مصروف تھے، لیکن رسوم و بدعات کو شریعت قرار دینے والے علماء ان کی اصلاحی مساعی کا سختی سے نوٹس لے رہے تھے اور ان کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف تھے۔ اس لئے وہ کھل کر میدان میں نہ آسکے؛ البتہ جب وہ حج پر گئے، تو وہاں انہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی بعض تصنیفات دیکھنے کا موقعہ ملا جن کے مطالعہ سے وہ بہت زیادہ محظوظ ہوئے، لیکن ان کے لٹریچر کی اشاعت کا اگرچہ انہوں نے کچھ انتظام نہ کیا اور نہ ہی ان کی شخصیت کا تعارف فرمایا تاہم انہوں نے واضح الفاظ میں اہل بدعت پر تابڑ توڑ حملے کئے، اور قبر پرست کاسہ لیس ملاؤں کو خبردار کیا کہ جو لوگ قبروں پر عمارتیں تعمیر کرتے ہیں، وہ ملعون ہیں اور شدِ رحال صرف تین مسجدوں کی طرف ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی زیارت کے لئے بھی سفر کرنا جائز نہیں، کجا کہ اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کیا جائے۔ ان کے بعد بھی کافی عرصہ تک شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی اصلاحی

حیثیت پردۂ خفا میں مستور رہی تا آنکہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ان کی خدماتِ جلیلہ کا ذکر نہایت مؤثر، دلکش انداز میں کیا اور ان کے معارف کا ذکر ایسی محبت اور دل سوزی سے کیا کہ ان کی شخصیت بحث و مباحثہ کا موضوع بن گئی اور ملک میں ان پر شائع ہونے والے مضامین توجہ کا مرکز بن گئے اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس ملک کے اہلِ علم دانشوران کے علمی جواہر پاروں سے مستفید ہوتے؛ چنانچہ مولانا ابوالکلام نے پورا زور دے کر کہا کہ شرک و بدعت کی بیخ کنی کے لئے ضروری ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تالیفات کے اُردو میں تراجم کئے جائیں۔ چنانچہ ان کے جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی زندگی میں ہی بعض کتابوں کے اُردو تراجم چھپ گئے اور پورے ملک میں ان کے علمی اجلال و احترام کا ڈنکا بجنے لگا اور اشاعت کا سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

راقم الحروف زمانۂ طالب علمی سے ہی مولانا ابوالکلام آزاد کے علم وفضل کا مدّاح رہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص بھی ان کی علمی کاوشوں کا بغور مطالعہ کرے گا اور ان کے فاضلانہ فقیہانہ مضامین کا جائزہ لے گا، اس کے دل و دماغ پر ان کا علمی تشخص مرتسم ہو جائے گا اور ان کی تحریریں جو فصاحت و بلاغت کا مرقع ہیں۔ کون ہے جو ان کی دل آویزیوں سے محظوظ نہیں ہوگا؟ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں سے متاثر ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کی تالیفات کے ساتھ ذہن کی وابستگی بڑھتی چلی گئی اور ان کی اصابتِ فکر، جچی تلی رائے اور مدلل تنقید سے متاثر ہوتے بغیر نہ رہ سکا۔ اگرچہ طالب علمی کے دور سے لے کر اب تک ان کے رشحات فکر کا غلغلہ بلند کرتا رہا اور تدریسی، تبلیغی مواقع میں ان کے استدلالات اور جواہر پاروں کو تقسیم کرتا رہا، لیکن تالیفی میدان میں اس سعادت سے ہمکنار ہونے کا یہ پہلا موقعہ ہے۔

الرّد علی الاخنائی کا ترجمہ

چنانچہ الرّد علی الاخنائی کا ترجمہ (روضۂ اقدس کی زیارت) کے نام سے قارئین کی خدمت

میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جس طرح اصل کتاب میں تکرار موجود ہے، ترجمہ میں بھی اس کا خیال رکھا گیا ہے اور ممکن کوشش کی گئی ہے کہ افادیت میں کچھ فرق نہ آئے۔

میں نے ۱۳۹۲ھ میں جب پہلی بار اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اسی وقت سے یہ عزم کر لیا تھا کہ اگر حالات نے موافقت کی اور توفیق ایزدی شامل حال رہی تو اس کو اُردو کا لباس پہنایا جائے گا۔ اس وقت سے لے کر آج تک اگرچہ اس کتاب کا ترجمہ فارغ اوقات میں ہوتا رہا، لیکن درمیان میں بعض علمی، تدریسی وغیرہ مصروفیات کی وجہ سے یہ مبارک کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ اس دوران تحذیر الساجد کا اُردو ترجمہ قبروں پر مسجدیں اور اسلام، صلوٰۃ التراویح کا اُردو ترجمہ نماز تراویح اور شیخ احمد عبدالغفور عطار کی کتاب محمد بن عبدالوہاب اور ریاض الصالحین کا اُردو ترجمہ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا ہے۔ آخری کتاب طباعت کے مراحل طے کر رہی ہے جبکہ پہلی تین کتابیں اللہ پاک کے بے پایاں فضل وکرم سے چھپ کر مارکیٹ میں آچکی ہیں اور قارئین ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ وفقنی اللہ وایاکم لما یحب ویرضی۔

اب بحمد اللہ اس کتاب کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ اس کتاب کے سلسلے میں کسی قسم کا تعاون کیا اور اس گناہگار کا سر بارگاہِ ایزدی میں ندامت سے جھکا ہوا ہے کہ وہ ایک نہایت نازک مسئلہ کو شیخ الاسلام کے انداز پر اُردو میں پیش کر رہا ہے اور چونکہ اصل کتاب (روضۂ اقدس کی زیارت) کے مسئلہ کے متعلق معلومات فراہم کر رہی ہے، اس لئے اس کتاب کا یہ نام تجویز کیا گیا۔

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ وہ دلجمعی، دلسوزی سے کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور میری غلطیوں پر مجھے مطلع فرمائیں گے۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔

محمد صادق خلیل مدیر ضیاء السنۃ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيأت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم تسليماط بعثه الله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا ه وانزل عليه الكتب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه واكمل له ولامته الدين واتم عليهم النعمة وجعلهم خير امة اخرجت للناس۔

تمہید:

اللہ پاک کا بہت بڑا انعام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کہ آپ پر قرآن پاک اتارا گیا جس کے عجائبات کبھی فنا نہیں ہوں گے جس کے معجزات کا احاطہ ممکن نہیں نیز آپ کو کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ اس کی مثل سنّت کا بھی عطیہ دیا گیا جس طرح جبریل آپ پر قرآن پاک کی آیات لے کر نازل ہوتے تھے، اسی طرح بعینہٖ سنّت کو لے کر بھی نازل ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام میں قرآن کی تعلیم کی طرح سنّت کی تعلیم کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک جن آیاتِ ربّانی کو پہنچایا، نیز صحیح کتابوں میں جو سنن ثابت ہیں۔ ان کے بارے میں نہ یہ کہنا درست ہے کہ آپ

کی خواہشات کا مجموعہ ہیں اور نہ یہ کہ وہ آپ کے مظنونات کا مجموعہ ہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن پاک اور سنتِ رسول وحی الٰہی ہیں، ارشادِ خداوندی ہے ان ھو الا وحی یوحیٰ (بلکہ یہ قرآن تو حکمِ خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے)

اتباعِ رسول

اہلِ علم حضرات اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ حق ہے اور وہ کتاب اللہ ہے جو غالب تعریف کرالے کے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ پس اہلِ علم کتاب اللہ کی اتباع کرتے ہیں اور یہ حقیقت مسلّمہ ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ افضل اور اقرب الی اللہ وہ انسان ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اور تمام لوگوں سے زیادہ بدبخت وہ انسان ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے دُوری اختیار کرتا ہے۔ لیکن وہ انسان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب کو پہچانتا تو ہے لیکن آپ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ انسان یہود کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور جو شخص جہالت اور گمراہی کی بناء پر منزل من اللہ کتاب کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ عیسائیوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو کہ مذہب میں غلو اختیار کرتے ہیں۔ پس اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو اپنے ان بندوں کی فہرست میں شامل فرمائے جو اللہ کی کتاب سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں، اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتے ہیں، اولیاء اللہ سے موالات کرتے ہیں، اعداء اللہ سے دشمنی کرتے ہیں، جہادِ فی سبیل اللہ کے ساتھ ساتھ مغضوب علیہم (یہودی) اور ضالین (نصاریٰ) کے راستوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ مہاجرین و انصار کے گروہ سے سابقین اولین اور ان کے بہترین متبعین کی اتباع کرتے ہیں۔

امّا بعد: اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے حق و باطل کے درمیان امتیازی نشانات قائم فرمائے۔ ہدایت اور گمراہی کے راستوں کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ رشد و ضلالت کو الگ الگ کر کے پیش کیا۔ جنت اور جہنم کے تقاضوں کی پردہ کشائی کی۔ اللہ کے دوستوں اور دشمنوں کے درمیان فرق کو واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا۔ معروف اور منکر کے حدود کو متعین کیا۔ خبیث اور پاکیزہ چیزوں کو متمیز کیا۔ حلال اور حرام کی تفصیلات کا نقشہ پیش کیا۔ دین حق اور دینِ باطل کے پیمانوں کو شکوک و شبہات سے الگ کر کے مصفا شکل میں پیش کیا۔

پس حلال وہ چیزیں ہیں، جن کو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال قرار دیا اور حرام وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا۔ دین ان چیزوں کا نام ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے مشروع قرار دیا۔ پس جنّ و انس میں سے کوئی بھی رضائے الٰہی، رحمتِ الٰہی اور اکرامِ الٰہی کے مقام کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا، جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا اور آپ کی اتباع نہیں کرتا، اس لئے کہ اللہ پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جن و انسان کے لئے عمومیت کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا۔ آپ نے دین کے امور ظاہری اور باطنی جملہ اسلامی شرائع اور ایمانی حقائق کو نہ صرف عام انسانوں کے سامنے بلکہ علماء، عباد، زہاد، حکام، رعایا غرض تمام لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

پس اگرچہ کوئی شخص علم و عبادت یا عز و جاہ میں کس قدر بلند مقام کا بھی مالک کیوں نہیں ہے، اس کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اس تعلیم سے روگردانی کرے جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا۔ اس لئے دین کے کسی بھی معاملے میں آپ کی مخالفت کرنا جائز نہیں، بلکہ تمام انسانوں پر واجب ہے کہ وہ

آپ کی اتباع کریں اور آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما - النساء (۶۵)

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم - (النساء) (۵۹)

مومنو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وما كان الناس الا امة واحدة فاختلفوا ولولا كلمة سبقت من ربك لقضى بينهم فيما فيه يختلفون - يونس - (۱۹)

اور سب لوگ (پہلے) ایک ہی امت (یعنی ایک ہی ملت پر) تھے، پھر جدا جدا ہوگئے اور اگر ایک بات جو تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہو چکی ہے، نہ ہوتی، تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں، ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے:

عن عائشة - ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا قام من الليل يصلى يقول اللهم رب جبريل وميكائيل واسرافيل

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کہتے اے اللہ، جبریل، میکائیل، اسرافیل کے پروردگار

فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون اهدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك تهدی من تشاء الی صراط مستقیم۔

آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان کے مختلف فیہ امور میں فیصلہ کرے گا (اے اللہ)، تو مجھے اپنے اذن کے ساتھ مختلف فیہ چیزوں میں حق بات کی رہنمائی فرما، بلاشبہ تو جس شخص کو چاہتا ہے سیدھے راہ کی ہدایت کرتا ہے۔

اللہ پاک نے انسان کی کامیابی کو اپنی اطاعت کے ساتھ معلق فرمایا، جبکہ منافقین کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہے۔

و یقولون آمنّا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منهم من بعد ذالك وما اولئك بالمومنین واذا دعوا الی اللہ ورسوله لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون۔ (النور، ۴۷، ۴۸)

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لائے اور (ان کا) حکم مان لیا، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ صاحبِ ایمان ہی نہیں ہیں اور جب ان کو خدا اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسولِ خدا) ان کا قضیہ چکا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ مُنہ پھیر لیتا ہے۔

اللہ پاک کا خوف

اس قانون پر تمام ایمان داروں کا اتفاق ہے؛ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ استطاعت کے مطابق اللہ پاک کا ڈر اپنے دل میں رکھے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فاتقوا اللہ ما استطعتم ۔ طاقت کے مطابق اللہ کا ڈر رکھو۔

اللہ پاک کا مذکورہ بالا ارشاد ذیل کی آیت کو واضح کر رہا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

اتقوا اللہ حق تقاتہ ۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے

تشریح عبداللہ بن مسعود

حق تقاتہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور اس کے احکام کی نافرمانی نہ کی جائے ، اس کی یاد میں مشغول رہا جائے، اس کو فراموش نہ کیا جائے نیز اس کا شکریہ بجالایا جائے، کفرانِ نعمت سے دور رہا جائے، لیکن ان تمام احکامات کو استطاعت کے ساتھ مقید مانا جائے گا، جیسا کہ اس کی وضاحت (فاتقوا اللہ ما استطعتم) ارشادِ خداوندی سے ہو رہی ہے۔

عدم علم کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے

اگر ایک انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری میں تو کوشاں رہتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فرامین اور سنتیں اس پر مخفی ہیں تو وہ انسان معذور ہے۔ اللہ پاک کسی نفس کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اجتہد الحکم فاصاب فلہ اجران واذا اجتہد فاخطأ فلہ اجر واحد اخرجاہ فی الصحیحین ۔

پوری کوشش کے ساتھ صحیح فیصلہ کو پہنچنے والا دگنے ثواب کا مستحق ہے لیکن پوری کوشش کے ساتھ غلط فیصلہ پر پہنچنے والا بھی ایک ثواب کا حقدار ہے۔ بخاری ومسلم۔

لیکن اگر کوئی شخص عدم علم جہالت کی بناء پر فیصلہ صادر کرتا ہے تو وہ اسی طرح گناہگار

ہوگا جس طرح وہ انسان جو حق کو جاننے کے باوجود اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے۔
چنانچہ سنن کی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

القضاۃ ثلثۃ قاضیان فی النار وقاض فی الجنۃ رجل علم الحق و قضیٰ بہ فھو فی الجنۃ ورجل قضیٰ للناس علیٰ جھل فھو فی النار ورجل علم الحق وقضیٰ بخلافہ فھو فی النار۔

قاضی تین قسم کے ہیں۔ دو قسم کے قاضی جہنمی اور ایک جنتی ہے (قسم اول) جس قاضی نے حق وصداقت کے مطابق فیصلہ دیا وہ جنتی ہے (قسم ثانی وثالث) جس نے عدم علم کے باوجود جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا اور جس نے حق وصداقت کے خلاف فیصلہ دیا، دونوں جہنمی ہیں۔

اللہ پاک نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو جہالت کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس سے منع فرمایا گیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

ولا تقف مالیس لك بہ علم۔ (بنی اسرائیل) ۳۶

اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو۔

ارشادِ خداوندی ہے:

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ مالم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون۔ (الاعراف) ۳۳

کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو خدا کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ خدا کے بارے میں ایسی باتیں کہو، جن کا تمہیں کچھ علم نہیں

شیطان لعین کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔ (البقرہ) ۱۶۹

وہ تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ خدا کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں۔

نیز اہل کتاب کو مخاطب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ھاانتم ھؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ (آل عمران) ۶۶

دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم تھا بھی، مگر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو کچھ علم نہیں اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

ارشادِ خداوندی ہے:

الم یوخذ علیھم میثاق الکتٰب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق ودرسوا ما فیہ۔ (الاعراف) ۱۶۹

کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ خدا پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے، اس کو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔ (النساء) ۱۷۱

اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

پس معلوم ہوا کہ جو شخص علم کے بغیر عمل کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے اور جو شخص علم کے مطابق عمل کرتا ہے، وہ سچا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

قل آلذکرین حرم ام الانثیین

کہدو کہ (خدا نے) دونوں (کے) نروں کو

اما اشتملت علیه ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صادقین۔ (الانعام ، ۱۴۴)	حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادینوں کو یا جو بچہ مادینوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اسے اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ۔

ارشادِ خداوندی ہے :

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ (البقرہ) ۱۱۱	(اے پیغمبران سے) کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

چنانچہ اللہ پاک نے مشرکین کو کذاب بہتان طراز جیسے بُرے القاب کے ساتھ پکارا جبکہ ایمان داروں کو صدق و اخلاص جیسی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ موصوف فرمایا ہے اسی لئے اہل شرک اور اہل نفاق کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :

ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم (الفتح) ۴	وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے اور اس لئے (کہ)
ویعذب المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعدلھم جھنم وساءت مصیرا۔ (الفتح) ۶	منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو خدا کے حق میں بُرے بُرے خیال رکھتے ہیں، عذاب دے، انہیں پر بُرے حادثے واقع ہوں اور خدا ان پر غصّہ ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ بُری جگہ ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :

اجتنبوا قول الزور حنفاء للہ	جھوٹی بات سے اجتناب کرو صرف

غیر مشرکین بہ ومن یشرک باللہ	ایک خدا کے ہو کر اور اس کے ساتھ شریک
فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر	نہ ٹھہراؤ اور جو شخص کسی کو خدا کے ساتھ
او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق۔	شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے
(الحج) ۳۱	آسمان سے گر پڑے اور پھر اس کو پرندے

اچک کر لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے۔

غار والوں کے متعلق فرمایا:

ھٰؤلاء قومنا اتخذ وا من دونہ	ان ہماری قوم کے لوگوں نے اس کے
اٰلھۃ لولا یاتون علیھم بسلطان	سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، بھلا یہ ان کے
بین فمن اظلم ممن افتریٰ علی	خدا ہونے پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے
اللہ کذبا۔ (الکھف) ۱۵	تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر

جھوٹ اور افترا کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

انما تعبدون من دون اللہ	تم تو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور
اوثانا وتخلقون افکا (العنکبوت) ۱۷	طوفان باندھتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور اپنی قوم سے یوں مخاطب ہوتے ہیں!

اذ قال لابیہ وقومہ ماذا	جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی
تعبدون أئفکا اٰلھۃ دون	قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو،
اللہ تریدون (الصٰفٰت) ۸۵، ۸۶	کیوں جھوٹ (بنا کر) خدا کے سوا اور

معبودوں کے طالب ہو۔

قرآن پاک میں اس مضمون کی آیات متعدد مقامات میں پائی جاتی ہیں۔ مشرکین اہل کتاب، اہل بدعت جہالت و گمراہی کی وجہ سے شرک جیسی خطرناک مرض میں مبتلا ہیں۔ اعاذنا

اللہ من ذالک ۔

بعثت انبیاء کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو اس لئے نازل فرمایا تاکہ صرف ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے۔ انبیاء، فرشتے، سورج، چاند، ستارے غرض کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس کی عبادت کرنا جائز ہو، اسی طرح انبیاء کی قبریں، ان کی مورتیاں، سورج، چاند کی مورتیوں، مجسموں کو اللہ پاک کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے انبیاء کرام علیہم السلام والصلوٰۃ نے واشگاف الفاظ میں بار بار اس بات کو دہرایا کہ اللہ پاک کے علاوہ کسی پیغمبر یا فرشتے کو عبادت کے لائق سمجھنا کفر ہے اور ان سے کسی منفعت کی توقع یا مضرت کا خوف نہیں رکھنا چاہیئے۔ ارشاد خداوندی ہے:

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا۔ (بنی اسرائیل) ۵۶

کہو (کہ مشرکو!) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے، ان کو بلا دیکھو، وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔

صرف ایک اللہ عبادت کے لائق ہے

مذکورہ بالا آیت میں اللہ سبحانہٗ نے اس بات کو بیان فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے علاوہ فرشتوں، جنوں، انسانوں سے فریاد رسی کرتے ہیں، وہ ان سے تکالیف کو دور کرنے اور ان سے عذاب الٰہی کو دفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، بلکہ ان کے معبود فرشتے انبیاء خود اللہ کا قرب ڈھونڈنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں، اللہ ہی سے اپنی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں اور اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں۔ ایسے ہی

انسانوں کا وہ گروہ جو جنوں کو اپنا معبود بناتے ہیں، ان کے معبود بھی اللہ پاک پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، جبکہ انسانوں کا ایک گروہ ان جنوں کی عبادت میں مصروف ہے۔ عبداللہ بن مسعود سے اسی طرح منقول ہے۔

اللہ پاک کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں

ارشادِ خداوندی ہے:

قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لایملکون مثقال ذرۃ فی السمٰوت ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر۔

(السبا) ۲۲

کہہ دو کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو، ان کو بلاؤ، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں اور نہ ہی ان میں ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتوں انسانوں بلکہ تمام وہ مخلوق جن کی عبادت ہو رہی ہے، ان کو آسمانوں اور زمینوں میں ذرہ بھر اختیار حاصل نہیں اور نہ ان کا کوئی حصہ ہے، بلکہ تمام کائنات میں اللہ پاک کا کوئی مثل نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی معاون ہے۔ پس نہ تو اللہ کے علاوہ آسمانوں اور زمینوں میں کسی کا قبضہ اور کنٹرول ہے اور نہ ہی اس قبضہ میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک ہے اور نہ ہی اللہ پاک کو کسی معاون اور مددگار کی ضرورت ہے، ہاں بارگاہِ الٰہی میں وہی شخص سفارش کے لئے حاضر ہو سکتا ہے جس کو بارگاہِ ایزدی سے اجازت مل گئی، ارشادِ ربانی ہے:

ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ۔ (سبا) ۲۳

اور خدا کے ہاں (کسی کے لئے) سفارش فائدہ نہ دے گی، مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔

خصوصیت کے ساتھ فرشتوں اور انبیاء کے بارے میں واضح اعلان فرمایا؛

ماکان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتٰب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون۔ (آل عمران ۷۹)	کسی آدمی کو شایانِ شان نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرماتے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہلِ کتاب) تم (علماء) ربانی ہو جاؤ، کیونکہ تم کتابیں (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔

اس آیت میں کھلم کھلا بیان موجود ہے کہ فرشتوں اور انبیا کو رب سمجھنا کفر ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار وما للظٰلمین من انصار۔ (المائدہ ۷۲)	وہ لوگ بے شک کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح خدا ہیں حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے، تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا اس پر بہشت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

معلوم ہوا کہ جو شخص مسیح علیہ السلام یا کسی پیغمبر کو پکارتا ہے، تو وہ ایسے انسانوں سے مرادیں مانگ رہا ہے، جن کے قبضۂ قدرت میں نفع رسانی یا ایذا رسانی نہیں ہے،

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اختیار نہیں

غور کیجئے خاتم النبیین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ پاک کس قدر زور دار انداز میں خطاب فرماتے ہوئے ان کو بے اختیار ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرماتے ہیں:

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ (الانعام) ۵۰

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ پاک کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہ) میں علم غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (خدا کی طرف سے) آتا ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون۔ (الاعراف) ۱۸۸

کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا، مگر جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا، تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔

ارشاد خداوندی ہے:

قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ماشاء اللہ۔ (یونس) ۴۹

کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا (الجن) ۲۱

یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

ارشاد خداوندی ہے:

ليس لك من الامر شيئ اويتوب عليهم اويعذبهم فانهم ظالمون۔ (آل عمران ۱۲۸)

(اے پیغمبر) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا خدا ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

انك لا تهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء وهو اعلم بالمهتدين۔ (القصص ۵۶)

(اے محمد) تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے، ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ان تحرص على هداهم فان الله لا يهدى من يضل وما لهم من نصرين (النحل ۳۷)

اگر تم ان (کفار) کی ہدایت کے لئے للچاؤ تو جس کو خدا گمراہ کر دیتا ہے، اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔

سببِ تالیف کتاب

میرے ایک رفیق نے میری طرف ایک کتابچہ ارسال کیا جس میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کیا تین مسجدوں کے علاوہ مثلاً قبروں کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا حرام ہے یا جائز یا مستحب۔ میں تقریباً پندرہ سال ہوتے قاہرہ کی زندگی میں اس مسئلہ کا جواب تحریر کرچکا تھا، لیکن بعض لوگوں نے اس دور میں اس بات کا برملا اظہار کرنا شروع کردیا کہ میں نے اپنے رسالہ میں جو کچھ تحریر کیا، وہ اجماعِ امت کے خلاف ہے اور انبیاء صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے بلا اختلاف سفر کرنا مستحب ہے، جیساکہ مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا اس میں نماز ادا کرنا، آپ پر صلوٰۃ وسلام پہنچانا آپ کے جملہ حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے آپ کی تعظیم بجالانا (جب کہ آپ کی قبر شریف مسجد نبوی کے جوار میں ہے) مستحب ہے، بلکہ جملہ انبیاء صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے اور اس استحباب پر اجماعِ امت ہے جیساکہ مدینۃ الرسول کا سفر کرنا نصًا اور اجماعًا مشروع ہے۔ اگر کوئی شخص ایامِ حج کے علاوہ مسجد نبوی کی زیارت کا سفر اختیار کرتا ہے، تو شرعًا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ تاریخ پتہ دیتی ہے، کہ خلفاء راشدین کے دور میں مسلمان فراغت حج کے بعد گھروں میں واپس آجاتے تھے پھر از سرِ نو مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر اختیار فرماتے یہ سمجھتے ہوئے کہ مسجد نبوی کے لئے انشاء سفر عبادۃ مستقلہ ہے، جیساکہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا عبادت ہے، لیکن مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے پس بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ درحقیقت سفر کی مشروعیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کیلئے ہے مسجد نبوی کے لئے نہیں مسجد نبوی کی زیارت کرنا ضمنًا ہے اور

قبر شریف کی زیارت کے تابع ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام انبیاء کی قبروں کی زیارت کرنا مشروع ہے، جیسا کہ تین مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے بعض انتہا پسندوں نے یہاں تک دعویٰ کر دیا کہ انبیاء کی قبروں کی زیارت تینوں مسجدوں کی زیارت سے زیادہ ثواب کی حامل ہے، بلکہ حج کعبہ سے بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ مسجد الحرام، مسجد نبوی، عرفہ، مزدلفہ منیٰ دیگر مساجد اور مشاعر الحج میں دعائیں مانگنا اتنا افضل نہیں جتنا کہ انبیاء اور صلحا کی قبروں کے پاس پہنچ کر دعائیں کرنا افضلیت رکھتا ہے، پھر یہ لوگ اسی پر بس نہیں کرتے، بلکہ اس افضلیت پر اجماع امت کے مدعی ہیں کہ جو شخص کسی بھی پیغمبر کی قبر کی طرف سفر کو ناجائز یا غیر مستحب قرار دیتا ہے، وہ اجماع کی مخالفت کر رہا ہے۔

لیکن ان لوگوں کی یہ باتیں ظنیات سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان کے اقوال کی تائید نہ تو کتاب و سنت سے ہو رہی ہے اور نہ ہی معتبر ائمہ دین سے ان کی موافقت میں کوئی قول موجود ہے، بلکہ کتاب و سنت اجماع سلف اور مشہور ائمہ کرام کے اقوال ان لوگوں کے مظنونات کے خلاف ہیں، یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسائل کے اختلاف میں جن اہل علم کے اقوال کو اجماع امت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، وہ تمام ان لوگوں کے خلاف ایک محاذ پر مجتمع ہیں۔

قاضی اخنائی کی جہالت:

میرے ایک رفیق نے جب قاضی اخنائی کا کتابچہ میری طرف ارسال کیا تو مجھے مجبور کیا کہ میں اس کے رد میں قلم اٹھاؤں تاکہ اس قسم کے جاہل لوگوں کی جہالت کو آشکارا کیا جاتے جو کہ جہالت کے باوجود دین کے مسائل میں بحث و مباحثہ کرنے سے نہ ٹلتے نہیں ہیں۔

جب میں نے قاضی اخنائی کے کتابچہ کا مطالعہ کیا، تو معلوم ہوا کہ یہ کتابچہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور اس کے مباحث اس کی جہالت اور بے وقوفی کا پتہ دیتے ہیں، بار بار میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ اس قسم کی جاہلانہ باتیں تو معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی تحریر نہیں کرتے، چہ جائیکہ ایسی باتیں ایسے انسان کی نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنیں جو اپنے آپ کو وقت کا قاضی القضاۃ سمجھتا ہے۔ تاہم اس کے کلام سے ہی یہ بات مترشح ہو رہی تھی کہ وہ مذہب سے بیگانہ ہے جیساکہ اس جیسے انسان اپنی مذہبی وابستگی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، اگرچہ انہیں دین کا فہم میسر نہیں ہوتا اور ان کی جہالت اور کم علمی روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔

ان لوگوں کی بے وقوفی کی انتہا اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو جانتے پہچانتے ہوئے اس انسان پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل سمجھتا ہے اور اس کے احکامات کی اطاعت کو فرض سمجھتا ہے۔

بلکہ اگر بنظرِ غائر ان کی علمی بے چارگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو جس مقام و مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کے محتویات سے بالکل نا آشنا ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ متنازع مسئلہ جس کے جواب میں مجھے قلم اٹھانا پڑا ہے، اس کا ذکر شوافع حنابلہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے زیادہ متشدد نظر آتے ہیں، لیکن مالکی فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ متعدد مقامات پر بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ غالباً مختصر اور مطول سبھی کتابوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بنفسہٖ صراحتاً فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف خاص طور پر اس حدیث میں داخل ہے، جبکہ دیگر اکثر فقہا

اس حدیث کو عمومیت پر محمول کرتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ قاضی اخنائی اور اس کے رفقائے ائمہ اربعہ کے کلام کو سمجھ سکے ہیں اور نہ ثقہ علماء کی مباحث کا صحیح جائزہ لے سکے ہیں، بلکہ سنّتِ رسول سنّتِ خلفاء راشدین، صحابہ تابعین کے انداز کو بھی صحیح محمل پر محمول کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

قاضی اخنائی نے اس رسالہ میں جس انداز کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ غالباً اس کی دوسری تمام کتابوں میں جو مواد ملتا ہے، اس کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پس اس کے اس طرزِ عمل کو یا کذب عمد پر محمول کیا جائے گا یا پھر اس کا فہم ناقص ہے اور اس نے اپنی خواہش کے مطابق ان غلط خیالات کو اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔

بعض لوگ دین میں جہالت اور عدم علم کے باوجود بھی علمی مباحث میں حصہ لینے کو اپنا علمی مقام ثابت کرنے کے لئے بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں؛ چنانچہ ان کی باتیں اصل حقائق سے بہت دور ہوتی ہیں۔ نیز ان کی حماقت بے وقوفی پر دلالت کر رہی ہوتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو شخص درجۂ اجتہاد پر فائز نہیں، وہ اگر دینی معاملات میں اپنے ذہنی خیالات کو ملا کر پیش کرتا ہے، تو وہ رخنہ اندازی کرتا ہے۔ اپنی جھوٹی باتوں سے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

عن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال القضاۃ ثلثۃ قاضیان فی النار وقاض فی الجنۃ رجل قضی للناس علی جھل فھو فی النار ورجل عرف الحق وقضی بخلافہ فھو فی النار ورجل علم الحق وقضی بہ فھو فی الجنۃ۔

بریدہ صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ دو قسم کے قاضی جہنمی اور ایک جنتی ہے

قسم اول جس نے حق و صداقت کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنتی ہے۔ قسم ثانی، قسم ثالث جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا اور جس نے حق و صداقت کے خلاف فیصلہ کیا وہ دونوں جہنمی ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے:

اذا اجتہد الحاکم فاصاب فلہ اجران واذا اجتہد الحاکم فاخطأ فلہ اجر واحد۔

جب فیصلہ کرنے والا کوشش کے ساتھ راہِ صواب کو پالیتا ہے تو اس کو دُگنا ثواب ملے گا اور جب فیصلہ کرنے والا کوشش کے باوجود خطا کر جاتا ہے، تو اس کو بھی ایک اجر ملے گا۔

لیکن جو شخص بربنائے جہالت فیصلہ کرتا ہے اور بغیر کسی کوشش کے لب کشائی کرتا ہے تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت وعید موجود ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:-

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایۃ بغیر علم (جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے کو دخیل گردانتا ہے تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھنا چاہیئے) اس کی تشریح ایک دوسری حدیث سے ہو رہی ہے۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے، ارشادِ نبوی ہے:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من الناس ولکن یقبضہ بقبض العلماء فاذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا وفی روایۃ البخاری فافتوا برایہم

بے شک اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے دلوں سے قبض نہیں کریں گے؛ البتہ علماء کے فوت ہو جانے سے علم قبض ہو جائے گا، پس جب علماء کا وجود نہیں رہے گا، تو لوگ جاہل لوگوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے۔ پس وہ لوگوں کے سوالات کا لاعلمی کے ساتھ جواب دیں گے، نتیجۃً وہ تو خود گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ لوگوں کو اپنی رائے کے مطابق فتوے دیں گے۔

لیکن وہ مجتہد جس کے دل میں اللہ کا ڈر موجود ہے۔ مسئلہ کی تلاش میں امکانی

مساعی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ فقط اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے زبان کو حرکت میں لاتا ہے۔ دلائل کا موازنہ کرنے کے بعد امورِ مرجحہ کے پیشِ نظر ایک جانب کو ترجیح دیتا ہے، تو درحقیقت یہ انسان اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ ہے۔ اگر اس کی رائے قرآن و حدیث کے مطابق ہے تو وہ دوگنے ثواب کا حقدار ہوگا اور اگر پوری کوشش کے باوجود حق و صداقت کو نہیں پا سکا، تب بھی اس کو ایک اجر ضرور ملے گا، پس اگر کوئی شخص اس توجیہ سے ہر مجتہد کو مصیب سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے سرتابی نہیں کرتا، تو اس کا سمجھنا درست ہوگا اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ دونوں میں سے ایک راہِ صواب کو پاتا ہے اور حق وصداقت صرف ایک کے حصہ میں ہے اور جو شخص حق و صداقت کو حاصل نہیں کر سکا ہے، وہ خطا کار ہے، اس لئے کہ وہ نفس الامر میں حق و صداقت کے معلوم کرنے سے قاصر رہا ہے، تو اس کا بھی یوں کہنا درست ہوگا، متعدد مقامات میں اس کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔

اصل مقصود یہ ہے کہ جو شخص بغیر علم کے حق وصداقت کے خلاف لب کشائی کی جرأت کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے تو اس شخص کو جھوٹا کیوں نہ سمجھا جائے گا جو اصل کلام سے نقل کرنے میں کذب بیانی کا ارتکاب کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا جھوٹ پہلے انسان کے جھوٹ سے زیادہ واضح اور ظاہر ہے، اگرچہ پہلے انسان کو بھی جھوٹا کہا جائے گا اور جھوٹ کے وبال سے بچ نہیں سکے گا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كذب ابو السنابل [1] ابوالسنابل جھوٹ بولتا ہے۔

---

[1] سبیعہ اسلمیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب اس کا خاوند فوت ہو گیا تو اس نے خاوند کی وفات سے چند دن بعد بچہ جن دیا اور وہ منگنی کا پیغام بھیجنے والے لوگوں کے لئے اپنے آپ کا سنگھار کرنے لگی تو ابوالسنابل نے اس کی حرکت پر اس کو ٹوکا اور کہا کہ چار مہینے عدت گزارنے کے بعد تجھے بناؤ سنگھار کرنے کی اجازت ہوگی چنانچہ سبیعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے گئی تو آپ نے فرمایا ابوالسنابل نے جھوٹ کہا۔ ظاہر ہے کہ ابوالسنابل کا قول بلا علم و برہان تھا۔

نیز جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا کہ عامر نے خودکشی کرلی ہے لہٰذا اس کے اعمال ضائع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ بات کہتا ہے، وہ جھوٹ کہتا ہے۔

نیز جب ابو محمد نے وتروں کو واجب کہا، تو عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ ابو محمد جھوٹ کہتا ہے۔ نیز جب نوف بکالی نے کہا کہ موسیٰ بنی اسرائیل وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں جو خضر علیہ السلام کی رفاقت میں رہے تو عبداللہ بن عباس نے کہا کہ نوف بکالی جھوٹ کہتا ہے۔

پس جب ان لوگوں کے اقوال کو جھوٹ کہا گیا ہے جو کہ عدم علم کی بناء پر ان کی زبان سے نکلے ہیں تو جو لوگ اصل کلام سے نقل میں ظاہراً کذب بیانی کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کو کیوں کذاب نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جو شخص جہالت کے ساتھ کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے، تو وہ قاضی جہنم کا حقدار ہے۔ اگرچہ خطا کار مجتہد عنداللہ قابلِ عفو ہے، لیکن جس اجتہاد میں نص صریح یا اجماع کی مخالفت کر رہا ہے، علما متفق ہیں کہ اس کے اجتہاد کو باطل قرار دیا جائے گا۔

قاضی اخنائی اور اس قماش کے تمام نام نہاد اہل علم جادۂ مستقیم سے دُور جا چکے ہیں۔ ان اہم مسائل سے انہیں کچھ واقفیت نہیں، جبکہ وہ نہ تو قرآن پاک میں غور و فکر کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی سنتِ رسول، آثار صحابہ، تابعین اور اقوال ائمہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کسی قسم کی کوشش اپنے اندر پاتے ہیں۔

یہ لوگ دین سے اجنبی ہیں۔ اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح کہ ابتداءِ اسلام میں اسلام کو اجنبی سمجھا گیا تھا۔ اسی طرح یہ بھی اسلام کو اپنے لیے اجنبی سمجھتے ہیں۔ انہیں شریعتِ اسلامیہ سے قطعاً واقفیت نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ لوگ شریعتِ اسلامیہ کے دلائل جانتے ہوتے

تو یقیناً یہ لوگ اتنی بڑی گمراہی اور جہالت میں نہ مبتلا ہوتے اور تمام پیغمبروں کے اجماع کی مخالفت نہ کرتے اور نہ ہی ائمہ دین کے مذاہب سے بغاوت کرتے ہوئے، اللہ اور اس کے رسولؐ اہل علم اور راقم الحروف پر افترا باندھتے۔ یہ لوگ اپنے مدعیٰ کے اثبات میں جن دلائل کو پیش کرتے ہیں، وہ دلیل کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتے، اگر استدلال میں کوئی صحیح حدیث پیش کرتے ہیں، تو اس کی دلالت مطلوب پر نہیں اگر کوئی حدیث دعویٰ کے عین مطابق ہے تو وہ حدیث موضوع ہے؛ لہٰذا جب تک اس کی ت کو ثابت نہ کیا جائے اور مطلوب کے ساتھ اس کی ہم آہنگی کو بیان نہ کیا جائے، مطلوب ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس قاضی اخنائی اپنے مدعا کے اثبات میں ناکام ہے؛ البتہ جب دلائل کی زبان نہیں رکھتا تو مجھ پر اتہامات کی زور دار بارش کرتا ہے، لیکن میرا مقصد اس کی افترا پردازیوں کا جواب دینا نہیں ہے۔ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ اہلِ توحید پر لوگ افترا باندھتے چلے آئے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امرئ منھم ما اکتسب من الاثم۔ (النور)	جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے، تم ہی میں سے ایک جماعت ہے، اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا، بلکہ وہ تمہارے لئے اچھا ہے، ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا، اس کے لیے اتنا وبال ہے۔

پس میرا اس کتاب کی تالیف سے نہ قاضی اخنائی پر اور نہ کسی دوسرے انسان پر زیادتی کرنا ہے اور نہ اس کی قدر و منزلت کو گرانا ہے اور نہ صرف خصوصیت کے ساتھ قاضی اخنائی کو نشانہ بنانا ہے، بلکہ اللہ پاک اور اس کے فرستادہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر منزل من اللہ قرآن پاک

کی تعلیمات پر اعتراضات کا رضائے الٰہی کے لیے جواب دینا مقصود ہے۔ نیز علمی تقاضوں کے پیش نظر اسلام کے راہِ اعتدال سے روشناس کرانا ہے، ارشادِ خداوندی ہے :

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا	اے ایمان والو! خدا کے لیے انصاف
قوامین للہ شھداء بالقسط	کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہوجایا
ولایجرمنکم شنآن قوم علیٰ	کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر
ان لا تعدلوا اعدلوا ھو	آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کرو
اقرب للتقوٰی۔ (المائدۃ) ۸	یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔

نیز کسی معین انسان کی مذمت بیان کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ اس مسئلہ میں غلطیوں اور گمراہیوں کو واشگاف کرنا ہے اور مذموم منہی عنہ چیزوں سے آگاہ کرنا ہے۔اس سلسلہ میں ارشادِ نبوی سے رہنمائی حاصل کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مذموم فعل کو دیکھتے، تو فرماتے :

ما بال رجال یقولون	لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ اس قسم کی
او یفعلون کذا۔	بیہودہ بات کہہ رہے ہیں یا وہ قابلِ نفرت، افعال کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

پس آپ بلا تعیین فعل کو مذموم قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو اس کے ارتکاب سے ڈرا رہے ہیں، لیکن قاضی افغانی نے جب اپنے کتابچہ میں کتاب وسنت کے خلاف مواد جمع کیا اور اس کی تشہیر میں اپنی پوری قوت صرف کر ڈالی تو میرے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ میں اس کے کتابچہ سے اسی کے اپنے الفاظ پیش کردوں اور پھر دلائل کی

روشنی میں ان کی تردید کروں، خصوصاً جبکہ یہ شخص اسلامی تعلیمات کا لبادہ اوڑھ کر ایسے مسائل کا پرچار کر رہا ہے جو دینِ اسلام سے متصادم ہیں اور بعثتِ نبوی کی غرض و غایت بیان کرنے میں جن چیزوں کو بیان کرتا ہے، ان کو اسلام کا نام نہیں دیا جا سکتا، بلکہ کفر کہنا چاہیئے۔ مجھے کہنا چاہیئے کہ یہ شخص مبدلین محرفین کا لیڈر ہے؛ لہٰذا جب اس کا نام لے کر رد کیا جاتے گا تو اس کے تمام رفقاء کار دسمجھا جاتے۔

قاضی اخنائی کا اعتراض

ابن تیمیہ کے ایک فتوی کا مطالعہ کرنے سے اس کا بدترین اور مذموم مقصد معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف یہ کہ عام قبروں کی زیارت کرنے کو حرام گردانتا ہے، بلکہ تمام انبیاء کی قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر کرنے کو حرام کہتا ہے اور یہ ایک ایسی نافرمانی ہے جس کی حرمت پر تمام امت کا اجماع ہے۔

جواب : قاضی اخنائی نے اپنے اس اعتراض میں اوّلاً کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ لہٰذا اگر قاضی اخنائی کو کذابین کی فہرست میں داخل سمجھا جاتے تو کچھ حرج نہیں، بلکہ ایسے کذاب کی شہادت معتبر نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاہل ناقص الفہم نہایت کند ذہن انسان ہے، اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اعتراض کرتے وقت بعینہٖ میری عبارت کو نقل کرتا اور پھر محل اعتراضات کی نشان دہی کرتا، لیکن اس نے یہ منصفانہ راہ اختیار کرنے سے عمداً گریز کیا ہے اور اگر میری عبارت کا ملخص بیان کرنا تھا، تب بھی راہِ صواب اختیار کیا ہوتا جو بات میرے قلم سے نہیں نکلی اس کو ذکر کرنا

اور جو بات میں نے ذکر کی ہے اس کو ذکر نہ کرنا انصاف نہیں، بلکہ افترا باندھنا اور مجھ پر ظلم کرنا ہے۔ میرے جواب میں قطعاً اس بات کا ذکر نہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے۔ خواہ عوام الناس کی قبریں ہوں یا انبیاء و صلحاء کی قبریں ہوں اور نہ مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا۔ میں نے جواب میں اس مسئلہ پر قلم اٹھایا کہ کیا قبروں کی زیارت کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے جانا درست ہے؟ میں نے اس مسئلہ میں علمائے کے اقوال کو بھی نقل کیا۔ آپ میری کتابوں اور فتووں کا مطالعہ کریں، تو آپ اس مسئلہ کی وضاحت معلوم کرسکیں گے کہ قبروں کی زیارت مستحب ہے۔ نیز اہل بقیع شہدا احد کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ نیز میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اور مسجد نبوی میں داخل ہونے کے آداب اور علماء کے اقوال کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

میں نے اس جواب میں قطعاً اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ قبروں کی زیارت کرنا معصیت ہے، بلکہ جب میں جواب تحریر کر رہا تھا۔ تو اس وقت میرا عقیدہ یہی تھا کہ قبروں کی زیارت کے استحباب پر اجماع ہے، پھر میں نے اس مسئلہ میں علمائے کے اختلاف کو معلوم کیا، لیکن میرے نزدیک علما کا اختلاف مرجوح تھا اور میں اس بات کو صحیح سمجھتا رہا کہ قبروں کی زیارت مستحب ہے۔ علمائے کے اختلاف کو بیان کرتے وقت میں نے علماء کے دو اقوال ذکر کئے۔ ان میں سے ایک قول یہ تھا کہ بعض علمائے کے نزدیک قبروں کی زیارت کرنا معصیت ہے، لیکن اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ یہ ایسی معصیت ہے جس کی حرمت پر اجماع ہو چکا ہے۔ علماء کا دوسرا قول یہ بیان کیا کہ قبروں کی زیارت نہ تو حرام فعل ہے اور نہ ہی مستحب فعل ہے۔ پس اس وضاحت کے بعد اگر کوئی شخص یہ نظریہ رکھتا ہے کہ قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا عبادت ہے تو وہ اجماع کی مخالفت کرتا ہے، اس لئے کہ عبادت سمجھنا بالاجماع حرام ہے۔

اہل علم ذیل کی حدیث کی دو مختلف توجیہیں پیش کرتے ہیں (حدیث ملاحظہ کیجئے)

لا تشد الرحال الا الی ثلثة   صرف تین مسجدوں کی طرف شدِ رحال کیا جائے

مساجد المسجد الحرام و مسجدی   مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجدِ اقصیٰ۔

هذا والمسجد الاقصیٰ۔

توجیہ اول: ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی مسجد یا جگہ کی طرف شدِ رحال کرنا حرام ہے۔ اکثر متقدمین علماء کا یہی نظریہ ہے، بلکہ تمام متقدمین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث قبروں کی طرف سفر کرنے کو بھی حرام قرار دیتی ہے۔ صحابہ کرام تابعینِ عظام ائمہ کبار میں اختلاف نہیں کہ قبریں انبیاء کے آثار اسی حرمت میں داخل ہیں، جیسا کہ طور پہاڑ کی طرف سفر کو بھی محرمات کی فہرست میں شمار کیا جائے گا، اگرچہ اللہ پاک نے کوہِ طور کو وادیٔ مقدس کا لقب دیا ہے اور اسے بقعۂ مبارکہ کے نام سے بھی موسوم کیا ہے اور پھر اس کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہاں اللہ پاک موسیٰ علیہ السلام سے بالمشافہ ہمکلام ہوئے۔ حدیث پاک کے الفاظ اگرچہ صیغہ کے لحاظ سے خبر ہیں، لیکن معنی میں نہی ہیں، لہٰذا ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی مقام کی طرف سفر کرنا بالاجماع معصیت ہے، یہی روایت صحیح میں صیغۂ نہی کے ساتھ بھی مذکور ہے، ملاحظہ کیجئے:

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجدی هذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ۔

صحابہ تابعین اس بات پر متفق ہیں کہ ان مسجدوں کے علاوہ کسی بھی قابلِ تعظیم مکان کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے اور جب کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں، تو مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ میں عمومیت موجود ہے، اسی لئے تو مساجد کے غیر کو بھی اس میں شامل سمجھا گیا ہے۔ موطا امام مالک [illegible] ہوں میں ابوبصرہ غفاری سے روایت ہے کہ اس نے ابوہریرہ سے سوال کیا:

من این اقبلت قال من الطور
قال لو ادرکتک قبل ان تخرج لما
خرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول لا تعمل المطی
الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام
والی مسجدی ھذا والی مسجد ایلیا
او قال بیت المقدس وقال ابو زید
عمرو بن شیبۃ النمیری فی کتاب
اخبار المدینۃ النبویۃ حدثنا
ھشام بن عبد الملک حدثنا عبد الحمید
بن بھرام حدثنا شھر بن حوشب سمعت
ابا سعید الخدری وذکر عندہ الصلوٰۃ
فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد
رحالھا الی مسجد تبتغی فیہ الصلوٰۃ
غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ
ومسجدی ھذا۔

کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں، فرمانے
لگے کوہ طور سے اس پر کہنے لگے کہ اگر تیرے
جانے سے پہلے میری تجھ سے ملاقات ہو تی
تو تجھے وہاں نہ جانے دیا جاتا۔ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
آپ فرماتے تھے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف
سواریوں کو ثواب کے لئے چلایا جائے۔
مسجد الحرام میری مسجد اور مسجد ایلیا بعض
روایات میں مسجد بیت المقدس کا لفظ ہے۔
ابو زید بن شیبۃ نمیری اخبار المدینۃ النبویۃ
میں تحریر کرتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن
عبدالملک نے ان کو عبدالحمید بن بہرام
نے ان کو شہر بن حوشب نے حدیث بیان کی
کہ میں نے ابو سعید خدری سے سنا جبکہ اس
کی مجلس میں طور مقام میں نماز ادا کرنے کا ذکر
ہوا، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیان فرماتے ہوئے کہا کہ سواریوں کا شد رحال
کسی بھی مسجد کی طرف نماز ادا کرنے کے لئے ماسوائے تین مسجدوں مسجد الحرام، المسجد الاقصیٰ
المسجد النبوی کے نہ کیا جائے۔

مذکورہ بالا حدیث میں صراحتاً مسجد کا لفظ موجود ہے اور نہی کا حکم کوہ طور کو بھی شامل ہے۔ اگرچہ وہاں مسجد کا وجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ کوہ طور یا کسی اور متبرک مقام کا قصد کر کے جاتے ہیں، تو ان کا قصد کسی مسجد کے لئے نہیں، جبکہ کوہِ طور کے نزدیک کوئی بستی آباد نہیں کہ وہاں کے مکینوں کو مسجد تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ اور جس مقام میں کوئی نماز ادا کرنے والا متنفس نہیں، وہاں مسجد تعمیر کرنا بدعت ہے۔ پس لوگ کوہ طور کے شرف کے پیشِ نظر وہاں جانے کا قصد کرتے ہیں تو جب مساجد کا قصد کرنا ممنوع ہے تو غیر مساجد کا قصد کرنا بالاولیٰ ممنوع ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے:

وقد ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال احب البقاع الی اللہ المساجد۔ (صحیح بخاری)	صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زمین کے تمام ٹکڑوں سے اللہ کے ہاں بہترین ٹکڑا مساجد ہیں۔

پس جب ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی عند اللہ محبوب مقام کی طرف سفر کرنا حرام قرار دیا گیا ہے تو جو مقامات ان سے کم فضیلت رکھتے ہیں، ان سے بالاولیٰ منع کیا جائے گا، جیسا کہ اس کی وضاحت صحابہ کرام خصوصاً عبداللہ بن عمر سے منقول ہے۔

اثر عبداللہ بن عمر

قال ابوزید حدثنا ابن ابی الوزیر حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار عن طلق عن قزعۃ قال اتیت ابن عمر فقلت انی ارید الطور فقال انما تشد الرحال الی ثلاثۃ مساجد	ابوزید نے اخبار المدینۃ النبویہ میں ابن ابی الوزیر سے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے طلق سے اس نے قزعہ سے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر کے پاس پہنچا اور اس سے بیان کیا کہ میں کوہ طور جانا چاہتا

المسجد الحرام و مسجد المدینة والمسجد الاقصٰی فدع عنك الطود فلا تاته۔

ہوں تو اس نے جواب دیا کہ صرف تین مسجدیں (مسجد الحرام، مسجد المدینۃ، مسجد الاقصیٰ) کی طرف شد رحال کیا جائے اور کہا اسے قزعہ چھوڑ دیجئے طُور پر مت جائیے۔

توجیہ ثانی: مساجد ثلٰثہ کی طرف سفر کرنا باعثِ فضیلت ہے۔ دیگر مساجد کی طرف سفر کرنا جائز تو ہے، لیکن اس میں فضیلت نہیں، یہ توجیہ درست نہیں۔ جبکہ اکثر متقدمین علماء اس کے خلاف ہیں۔ متاخرین علماء کا خیال ہے کہ تین مسجدوں کے غیر مقام کی نذر ماننے کے باوجود بھی سفر کرنا ضروری نہیں۔ حدیث کی عمومیت کے پیشِ نظر انبیاء اور ان کے آثار کی طرف سفر کرنے کو مستحب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ابن حزم ظاہری کا قول

ابن حزم ظاہری کا قول ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر کرنا حرام ہے البتہ آثارِ انبیاء کی طرف سفر کرنا مستحب ہے۔ حافظ ابن حزم چونکہ ظاہری ہیں، منطوق کے قائل ہیں، مفہوم کے قائل نہیں۔ داؤد ظاہری سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے۔ چند امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

مثال اوّل: (ولا تقل لهما اف) کا معنی حافظ ابن حزم کے نزدیک یہ نہیں کہ والدین کو مارنے اور گالی گلوچ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، بلکہ صرف "اف" کہنا ممنوع ہے۔

مثال ثانی: ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق میں مالداری کی حالت میں اولاد کو قتل کرنے سے نہیں روکا گیا ہے صرف افلاس کے ڈر سے قتل کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن حزم سے اس قسم کی متعدد باتیں منقول ہیں، جن میں وہ اکثر فقہا کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ ان واضح غلطیوں کے پیشِ نظر اکثر علماء حافظ ابن حزم کو غیر فہیم ناقص العقل

قرار دیتے ہیں، لیکن حافظ ابن حزمؒ انبیاءؑ کی قبروں کی طرف سفر ہی نہیں، بلکہ انبیاء کے آثار کی طرف بھی سفر کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ یاد رکھیے فقط قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو کسی بھی عالم دین نے مستحب نہیں کہا، البتہ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے کہ کیا اس سفر کو مباح کہا جائے گا یا شرعًا اس کو ممنوع قرار دیا جائے گا، لیکن اس اجماع اور علماؒ کے اختلاف کا قطعًا یہ مطلب نہیں ہے جیسا کہ بعض علماؒ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے اور نہ ہی مطلقًا یہ کہنا درست ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ بعض علماؒ جب حج کعبہ کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حاجی کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ ظاہر ہے کہ حج پر آنے والا جب آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آئے گا، تو اسے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنا ہوگا۔ مدینۃ الرسول مکہ مکرمہ سے تقریبًا تین سو میل دور ہے، لیکن ان اہل علم کی کلام کا محمل یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نماز ادا کرنے والے اور زائرین مسجد نبوی کا قصد کرتے ہیں، کوئی بھی قبر شریف کا قصد نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی سیدہ عائشہ کے حجرہ مبارکہ میں داخل ہونے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے۔ پس زائرین کا سفر قبر شریف کے لئے نہیں ہے، اسی لئے علماؒ مکروہ جانتے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے قبر نبوی کی زیارت کی، لیکن بعض علماء اس کلام کو مکروہ نہیں جانتے۔ تاہم علماؒ کے دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح عام قبروں کی زیارت کی جاتی ہے، اس طرح قبر نبوی کی زیارت نہ کی جائے صرف مسجد نبوی میں داخل ہونا ہی قبر نبوی کی زیارت ہے اور جو شخص مسجد نبوی اور قبر نبوی دونوں کی زیارت کی نیت سے سفر کرتا ہے، تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص صرف مسجد نبوی میں نماز کے ارادہ سے سفر اختیار کرتا ہے تو اس کا سفر نصًا اجماعًا درست ہے اور اگر صرف قبر نبوی کا قصد کرتا ہے، تو یہی مسئلہ ما بہ النزاع ہے۔ امام مالک

دیگر اکثر محدثین اس سفر کو حرام قرار دیتے ہیں، بلکہ اکثر محدثین سفر کی تحریم کے ساتھ ساتھ مسافر کے لئے قصر نماز ادا کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ البتہ بعض علماء اس سفر کو جائز غیر مستحب قرار دیتے ہیں، بلکہ نذر ماننے کے باوجود بھی اس سفر کو واجب قرار نہیں دیتے اور جو شخص مسجد نبوی قبر نبوی دونوں کا قصد کرتا ہے۔ اس کا سفر اجماعاً مستحب اور مشروع ہے۔ میں نے اپنے رسالہ میں اس سوال کا جواب نہیں دیا ہے۔ خیال کیجئے مجھ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ جو شخص صرف قبروں کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرتا ہے۔ اس کا حکم کیا ہے تو میں نے اس کا واضح الفاظ میں جواب دیا کہ اس سفر کو شرعی سفر نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ مکہ مکرمہ مسجد نبوی مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کرنے کو شرعی سفر کہا جاتا ہے، اور جو شخص مسجد نبوی کا قصد کرتا ہے لیکن اس ارادہ کے ساتھ ساتھ قبر نبوی کا بھی قصد کرتا ہے۔ اس مسئلہ میں مجھ سے جواب طلب نہیں کیا گیا۔ ہاں۔ علماء اس سفر کو غیر مستحب کہنے پر متفق نہیں ہیں۔

امام احمد کے تلامذہ سے اس شخص کے متعلق جو قبروں کی طرف سفر اختیار کرتا ہے نماز قصر کے متعلق چار مختلف اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک قول مطلقاً قصر کرنا جائز ہے۔ دوسرا قول مطلقاً قصر کرنا جائز نہیں۔ قصر نماز کے بارے میں تیسرا قول صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف سفر میں نماز قصر کر سکتا ہے، چوتھا قول تمام انبیاء کی قبروں کی طرف سفر اختیار کرنے والا قصر کر سکتا ہے۔

آخری دونوں اقوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ پیغمبر اور غیر پیغمبر میں فرق کرنا چاہیئے اور جو شخص اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتا، وہ ان مسائل میں اصل حقیقت کو معلوم کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ بات کس قدر واضح ہے کہ جو شخص قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرتا ہے کہنا چاہیئے کہ در اصل وہ شخص مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کا قصد کرتا ہے۔ نصاً اور اجماعاً سابقہ اوراق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز کی ادائیگی کے لئے سفر کا قصد کیا جائے۔ آپ کا حصر کے الفاظ کے ساتھ

تین مسجدوں کے علاوہ شدِ رحال سے منع کرنا قبرِ نبوی کی طرف شدِ رحال کو متناول ہی نہیں ہے اور نہ یہ معنی لینا ممکن ہے کہ صرف مسجدِ نبوی کی طرف شدِ رحال کا معنی لینا درست ہے۔ شرعاً یہی مشروع ہے، لیکن جب دیگر مقامات کی طرف شدِ رحال کا معنی لینا امکانی حدود سے خارج تھا تو اس کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زائر دونوں کا قصد کرتا ہے یا مسجدِ نبوی یا قبرِ نبوی کا قصد کرتا ہے، جیسا کہ امام مالک نے اس شخص کے بارے میں کہا جس نے قبرِ نبوی کی زیارت کی نذر مان رکھی تھی۔

فقال ان کان اراد مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیاتہ ولیصل فیہ وان کان اراد القبر فلا یفعل للحدیث الذی جاء لا تعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد۔

اگر اس کا ارادہ مسجدِ نبوی کی زیارت کا ہے تو مسجدِ نبوی میں آئے اور نماز ادا کرے اور اگر قبرِ شریف کا ارادہ ہے تو نہ جائے۔ حدیث صحیح میں اس کی ممانعت ہے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف سواریوں کو لے جانا درست ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ نذر ماننے والا انسان عرفِ عام کے لحاظ سے سمجھتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ شریف کی زیارت کا قصد مسجدِ نبوی میں آنے والے کو بھی شامل ہے۔ اگرچہ اس کا ارادہ قبرِ نبوی کی زیارت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص قبرِ شریف پر حاضر ہوتا ہے۔ وہ مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کے بعد ہی حاضر ہوتا ہے؛ چنانچہ متاخرین علما عرفاً مسجدِ نبوی کی زیارت کو قبرِ نبوی کی زیارت کا نام دیتے ہیں، لیکن صحابہؓ تابعین سے یہ عرف منقول نہیں۔ الفاظ کے معانی اور ان کے مقصود اصطلاحاً متغیر ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ اصل حقائق میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ غور کیجئے شدِ رحال سے یہ معنی اخذ کرنا غلط ہے کہ اگر قبرِ شریف کی زیارت کے لئے شدِ رحال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو تو زیارت کرنا جائز ہے۔ اگر یہ معنی درست ہوتا، تو آپ نزدیک رہنے والے انسانوں کے لئے زیارت قبرِ نبوی کو مشروع قرار دیتے۔

قبرِ نبوی کی طرح دیگر مزاروں، شہداء کی قبروں کے لئے شد رحال کی صورت میں جانا ناجائز سمجھا جائے اور بلاشد رحال جائز سمجھا جائے، شریعتِ اسلامیہ کی روح کے منافی ہے۔ مدینۃ الرسول کے باشندوں کو بھی قبر شریف کی زیارت کی اجازت نہیں دی گئی جیسا کہ دوسرے آنے والے لوگوں کو منع کیا گیا ہے۔ تمام امتِ محمدیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ حقوق اور احترامات میں مساوی ہے جس مقام میں کوئی مسلمان رہتا ہے تو وہاں سے ہی اس کو آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجنا چاہیئے۔ بعض لوگ اس کے برعکس اس بات کے قائل ہیں کہ دور دراز سے سفر کر کے آنے والا انسان آپ کی قبر شریف پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرے، لیکن مدینۃ الرسول کے باشندوں کے لئے درست نہیں۔

امام مالک کا قول

مدینۃ الرسول کے باشندوں کے لئے جائز نہیں کہ جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوں قبر شریف پر حاضری دیں۔ البتہ باہر سے آنے والے لوگ تو مسجد نبوی میں عبادت کے لئے شد رحال کرتے ہیں۔ سلف صالحینؒ صحابہ کرامؓ تابعین عظام مسجد نبوی میں داخل یا خارج ہوتے وقت قبر شریف پر حاضری نہیں دیتے تھے؛ لہٰذا اس کو بدعت کہا جائے گا۔ امام مالک کا قول مشہور ہے لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا (امت محمدیہ کے آخری ادوار میں بھی ابتدائی ادوار کی اصلاحات کو بروئے کار لا کر اصلاح کی جا سکتی ہے)، پس جو شخص صرف قبر شریف کا قصد کرتا ہے، مسجد نبوی کا قصد نہیں کرتا، وہ حدیث اور اجماع کی مخالفت کر رہا ہے۔ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ مسجد نبوی کا قصدِ سفر کرنا مستحب ہے اور ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے؛ چنانچہ تمام اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے۔ نیز مسجد الحرام کے بعد مسجد نبوی کو تمام مساجد پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ مسجدِ نبوی کو یہ فضیلت صرف اس لئے حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

صحابہ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔ آپ اور آپ کے صحابہ اس میں نمازیں ادا کرتے رہے، جبکہ آپ ابھی تک سیدہ عائشہ کے حجرہ میں دفن نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مسجد کو وہی فضیلت حاصل رہی، لیکن یہ سمجھنا کہ آپ کی قبر شریف کی مجاورت کی وجہ سے مسجد نبوی کو یہ فضیلت حاصل ہے، غلط ہے، جیساکہ مسجد الحرام کو کسی قبر کی مجاورت کی وجہ سے فضیلت نہیں اور نہ ہی مسجد الاقصیٰ کو کسی قبر کی وجہ سے فضیلت ہے پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مسجد نبوی کی فضیلت آپ کی قبر شریف کی وجہ سے ہے یا آپ کی قبر شریف کی وجہ سے مسجد نبوی کی طرف شد رحال کرنا چاہیئے، تو اس انسان کو احمق، بے وقوف اہلِ علم کے اجماع کا مخالف سمجھا جائیگا بلکہ یہ شخص سید المرسلین کی سنت کا استخفاف کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ کے ارشادات کی مخالفت کرتا ہوا شانِ رسول میں گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ شریعتِ محمدیہ ..... اور ...... اقوالِ رسول کی تکذیب کر رہا ہے۔ اگرچہ زبان سے بظاہر دعویٰ کرتا ہے کہ میں حضرت کی تعظیم کر رہا ہوں جیساکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی تکذیب کرتے ہیں، اگرچہ زبان کے ساتھ اس کی تعظیم کے مدعی ہیں۔ یاد رکھئے رسولوں کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ ان کی باتوں کو سچا مانا جائے اور ان کے حکموں کی اطاعت کی جائے۔ ان کی رفاقت محبت اور موالات کو اختیار کیا جائے۔ ان کی باتوں کی تکذیب کرنا ان کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ان کی تعریف میں غلو کرنا انہیں مطعون قرار دینا ان کے ساتھ دشمنی رکھنا کفر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جو شخص مدینۃ الرسول کے سفر کا قصد رکھتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز ادا کرنے کے ارادہ سے سفر اختیار کرے، لیکن اگر قبر شریف کی زیارت کا قصد کرتا ہے۔ مسجد نبوی کو قبر کے تابع سمجھتا ہے جیساکہ صلحا کی زیارت کے قصد سے لوگ ان کا قصد کرتے ہیں اور قبروں کے قریب مسجدوں میں نمازیں ادا کرتے ہیں، تو وہ اجماع امت کی مخالفت کرتے ہیں۔ سید المرسلین کی شریعت کے باغی ہیں۔ امتِ محمدیہ کے درخشندہ اصولوں سے

انحراف کر رہے ہیں اور نہ کسی مسلمان کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ قبر شریف کے پاس پہنچ کر کسی بدعت کا ارتکاب کرے۔ البتہ اس کے اعمال کا مقام مسجد نبوی ہے جو شخص مسجد نبوی میں مسنون افعال کا مرتکب ہو گا، وہ قابلِ تعریف ہے اور ثواب کا مستحق ہے اور جو شخص بدعات کا مرتکب ہو گا وہ قابلِ مذمت ہے اور عذاب کا مستحق ہے۔

صحیحین میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المدینة حرام ما بین عیر الی ثور من احدث فیھا حدثا او اٰوی محدثا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔

مدینہ عیر سے ثور تک حرم پاک قرار دیا گیا ہے پس جو شخص حرم پاک میں کسی بدعت کو رائج کرے گا یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے گا تو وہ اللہ فرشتوں تمام لوگوں کی لعنت کا حقدار ہو گا، اس کی فرض نفل عبادت قبول نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو دوسری قبروں پر امتیازی حیثیت حاصل ہے

اللہ پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انسانوں کی قبروں میں واضح طور پر فرق کو ثابت کیا ہے، جبکہ صحابہ کرام نے آپ کو سیدہ عائشہ کے حجرہ میں دفن فرمایا آپ کی قبر کا انتظام عام کھلی جگہ میں نہ کیا گیا جیسا کہ عام دستور تھا تاکہ کہیں آپ کی قبر کو سجود نہ بنالیا جائے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں کو آپ کی قبر کی زیارت عام قبروں کی زیارت کی طرح کرنے سے روک دیا گیا چنانچہ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے لوگوں کو حجرہ مبارکہ میں داخل ہونے سے باز رکھا گیا۔ یہاں تک کہ حجرہ مبارکہ کے دروازے کو بند کر دیا گیا اور اس کے اردگرد ایک اور دیوار کھڑی کر دی گئی تاکہ عام قبروں کی زیارت کی طرح کوئی شخص آپ کی قبر شریف کی زیارت نہ کر سکے۔

صحابہ کرام میں زیارت قبر نبوی کا لفظ ہی مستعمل نہ تھا

کسی بھی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے زیارتِ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مستحب کہا ہو یا غیر مستحب بلکہ اس لفظ کا استعمال ہی مفقود نظر آتا ہے اور نہ ہی زیارت قبر شریف پر کسی حکم شرعی کو ثابت کیا ہے، اسی لئے علماء اس لفظ کے استعمال کو مکروہ گردانتے ہیں، بلکہ یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کی حقیقت موجود نہیں۔ ایک ایسا اسم ہے جس کا مسمی موجود نہیں۔ البتہ متاخرین علماء نے اس لفظ کو استعمال ضرور کیا ہے، لیکن انہوں نے بھی اس کا معروف معنی زیارت القبور نہیں لیا۔ چنانچہ جو شخص زیارت کے لئے جاتے گا اسے مسجد میں ہی جانا ہوگا، لیکن اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ زائر انسان راستے میں مشرق کی جانب کھڑا ہو کر شرفِ زیارت سے مشرف ہو جاتے تو ہم اس کو مسنون قرار نہیں دیں گے۔ جب ہر قسم کے زائر کے لئے مسجد میں آنا ضروری ہے۔ خواہ مسجد میں قبر شریف کا وجود ہوتا یا نہ ہوتا، تو پھر کیوں نہ صرف مسجد کی نیت سے آیا جائے اور مسجد نبوی میں مسجد کی حیثیت سے تمام عبادات مشروع ہیں خواہ قبر شریف کا وجود ہو یا نہ ہو اور خواہ عبادات کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہو (جیسا کہ آپ پر صلوٰۃ وسلام کا بھیجنا ہے۔ آپ کی تعریف کرنا ہے۔ آپ کے لئے وسیلہ کا سوال کرنا ہے۔ دیگر آپ کے جملہ احترامات، تعظیمات، توقیر ومحبت کا ہدیہ پیش کرنا ہے) یا عبادات کا وہ حصہ جس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں (جیسا کہ نماز ادا کرنا اعتکاف بیٹھنا) اگرچہ نماز میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کا اقرار آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ذکر ہے۔

جملہ عبادات اور حقوق نبوی کی مشروعیت تمام مساجد میں موجود ہے، اگرچہ وہاں آپ کی قبر شریف نہیں ہے، بلکہ بعض مستثنیٰ مقامات کے علاوہ تمام مقامات سے آپ پر ہدیہ صلوٰۃ وسلام بھیجا جا سکتا ہے اور بھیجنا چاہیئے۔

زیارت قبر نبوی کا لفظ دراصل مسجد نبوی کی زیارت کے لئے مشروع ہے،

قبر نبوی کے لئے شرعاً کچھ خصوصیت نہیں اور نہ ہی اس کی زیارت کی مشروعیت ثابت ہے۔ لہذا کچھ لوگ قبر نبوی کے جوار میں جن بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں، شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شریعتِ محمدیہ کی اصطلاح میں کوئی عمل ایسا نہیں جس کو زیارتِ قبر نبوی کے ساتھ موسوم کیا جا سکے اور یہ ایسا مہمل اسم ہے جس کا کوئی مسمیٰ موجود نہیں اور جو لوگ اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں، اگر اس لفظ سے کوئی شرعی اصطلاح مراد لیتے ہیں، تو سمجھ لیجئے کہ شرعاً اس لفظ کا کوئی معنی نہیں، اسی لئے تو علماء اس انسان کے کہنے کو مکروہ گردانتے ہیں جو قبر شریف پر سلام کہنے کو زیارت قبر نبوی سے تعبیر کرتا ہے اور اگر اس کا محمل کوئی شرعی معنی نہیں، تو اس کا غلط ہونا واضح ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں آکر قبر نبوی کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور آپ کو خدا سمجھتا ہے۔ قبر کے ارد گرد طواف کرتا ہے، قبر کا لمس کرتا ہے، بوسہ لیتا ہے، اگرچہ یہ سب کچھ قبر شریف کے پاس کرنا محرمات سے ہے، لیکن ان سب کو زیارتِ قبر نبوی نہیں کہا جا سکتا۔ جب اس لفظ کی حقیقتِ شرعیہ ہی کچھ نہیں تو ان کاموں کو زیارت کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے، بلکہ اس لفظ کو استعمال کرنے والے انسان کو کہا جائے گا۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان

یہ ایسے نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے وضع کر رکھا ہے۔ اللہ پاک نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ (النجم ۲۳)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر ہر مقام سے آپ پر ہدیہ صلوٰۃ وسلام بھیجا جاتے

عام لوگوں کی قبروں کو وہ اہمیت حاصل نہیں جو اہمیت قبر نبوی کو حاصل ہے،

اور نہ ہی عام قبروں کے حقوق اس قدر زیادہ ہیں کہ جہاں کہیں بھی کوئی انسان رہتا ہے، وہ وہیں سے عام قبروں پر سلام بھیج سکتا ہے۔ بس یہ خصوصیت تو صرف قبر نبوی کو ہی حاصل ہے کہ ہر کہیں سے لوگ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اور ان کا صلوٰۃ وسلام آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ آپ پر صلوٰۃ وسلام کہنے کے لئے سیّدہ عائشہ کے حجرہ کے نزدیک آنا ضروری نہیں، البتہ عام فوت شدہ مسلمانوں کے لئے دعا مانگنے کے لئے ان کی قبروں پر پہنچنا شرعاً مستحب ہے، بلکہ جس میت کے نمازِ جنازہ میں آپ شریک نہیں ہو سکے۔ اکثر علماً کے نزدیک اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر ہے: البتہ اس میں علماً کا اختلاف ہے کہ کب تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

امام شافعی، امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ ہاں اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ قبر نبوی پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی جبکہ آپ کے مدفون ہونے کے بعد آپ کی عظمت اور شان کی بلندی اس میں ہے کہ نہ صرف آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر بھیجا جائے، بلکہ جہاں کہیں بھی کوئی انسان رہتا ہے، وہیں سے عظمتِ نبوی کو ملحوظ خاطر رکھتا ہوا کثرت کے ساتھ آپ پر ہدیہ صلواۃ وسلام بھیجتا رہے، لیکن آپ کے علاوہ عام انسانوں کی قبروں کو یہ مقام ومرتبہ حاصل نہیں۔

مزید برآں آپ کی قبر شریف پر حاضر ہونے میں برابر یہ خطرہ منڈلا رہا ہے کہ کہیں آپ کی قبر شریف معبد خانہ اور میلہ کی حیثیت نہ اختیار کر جائے اور یہ بات ضروری ہے کہ ہر مومن آدمی کے دل میں آپ کی تعظیم آپ کی محبت جملہ احترامات آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجنا وغیرہ صرف قبر نبوی کے ساتھ مخصوص نہ ہو، بلکہ جہاں کہیں کوئی مومن آباد ہے، وہ وہیں سے آپ کی عظمت اور محبت کے پیشِ نظر آپ پر سلام پہنچاتا رہے اور جو شخص ان احترامات کے ساتھ صرف قبر نبوی کو خاص کرتا ہے یقیناً دوسرے مقامات میں

اس کے احترامات میں کمی آئے گی۔ پس اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ رسول اللہ کی شان میں کوتاہی کر رہا ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا تھا، اس کا مرتکب ہو رہا ہے۔ یعنی آپ کی قبر شریف کو میلہ کی حیثیت دے رہا ہے، لازماً اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ لوگ دیگر مقامات میں آپ کے احترام میں کوتاہی کریں گے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر اہل ایمان کی قبروں کی زیارت کے وقت جس طرح کے افعال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کی قبر شریف کو ان افعال سے آپ کی علو قدر خصوصیات امتیازات کے پیش نظر مستثنیٰ کیا گیا ہے، جیسا کہ عام مسلمانوں کی طرح آپ کو کھلے میدان میں دفن نہیں کیا گیا بلکہ سیدہ عائشہ کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ پس اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ میں نے اپنے رسالہ میں صرف اس بات کا جواب دیا تھا کہ کیا انبیاء علیہم السلام الصلوٰۃ والسلام کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے یا مباح۔ یہ جواب صرف امام مالک کے قول کے مطابق جبکہ مسجد نبوی ..... کی زیارت کے ارادہ سے سفر کیا جاتے۔ آپ کی قبر شریف کو بھی متناول ہو سکتا ہے وگرنہ زیارتِ قبر نبوی انسانی مقدور میں نہیں، اس لئے کہ زیارت قبر نبوی کی نہ تو مشروعیت ہے اور نہ ہی شرعاً اس کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس لفظ کا ثبوت ہی صحابہ کرام کے دور میں نہ تھا۔

مسجد نبوی کے فضائل

قبر نبوی کی زیارت کی مشروعیت کی اصطلاح شریعتِ محمدیہ میں نہیں ہے۔ کتنی واضح بات ہے کہ اگرچہ کوئی شخص قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے تو اسے مسجد نبوی میں ہی جانا ہوتا ہے اور وہیں نماز ادا کرنا پڑتی ہے، جبکہ قبر نبوی آنکھوں سے اوجھل ہے اور اس کے اردگرد دیواریں ہیں تو اس کی زیارت کا کیا مطلب البتہ کچھ لوگ اس قدر جاہل ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف کی زیارت اگرچہ نہیں ہو رہی ہے لیکن

مسجد نبوی صرف قبر نبوی کے احترام کے لئے تعمیر کی گئی ہے، جیساکہ قبروں پر قبروں کے احترام کے لئے مسجدیں تعمیر کرلی جاتی ہیں۔ پس مسجد میں آنے والے زائرین اگرچہ بظاہر مسجد میں تحیتہ المسجد ادا کرتے ہیں، لیکن ان کا مقصد آپ کی قبر شریف کی تعظیم ہوتا ہے۔

اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جن کو مسجد نبوی کا احترام معلوم ہی نہیں اور وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ صرف مسجد نبوی کے ارادہ سے سفر کرنا چاہیئے، قبر نبوی کی وجہ سے سفر نہ اختیار کیا جائے، اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نہیں جانتے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنا ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ کی طرح اس کے لئے سفر اختیار کرنا مشروع ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف قبر نبوی کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ مسجد نبوی کے لئے سفر کرنا نہ مستحب ہے اور نہ ہی اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ مسجد الحرام کے بعد تمام مساجد پر مسجد نبوی کو فوقیت حاصل ہے۔ اگرچہ آپ کی قبر نہ بھی موجود ہوتی، جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسجد نبوی کو فضیلت حاصل تھی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرام کی جماعت جو کہ اس مسجد میں نمازیں ادا کرتے تھے، وہ لوگ سب سے افضل تھے۔ نیز فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمام مسلمانوں پر مدینۃ الرسول کی طرف ہجرت کرنا ضروری تھا جس کو دار الہجرت، دار السنۃ، دار النصرۃ کے القاب سے بھی پکارا جاتا تھا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینۃ الرسول میں مسجد نبوی کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز ادا نہیں کی جاتی تھی۔ تمام مسلمان جمعۃ المبارک ادا کرنے کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے۔ نیز مسجد نبوی وہ پہلی مسجد ہے جس کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ یہی وہ پہلی مسجد ہے جس میں سب سے پہلے اذان کا افتتاح کیا گیا اور جس میں باجماعت نماز ادا کرنے کا افتتاح ہوا پس جو شخص مسجد نبوی کی فضیلت سے واقف ہے تو اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ

وہ مسجد نبوی کے سفر کا قصد کرے لیکن کسی مؤمن انسان سے باور نہیں کیا جا سکتا، جو اسلامی احکام سے واقفیت رکھتا ہے کہ وہ قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرے اور اگر اس کے باوجود اسی ارادہ سے سفر کرتا ہے، تو ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات سے جاہل اور مسجد نبوی کی فضیلت سے ناواقف ہے، لیکن اگر مسجد نبوی کے جملہ فضائل کو جانتا ہے اس کے باوجود صرف قبر نبوی کے لئے سفر اختیار کرتا ہے جیساکہ صلحاء کی قبروں کی تعظیم کے لئے ان کے معتقدین دور دراز سے قصداً سفر کرکے وہاں پہنچتے ہیں اور مسجد نبوی کا اس کے دل میں کوئی احترام نہیں۔ اس کی فضیلتوں کا قائل بھی نہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے لئے سفر کرنے کی ترغیب دلائی ہے، پھر بھی وہ مسجد نبوی کی تعظیم کے لئے سفر نہیں کرتا، تو اس انسان کو کافر بالرسول کا لقب دیا جائے گا اور اس کا شمار ان مشرکین سے ہوگا جو صلحاء کی قبروں کے لئے سفر کو مساجد کی طرف سفر کرنے سے بہتر قرار دیتے ہیں، بلکہ حج کعبہ سے بھی حج القبور کو زیادہ فضیلت عطا کرتے ہیں۔ مخلوق سے دعا کرانے کو افضل قرار دیتے ہیں، مساجد میں دعا مانگنے سے قبروں کے پاس دعا مانگنے کو افضل جانتے ہیں اور بعض انتہا پسند نمازوں میں استقبال قبور کو استقبال کعبہ پر ترجیح دیتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی سے اس بات کے کہنے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ عام لوگوں کا قبلہ تو کعبہ ہے اور ہمارا قبلہ بزرگوں کی قبریں ہیں۔ پس یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کر رہے ہیں اور آپ کی تعلیمات سے انحراف کر رہے ہیں اور رب العالمین کے ساتھ شرک کر رہے ہیں، ان کاموں کے مرتکب وہی لوگ ہوتے ہیں جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہوں یا جو لوگ متابعت رسول اللہ کی وساطت کے بغیر دیگر غلط راستوں سے اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں؛ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن واضح ہدایات کو پیش فرمایا اور جن سچی حقیقتوں سے پردہ کشائی کی ہے۔ اس کی مخالفت کسی کلمہ گو کو

زیب نہیں دیتی، لیکن یہ کس قدر بدنصیب لوگ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو عام لوگوں کے لئے قرار دے رہے ہیں اور اپنے شیوخ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، بلکہ اپنے تیار کردہ راہوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں سے بہتر اور افضل سمجھتے ہیں۔ پس ان لوگوں کو اگر کفار کے زمرہ میں نہ داخل کیا جائے تو اور کون سا قبیح ترین نام ہے جس کے ساتھ ان کو موسوم کیا جائے۔ اگر اس قماش کے لوگ بظاہر قبر نبوی کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں جیسا کہ اپنے شیوخ کی قبروں کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے شیوخ کی قبروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے بھی زیادہ قابل تعظیم جانتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیادہ تعظیم کرتے ہیں، لیکن اپنے شیوخ کی قبروں کی تعظیم اس بنیاد پر کر رہے ہیں تاکہ وہ انہیں اللہ کے مقرب بنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ان لوگوں کے دلوں میں اس حیثیت سے نہیں ہے کہ تمام مخلوق پر آپ کی اتباع آپ کے جملہ اوامر کی اطاعت نیز آپ کے بتائے ہوئے راستہ کو اختیار کرنا اور آپ کے جملہ فرمودات معمولات کی اتباع ضروری ہے۔ ہاں مخلص مومن ہی ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوسکتے ہیں جیسا کہ وہ مسجد نبوی کے لئے ہی سفر اختیار کرتے ہیں۔ ہاں اگر عدم علم کی وجہ سے کبھی وہ غلطی میں مبتلا بھی ہو جائیں تو جب انہیں اصل حقیقت کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے، تو فوراً ان کی ایمانی قوت ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی طرف کھینچ لاتی ہے۔

قاضی اخنائی کی الزام تراشی

قاضی اخنائی ائمۂ دین میں سے کسی ایک سے بھی اس قول کو پیش نہیں کرسکتا کہ قبروں کی طرف سفر کرنا مستحب ہے یا قبر نبوی کی طرف علاوہ مسجد نبوی کے قصد کے سفر کرنا مستحب ہے، پھر اس استحباب پر کسی نص یا اجماع کو بطور دلیل کے پیش کرسکے پس جو شخص

اس مسئلہ کو جاتا ہے کہ صرف مسجد نبوی کی طرف قصداً سفر کرنا چاہیئے، لیکن اس کی مخالفت کرتا ہوا مسجد نبوی کو قبر نبوی کے تابع بناتا ہے، تو وہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور ایمان والوں کے راستہ کے خلاف راستہ کی اتباع کرتا ہے، تو اللہ پاک اس کو اسی راستہ کی طرف پھیر دے گا جس راستے کی طرف وہ خود پھر جاتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کرے گا اور جہنم رہنے کے لحاظ سے بُرا مقام ہے، لیکن قاضی اخنائی کا میرے متعلق ڈھنڈورا پیٹنا کہ میں انبیاء کی قبروں کو زیارت یا عام قبروں کی زیارت کا قائل نہیں غلط ہے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ عام ایمان داروں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے، چہ جائیکہ میں صلحاء اور انبیاء کی قبروں کی زیارت کو مستحب نہ سمجھوں بلکہ جو شخص بھی قرآن و سنت سے لگاؤ رکھتا ہے اور اہل علم کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے، وہ مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کو مستحب یا جائز ضرور سمجھتا ہے، البتہ عورتوں کے زیارت کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ بالکل واضح ہے۔ چھوٹی بڑی سب کتابوں میں موجود ہے۔ راقم الحروف نے اس مسئلہ کو کتب حدیث کے دفاتر میں اَن گنت دفعہ پڑھا۔ یہ مسئلہ تو ادنیٰ درجہ کے طالب علموں سے بھی مخفی نہیں۔ بارہا میرے تلامذہ نے مجھ پر ان حدیثوں کو تکرار سے پڑھا، جن میں یہ مسئلہ موجود تھا۔ پس میں اپنے رسالہ میں کیسے تحریر کر سکتا تھا کہ عام قبروں کی زیارت ایک ایسی نافرمانی ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اگر قاضی اخنائی معمولی عقل کا مالک ہوتا اور یہ بدیہی مسئلہ حدیث کے معمولی طالب علم کی طرف سے اس تک پہنچتا تو بھی قاضی صاحب کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس نقل کو مانتا اور برملا کہتا کہ مسلمانوں میں کوئی بھی شخص جو بالکل ہی معمولی علم رکھتا ہے، یہ نظریہ نہیں پیش کر سکتا کہ انبیاء کی قبروں کی زیارت کی معصیت پر اہلِ علم کا اجماع ہے۔ یقیناً اہل اسلام میں کوئی بدبخت ایسا نہیں ہو سکتا جو انبیاء کی قبروں کی زیارت کی حرمت کا قائل ہو تو جب ایک عام ادنیٰ درجہ کے مسلمان سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ تو راقم الحروف پر کس دیدہ دلیری کے ساتھ یہ الزام لگا دیا گیا ہے

اور بیہودہ بہتان طرازی سے بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

قاضی اخنائی سے کسی شخص نے کہا تھا کہ میرا یہ نظریہ ہے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی ناقل نہیں، بلکہ میری کتابوں سے اس نے اس نظریہ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے تو اس کو غور کرنا چاہیئے کہ میں نے اپنی کتابوں میں کیا لکھا ہے، صرف ایک جملہ میں جو فرق واضح ہے اس سے آنکھوں کو بند کر لینا اور الزام تراشی سے کام لینا بہت بڑی بددیانتی ہے۔ یاد رکھیے انبیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا الگ مسئلہ ہے اور مطلقاً انبیاء کی قبروں کی زیارت ایک دوسرا مسئلہ ہے۔

البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا دراصل مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا ہے اور مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف نہیں۔ وہ شخص جو اس بات کا علم رکھتا ہے کہ مسجد نبوی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نمازیں پڑھتے رہے اور مسجد الحرام کے بعد تمام مساجد پر مسجد نبوی کو فضیلت ہے۔ نیز اس میں ایک نماز کا ثواب ہزار نماز کے برابر ہے۔ نیز یہ وہ مسجد ہے جس کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ شد رحال کا ذکر ہے، تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرے گا۔

لیکن اگر کچھ لوگ یہ دعویٰ کریں کہ ہمارے دلوں میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے؛ لہٰذا اگر تعظیماً ہم آپ کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کو غلط کار کہیں گے۔ ظاہر ہے کہ مسجد حرام کی طرف سفر اختیار کرنا جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بتائے ہوئے اصولوں کی پیروی کرنا حج ادا کرنا کتاب و سنت کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت سے افضل ہے۔ بلکہ حج کو تو امتِ محمدیہ پر فرض قرار دیا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس

بیت المقدس کی طرف سفر اختیار کرنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے سے افضل ہے جو کہ بیت المقدس کی تعمیر کرنے والے تھے۔ اسی طرح مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا مسجد نبوی کے حدود میں آپ کی عبادات کو اسوہ بنانا اور جن کاموں کا مسجد میں کرنا باعثِ ثواب ہے، ان کا ادا کرنا اسی انسان سے ہو سکتا ہے جس کے دل میں ایمان باللہ ایمان بالرسولؐ کا جذبۂ صادقہ موجود ہے اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے بہرۂ وافر عطا گیا ہے۔

فرض کیجئے اگر کوئی شخص حج کے لئے مسجد الحرام کا قصد نہیں کرتا؛ البتہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف کا قصد کرتا ہے اور ان دونوں کو مساوی سمجھتا ہے اور قبر شریف کی طرف سفر کرنے کو افضل گردانتا ہے، تو وہ کافر ہے علیٰ ہذا القیاس جو شخص بیت المقدس کا قصد نہیں کرتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر کا قصد کرتا ہے اور ان دونوں کو مساوی سمجھتا ہے، بلکہ قبر شریف کی طرف سفر کرنے کو افضل سمجھتا ہے تو وہ شخص جاہل ہے یا کافر ہے۔ قبر شریف کی زیارت شرعیہ قبر شریف کے لئے سفر شرعی مسجد نبوی کے لئے سفر شرعی میں نمایاں فرق ہے جس کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

اعتراض، قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے والے انسان کو کیسے کافر قرار دیا جا سکتا ہے، جبکہ اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی عظمت اور محبت کی لہریں موجزن ہیں۔

جواب، اکثر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں۔ آپ کو تمام مخلوق سے افضل بھی مانتے ہیں، لیکن برملا اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ آپ کی اتباع کرنا ہم پر واجب نہیں، ہم دین کے ایک ایسے راستے پر چل رہے ہیں کہ ہم طاعت رسول سے مستغنی ہیں، نیز ہمارا راہِ عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے راہِ عمل سے بھی افضل ہے جیسا کہ اکثر یہودی، عیسائی اس بات کے معتقد ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امییّن

کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں: ہم آپ کو ظاہراً باطناً قابلِ تعظیم سمجھتے ہیں لیکن آپ کی اطاعت ہم پر فرض نہیں۔ یقیناً ایسے انسانوں کو اجماعِ امت کے ساتھ کافر قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح وہ لوگ جو آپ کی نبوت کے معترف ہیں۔ آپ کی قوتِ قدسیہ کے قائل ہیں، تمام مخلوقات سے آپ کو افضل و اکمل مانتے ہیں، لیکن فلاسفہ کے انداز کے مطابق آپ کو عوام الناس کا پیغمبر تو تسلیم کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اہلِ علم کے لئے ضروری نہیں کہ وہ آپ کی ظاہراً باطناً اتباع کریں۔ زیادہ سے زیادہ ظاہری احکام کو تسلیم کیا جا سکتا ہے، لیکن حقائقِ عقلیہ حقائقِ باطنیہ میں آپ کی رہنمائی کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ان لوگوں کا اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قبروں کی تعظیم کے قائل ہیں۔ اصحابِ قبور کی بارگاہ میں دور دراز سے سفر اختیار کر کے اپنی ضرورتوں کا مداوا طلب کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نہ صرف صلحاء کی قبروں کی زیارت کو بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو حجِ کعبہ سے افضل مانتے ہیں۔

یہ لوگ سفرِ مسجد نبوی اور قبرِ نبوی کی شرعی زیارت اور دیگر قبروں کی زیارت میں کچھ فرق محسوس نہیں کرتے حالانکہ شرعاً پہلی دونوں صورتیں مستحب ہیں اور تیسری صورت غیر مستحب ہے۔ راقم الحروف کے بارے میں یہ سمجھنا کہ میں تینوں صورتوں کو غیر مستحب کہہ رہا ہوں، الزام تراشی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ تینوں کو مساوی قرار دے کر کتاب و سنت، اجماعِ امت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ راقم الحروف یہ نظریہ رکھتا ہے کہ جو شخص مساجد میں آنے کو غیر مشروع یا غیر مستحب کہتا ہے، وہ کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے۔ ہاں سفر صرف تین مسجدوں کی طرف کرنا ہی جائز ہے۔ پس ان واضح جدا جدا صورتوں کے فرق کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور جو شخص ان کا قائل نہیں، اس کو جاہل کہا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس مسجد نبوی کی زیارت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی شرعی زیارت کو مستحب نہ کہنا اجماعِ امت کے مخالف ہے۔ البتہ بعض علماء اس کا نام زیارت قبرِ نبوی رکھنا پسند

نہیں فرماتے۔ عقلاً نقلاً یہی قول درست معلوم ہوتا ہے۔

اور جو شخص تمام قبور کی طرف سفر اور ان پر تعمیر شدہ مساجد میں نماز کو مستحب قرار دیتا ہے، وہ بھی نص صریح اور اجماع کی مخالفت کر رہا ہے۔ پس معترض جو اس واضح فرق کو نہیں جانتا، اس کے لئے کیسے اجازت دی جاسکتی ہے کہ راقم الحروف پر دروغ بازی سے کام لے اور ان صورتوں میں عدم فرق کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ پر بہتان باندھے کہ میں اجماعِ امت کا منکر ہوں اور قبر نبوی کی زیارت کا مطلقاً قائل نہیں ہوں' بلکہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے قارئین کے سامنے اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے لہٰذا ہم اپنا وہ جواب لفظ بہ لفظ پیش کرتے ہیں جس پر قاضی اخنائی جوش میں آکر ہوش کھو بیٹھے ہیں۔ قارئین خود ہی فیصلہ کریں گے کہ میرے جن الفاظ کو نقل کیا گیا اور میرے جن خیالات کو باطل قرار دیا گیا، کیا اس میں صداقت کا کچھ شائبہ ہے یا نہیں اور کیا اس کے اعتراضات عدل وانصاف کا منہ تو نہیں چڑا رہے ہیں سوال وجواب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جب کوئی شخص انبیاء صلحاء کی قبروں مثلاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی نیت کرتا ہے، تو کیا اس سفر میں مسافر کو نماز قصر کرنا جائز ہے اور کیا اس زیارت کو شرعی زیارت کہا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

ومن حج ولم یزرنی فقد جفانی	جو شخص حج کے لئے آیا، لیکن میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ بدتہذیبی اختیار
ومن زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔	کی اور جس شخص نے میری وفات کے بعد میری

زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کی۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا صرف تین مسجدوں کی طرف شدِ رحال کیا جائے۔ مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ، مسجد نبوی۔

جواب۔

حمد و ثناء کے بعد سنیئے جو شخص صرف انبیاء، صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے، اس کے قصرِ نماز کے بارے میں دو مشہور قول ہیں:

قولِ اوّل: اکثر متقدمین علماء شلاً ابو عبداللہ ابن بطہ ابو الوفا ابن عقیل اس سفر کو معصیت کا سفر قرار دیتے ہیں اور معصیت کے سفر میں قصرِ نماز کو جائز نہیں سمجھتے۔ امام شافعی، مالک، احمد بھی اس سفر کو ناجائز کہتے ہیں اور قصر نماز کو جائز نہیں کہتے۔

قول ثانی: امام ابو حنیفہ نمازِ قصر کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک حرام سفر میں نماز قصر کرنا درست ہے، مگر بعض شافعیہ و حنابلہ شلاً غزالی، ابو محمد مقدسی، ابو الحسن بن عبدوس حرانی اس سفر کو حرام ہی نہیں سمجھتے اور زوروا القبور (قبروں کی زیارت کرو) الحدیث کی بنیاد پر انبیاء، صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو جائز قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو علمِ حدیث سے واقفیت نہیں رکھتے، وہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جن میں قبر نبوی کی زیارت کا ذکر ہے، چنانچہ (مَن زارنی بعد مماتی فکانّما زارنی فی حیاتی) حدیث کو دارِ قطنی نے روایت کیا، لیکن (من حج ولم یزرنی فقد جفانی) حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا، جیساکہ حدیث من زارنی وزار ابی فی عام واحد ضمنت له علی اللہ الجنۃ) (جس نے میری اور میرے باپ کی ایک ہی سال میں زیارت کی، میں اس کے لئے اللہ کی طرف سے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں)، بالاتفاق باطل ہے۔ نہ تو اس حدیث کو کسی نے بیان کیا اور نہ ہی

کسی نے اس کو حجت قرار دیا ہے؛ البتہ بعض لوگ دارقطنی کی حدیث کو قابلِ حجت مانتے ہیں، لیکن اس حدیث کو کتبِ حدیث وفقہ میں نہ استدلالاً نہ اعتضاداً کسی نے ذکر نہیں فرمایا؛ البتہ ابو احمد بن عدی نے کتاب الضعفاء میں اس کے راویوں کے ضعف کو بیان کرنے کے لئے اس کا ذکر کیا ہے؛ چنانچہ اس حدیث کو بواسطہ نعمان عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حج ولم یزرنی فقد جفانی) ذکر کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مالک سے نعمان کے علاوہ کوئی راوی ذکر نہیں کرتا۔ موسیٰ بن ہارون نعمان کو متہم قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں کہ نعمان راوی ثقہ راویوں سے سخت عجیب وغریب قیامت خیز حدیثیں بیان کرتا ہے، لیکن دارِقطنی اس حدیث میں بجائے نعمان کے محمد بن محمد کو مطعون قرار دیتے ہیں۔

مَن زارنی وزار ابی فی عام واحد ضمنت لہٗ علی اللہ الجنۃ حدیث کی تحقیق:

یہ حدیث کتب حدیث میں کسی بھی سند کے ساتھ موجود نہیں، یہاں تک کہ کسی موضوع سند کے ساتھ بھی اس کا ذکر نہیں۔ ہاں سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ فتح بیت المقدس تک اس حدیث کا نام ونشان نہیں ملتا، اسی لئے تو علماء کے کسی گروہ نے اس کو علیٰ سبیل الاعتضاد نہ علیٰ سبیل الاعتماد ذکر نہیں کیا۔

مَن حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی حدیث کی تحقیق

اس حدیث کو حفص بن سلیمان غاضری قاری صاحب عاصم۔ لیث بن ابی سلیم سے وہ مجاہد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں [1] ــــــــ تمام محدثین بالاتفاق حفص

راوی کو قرأت میں نہیں البتہ حدیث میں مطعون قرار دیتے ہیں۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت حفص بن ابی داؤد عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن عمر کے طریق سے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ اس میں حفص ضعیف ہے۔ امام یحییٰ بن معین لیس بثقۃ کہتے ہیں۔ البتہ فرماتے ہیں کہ یہ ابوبکر بن عیاش سے قرأت میں ثقہ اور زیادہ قابلِ اعتبار ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ حفص ابوبکر سے زیادہ قاری ہے مگر حدیث میں ابوبکر صدوق اور حفص کذاب ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ امام مسلم اسے متروک کہتے ہیں۔ امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے۔ اس لیے میں نے عمداً اسے چھوڑ دیا ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ نہ وہ ثقہ ہے اور نہ اس کی حدیثیں لکھی جائیں۔ صالح بن محمد بغدادی کہتے ہیں کہ اس کی تمام حدیثیں منکر ہیں؛ لہٰذا اس کی حدیثیں تحریر نہ کی جائیں۔ ابوزرعہ ضعیف الحدیث کا لقب دیتے ہیں۔ ابوحاتم رازی ضعیف الحدیث متروک الحدیث لا یصدق ولا یکتب حدیثہ کا ریمارکس دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن خراش نے کذاب متروک حدیثیں وضع کرنے والا کہا۔ حاکم ابواحمد نے ذاہب الحدیث کہا۔ ابن عدی نے کہا اس کی اکثر مرویات غیر محفوظ ہیں۔

مَن زار قبری وجبت لہ شفاعتی ۔۔۔۔ حدیث کی تحقیق

اس حدیث کو بزار دارِ قطنی دیگر محدثین موسیٰ بن ہلال عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر سند سے لائے ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت موسیٰ عن عبیداللہ یا عن عبداللہ منکر ہے۔ موسیٰ کے علاوہ اس کو کسی دوسرے راوی نے ذکر نہیں کیا۔ امام عقیلی موسیٰ بن ہلال کے بارے میں کہتے ہیں کہ موسیٰ کی اس حدیث کا کوئی متابع نہیں ابوحاتم رازی موسیٰ کو مجہول قرار دیتے ہیں۔

ابوزکریا نووی شرح المہذب کتاب میں ابواسحاق کا قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر

کی زیارت کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی، ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر کی حدیث کو ابوبکر بزار دارقطنی بیہقی دو نہایت کمزور سندوں کے ساتھ لائے ہیں۔ انتہیٰ۔

ابو محمد مقدسی کا استدلال

ابو محمد مقدسی قبروں اور مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا کی زیارت اور قبروں کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے

جواب

تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد یا مکان کی طرف سفر کرنا ضروری نہیں۔ اگرچہ ہاں جانے کی نذر بھی کیوں نہ مان لی جائے۔ پس جو شخص مدینۃ الرسول میں رہتا ہے اس کے لیے قبا کی زیارت کے لئے جانا مستحب ہے اور یہ شد رحال ...... نہیں، لیکن مسجد قبا کے لئے سفر کرنا اس لئے درست نہیں کہ وہ مساجد ثلثہ میں شمار نہیں ہے۔ نسائی ابن ماجہ ترمذی میں صحیح حسن حدیث مروی ہے۔

من تطهر فی بیته ثم اتی مسجد قباء لا یرید الا الصلوٰة فیه کان کعمرة۔	جو شخص اپنے گھر میں وضو کرتا ہے، پھر مسجد قبا میں نماز ادا کرنے کے لئے آتا ہے تو اس کو ایک عمرہ کرنے کے برابر ثواب دیا جائیگا۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبا کی مسجد کی زیارت کے لئے جانا شد رحال میں داخل نہیں۔ نیز کسی شخص کے نذر ماننے کے باوجود بھی قبا کی طرف سفر کرنا ضروری نہیں تو پھر اس سے استدلال کرنا غلط ہے۔

ہاں قبروں کی زیارت کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے تھے، لیکن انبیاء صلحاء۔ عام مومنوں کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ صحابہ تابعین کے دور میں کسی سے منقول نہیں اور نہ ہی کسی نے یہ سفر اختیار کیا اور نہ ہی اس سفر کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور نہ ہی کسی قابلِ اعتماد امام نے اس سفر کو مستحب قرار دیا، بلکہ جو شخص اس سفر کو عبادت قرار دیتا ہے۔ وہ سنتِ رسول، اجماعِ امت کی مخالفت کر رہا ہے۔ اس فعل کے بدعت ہونے کو ابو عبداللہ ابن بطہ نے بھی الابانتہ الصغریٰ میں ذکر کیا ہے۔

ابو محمد مقدسی کا لاتشد الرحال کی حدیث کو استحباب کی نفی پر محمول کرنا

ابو محمد مقدسی لاتشد الرحال کی حدیث کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ مساجد ثلٰثہ کی طرف شد رحال کرنا مستحب ہے اور غیر مساجد ثلٰثہ کی طرف سفر کرنا مستحب نہیں، یعنی اگرچہ بہتر نہیں جائز ہے۔

پہلا جواب: بقول آپ کے غیر مساجد ثلٰثہ کی طرف سفر کرنا جب مستحب نہیں، تو اس سفر کو نہ تو اعمال صالحہ سے شمار کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو عبادت اور طاعت کہا جا سکتا ہے۔ پس جو شخص انبیاء صلحاء کی قبروں کی زیارت کے سفر کو تقرب عبادت طاعت قرار دیتا ہے۔ وہ اجماعِ امت کی مخالفت کر رہا ہے، بلکہ وہ حرام فعل کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اسی ہی غرض سے قبروں کا سفر اختیار کرتا ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص غیر مساجد ثلٰثہ کا سفر کسی دنیوی مقصد کے لئے کرتا ہے تو اس سفر کو جائز کہا جائے گا اور اس کا جائز ہونا ظاہر ہی ہے۔

دوسرا جواب: لاتشد الرحال میں سفر کی ممانعت استحباب کی نفی نہیں کرتی، بلکہ سفر کی حرمت پر دال ہے، جیسا کہ حدیث کے ظاہری الفاظ پر غور و فکر کرنے سے یہی معنی واضح

ہوتا ہے۔

غیر مساجد ثلاثہ کی نذر ماننے سے بھی ان کی طرف سفر کرنا جائز نہیں

ائمہ محدثین لا تشد الرحال حدیث کی صحت اور عمل پر متفق ہیں۔ نیز اس بات پر بھی سبھی ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قبر یا کسی مقدس مقام کی نذر مانتا ہے کہ میں وہاں جا کر نماز پڑھوں گا یا اعتکاف بیٹھوں گا، تو اس نذر کو پورا کرنا اس کے لئے ضروری نہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص مسجد حرام، مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرے یا اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانتا ہے تو امام مالک، امام شافعی، امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں۔

جمہور محدثین ہر طاعت کی نذر کو پورا کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ مساجد ثلاثہ کی طرف سفر کرنا طاعت ہے؛ لہٰذا نذر کو پورا کیا جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانتا ہے۔ وہ اطاعت کرے اور جو شخص اللہ کی معصیت کی نذر مانتا ہے، وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔

زیارتِ قبر نبوی کی تمام حدیثیں ضعیف ہیں

اس بات پر تمام اہلِ علم متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں، سب ضعیف ہیں، بلکہ موضوع ہیں نہ تو قابلِ اعتماد کتبِ سنن کے مولفین ان روایات کو اپنی تالیفات میں لائے ہیں اور نہ ہی کسی امام نے ان

حدیثوں کو حجت تسلیم کیا ہے۔

امام مالک کا قول

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ مدینۃ الرسول میں رہنے کی بنا پر اس مسئلہ کو خوب جانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے مکروہ ہے۔ غور کیجیئے۔ اگر زیارت قبر نبوی کا جملہ اس دور میں مشہور رہا مشروع یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوتا، تو کم از کم مدینۃ الرسول میں اقامت پذیر عالم دین اس کو مکروہ نہ جانتے۔

امام احمد کا قول

امام احمد بن حنبل اپنے دور میں علم حدیث کے بہت بڑے عالم دین شمار کئے جاتے ہیں، جب ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمانے لگے کہ میرے نزدیک اس مسئلہ میں کوئی قابل اعتماد حدیث ابو ہریرہ کی حدیث کے علاوہ نہیں ہے جس کو امام ابوداؤد سنن میں لائے ہیں اور اس کو قابل اعتماد قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ پاک میری روح مجھ میں لوٹا دیتے ہیں، تو میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔

موطا امام مالک میں ہے:

روی عن عبد اللہ بن عمر انہٗ کان اذا دخل المسجد قال السّلام علیك یا رسول اللہ السلام علیك

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو اے ابوبکر آپ پر سلام ہو۔

يا ابا بكر السلام عليك يا ابت ثم ينصرف

اے میرے ابا جی آپ پر سلام ہو، پھر وہ واپس لوٹ جاتے۔

سنن ابوداؤد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

انه قال لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علیّ حیثما کنتم فان صلاتکم تبلغنی۔

آپ نے فرمایا کہ تم نے میری قبر کو میلہ نہ بنانا ہوگا اور جہاں کہیں سے بھی تم مجھ پر صلوٰۃ بھیجو گے۔ پس تمہاری صلوٰۃ مجھ تک پہنچتی رہے گی۔

سنن سعید بن منصور میں ہے:

ان الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رای رجلا یختلف الی قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علی حیثما کنتم فان صلاتکم تبلغنی ما انتم ومن بالاندلس منه الا سواء۔

حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف آتا ہے۔ فرمانے لگے (اے انسان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم نے میری قبر کو میلہ نہ بنانا ہوگا اور جہاں کہیں سے بھی تم مجھ پر درود بھیجو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتے گا (یاد رکھو) تم اور اندلس میں رہنے والے لوگ اس میں برابر ہو۔

صحیحین میں مروی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال فی مرض موته لعن اللہ الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد یحذر ما فعلوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے مرض الموت میں فرمایا۔ اللہ نے یہود و نصاریٰ کو ملعون قرار دیا جنہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنا لیا، آپ ان کے رویّے سے ڈرانا چاہتے ہیں۔

قالت عائشۃ ولولا ذالک لابرز قبرہ ولکن کرہ ان یتخذ مسجداً۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں ،اگر یہ خطرہ دامن گیر نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو کھلے میدان میں بنایا جاتا، لیکن آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ آپ کی قبر کو مسجد بنایا جائے۔

اسی لئے صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلی جگہ کے بجائے سیدہ عائشہ کے حجرہ میں دفن کیا تاکہ کوئی شخص آپ کی قبر کے پاس نہ نماز ادا کرے اور نہ اس کو مسجد کی حیثیت دے کہیں آپ کی قبر مبارک بُت خانہ نہ بن جائے۔

قبر نبوی پر دُعا کی شرعی حیثیت

ولید بن عبدالملک کے دور سے پہلے جبکہ حجرہ عائشہ مسجد نبوی سے الگ تھا، کوئی شخص قبر کو تبرکاً ہاتھ لگانے کے لئے حجرہ میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ ہاں نماز اور دعا کے لئے مسجد نبوی کا قصد کرتے تھے۔ صحابہ تابعین جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر آکر سلام کہتے اور اپنے لئے دُعا مانگتے، تو دُعا کے وقت قبلہ رُخ کھڑے ہوتے۔ قبر شریف کی طرف استقبال نہیں کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ تو سلام کہنے کے وقت بھی استقبال قبر نبوی کو جائز نہیں سمجھتے لیکن اکثر ائمہ سلام کہتے وقت خاص طور پر استقبال قبر نبوی کو جائز کہتے ہیں۔ البتہ کسی امام سے یہ بات منقول نہیں کہ اپنے لئے دُعا کرتے وقت بھی استقبال قبر نبوی جائز ہو اس سلسلہ میں ایک جھوٹی روایت امام مالک کی طرف منسوب کی جاتی ہے جبکہ ان کا مذہب اس کے مخالف ہے۔ نیز تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو ہاتھ لگایا جائے اور نہ ہی اس کو چوما جائے اور یہ سب کچھ اس لئے ناجائز قرار دیا گیا ہے تاکہ مسئلہ توحید میں کچھ فرق رونما نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ قبروں کو مسجدیں بنانا

شرک کی بنیاد ہے؛ چنانچہ سلف صالحین ذیل کی آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا۔ (نوح، ۲۳)	اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی ترک نہ کرنا۔

قوم نوح میں ان لوگوں کو نیک سمجھا جاتا تھا، جب وہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر آنا جانا جاری رکھا اور ان کے فوٹو تصویریں مجسمے بنائے کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ان کو پوجنا شروع کر دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول ذکر کرنے کے بعد اس معنی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہی مجسمے تصویریں بالآخر عرب میں پہنچے اس بات کو ابن جریر طبری نے متعدد ائمہ سے نقل فرمایا۔ وثیمہ وغیرہ علماؒ نے قصص الانبیاؑ میں متعدد طرق سے اس کا ذکر کیا ہے۔ میں نے بھی ان مسائل کو دوسرے مقامات پر بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے۔

قبروں کی زیارت کیلئے سفر کی مشروعیت پر شیعہ نے حدیثیں وضع کیں

اہلِ بدعت دو قسم ہیں ۱۔ اہلِ تشیع نے اوّلاً ایسی حدیثیں وضع کیں جن میں قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو جائز قرار دیا، اس لئے کہ اہلِ تشیع مساجد کی تزئین و آرائش میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے: البتہ قبروں کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے جہاں پہنچ کر یہ لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ جھوٹی حکایتیں وضع کرتے ہیں۔ اسلام میں بدعتوں کی ترویج کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں، حالانکہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ

میں مساجد کی عظمت وحرمت کا ذکر تو موجود ہے، لیکن قبوں کی عظمت کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین۔ الآیۃ۔ (الاعراف) ۲۹

کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلہ کی طرف) رُخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:۔

وان المساجد للہ فلاتدعوا مع اللہ احدا۔ (الجن) ۱۸

اور یہ کہ مسجدیں (خاص) خدا کی ہیں تو خدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر۔ (التوبہ) ۱۸

خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد۔ (البقرہ) ۱۸۷

اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ۔ (البقرۃ) ۱۱۴

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے نام کا ذکر کئے جانے کو منع کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجدیں بنالیتے تھے، خبردار تم نے قبروں کو مسجدیں نہیں بنانا ہے۔ میں تم کو اس کام سے روکتا ہوں۔ واللہ اعلم

پس قارئین جواب کے اصل الفاظ پر جب غور و فکر کریں گے، تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے مخالفین نے ہمارے جواب کو جس غلط رنگ میں پیش کیا ہے، اس سے ان کی کذب بیانی، بہتان تراشی واضح ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے تقریباً پندرہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے اس مسئلہ کا مختصراً جواب دیا تھا، لیکن اس میں علماء کے اقوال کو بسط سے ذکر نہیں کیا تھا۔

جاننا چاہیئے کہ سابقہ اوراق میں جن دو اقوال کا ذکر میں نے کیا ہے۔ شروح حدیث کی کتابوں میں ان کا ثبوت موجود ہے۔ خصوصاً امام مالک، شافعی، احمد کے مذاہب کی کتابوں میں ان دونوں اقوال کا ذکر پایا جاتا ہے۔

امام مالک اور ان کے تلامذہ امام احمد اور ان کے تلامذہ اس حدیث کا معنی یہی ذکر کرتے ہیں کہ مساجد ثلٰثہ کے علاوہ کسی مقام کی طرف سفر کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ قبر نبوی ہی کیوں نہ ہو لیکن بعض تلامذہ قبر نبوی کو اس عام حکم سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ اس قول کے دو مفہوم ذکر کیئے جاتے ہیں۔

مفہومِ اوّل، قبر نبوی کی طرف سفر کرنا مسجد نبوی ہی کی طرف سفر کرنا ہے اور یہی مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔ امام مالک اور ان کے اکثر متقدمین اسی کے قائل ہیں۔

مفہوم ثانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی؛ چنانچہ امام احمد کے بعض اصحاب سے منقول ہے کہ اگرچہ اللہ پاک کے علاوہ مخلوقات کی قسم اٹھانا جائز نہیں؛ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قسم اٹھائی جاسکتی ہے؛ چنانچہ امام احمد سے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت منقول ہے۔

لیکن ان کے بعض تلامذہ زیارتِ قبورِ انبیاء کے لئے سفر اور حلف بالانبیاء دونوں مسئلوں میں تمام انبیاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاتے ہیں تاکہ تمام انبیاء کا حکم ایک ہو جائے، لیکن اصحاب شافعی سے ابو محمد جوینی اور ان کے موافقین اس حدیث

کی روشنی میں مساجدِ ثلٰثہ کے غیر کی طرف سفر کو حرام قرار دیتے ہیں۔

شیخ ابو حامد، ابو علی، ابو المعالی، الغزالی، ابن عبد البر، ابو محمد مقدسی اور دیگر اصحاب احمد، شافعی، مالک غیر مساجدِ ثلٰثہ کی طرف سفر کرنے کو مستحب اور باعثِ فضیلت نہیں سمجھتے جوازِ سفر کی نفی نہیں کرتے؛ البتہ وجوبِ سفر کی نفی کرتے ہیں، اگرچہ کوئی شخص نذر بھی کیوں نہ مان لے۔ پس جن اقوال کو راقم الحروف نے اپنے جواب میں ذکر کیا ہے۔ کتبِ اسلامی میں یہ اقوال موجود ہیں۔ کسی معروف عالم کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ انبیاء، صلحاء کی قبور کے سفر کو مستحب قرار دیتا ہو، اس مسئلہ میں اگر کسی تیسرے قول سے مجھے آگہی ہو جاتی تو یقیناً میں اس کا ذکر ضرور کرتا۔ کثیر علماء کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ بعض علماء نے اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے میں نے اس مقام پر کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ بالکل عیاں ہے کہ مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا نصاً اور اجماعاً مستحب ہے۔ پس عالم دین جب قبر نبوی کی زیارت کرنا چاہے گا، تو قصداً مسجد نبوی کے لئے سفر کرے گا؛ چنانچہ یہ صورت تو میرے جواب سے خارج ہے، کیونکہ جواب صرف اس مسئلہ کا دیا گیا ہے کہ جو شخص صرف قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے اس کا حکم کیا ہے؛ لیکن عالم بالشریعہ انسان اس مخمصہ میں مبتلا نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ مجھے مسجد نبوی کے قصد کے لئے سفر اختیار کرنا چاہیئے، جبکہ شریعتِ اسلامیہ میں اس سفر کو مستحب قرار دیا گیا ہے، تو کوئی جاہل آدمی ہی ہوگا جو استحباب کو چھوڑ کر غیر مستحب کام کی طرف دوڑے گا۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ دیگر تمام قبور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے احکام الگ ہیں، لیکن جاہل بے وقوف لوگ جن کو شیطان نے اپنے دامِ تزویر میں پھنسایا ہوا ہے۔ وہ زیارتِ قبر نبوی کے لئے سفر اختیار کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ عادی ہو چکے ہیں اور ان کا یہ طرزِ عمل ان کی عادتِ ثانیہ بن چکا ہے کہ جس آدمی کی قدر و منزلت ان

کے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ اس کی قبر کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر اختیار کرکے وہاں پہنچتے ہیں۔ صاحب قبر سے دُعا کی درخواست کرتے حوائج کے لئے قبر کے جوار میں اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ صاحب قبر کی تعظیم کے لئے قبر کے پاس تعمیر شدہ مسجد میں اسی غرض سے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اہل کتاب نے اسی فعل پر ان کو ملعون کہا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں اپنی امت کو اس شنیع فعل سے منع فرمایا:

ارشاد نبوی ہے:

لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ	اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو ملعون
اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد	قرار دیا کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں
یحذر ما فعلوا۔	پر مسجدیں تعمیر کر ڈالیں آپ اپنی امت کو ان

کے اس فعل سے ڈرا رہے ہیں۔

یہ حدیث صحیحین میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ نیز حضرت نے فوت ہونے سے پانچ روز پہلے فرمایا:

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون	بے شک تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء
قبور انبیاءھم وصالحیھم مساجد	اور صلحا کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا کرتے تھے
الا فلا تتخذوا القبور مساجد	خبردار تم نے قبروں کو مسجدیں نہیں بنانا ہوگا
فانی انھاکم عن ذالك - رواہ مسلم۔	میں شدت کے ساتھ تمہیں اس سے روکتا ہوں۔

پس جو شخص دین اسلام کے حقائق کو پہچانتا ہے، وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ قبروں کی زیارت شرعیہ اور غیر شرعیہ میں کیا فرق ہے۔

قاضی اخنائی کا الزام اور اس کا جواب

میں نے ابن تیمیہ کے کتابچہ کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کتابچہ کا مؤلف راہِ حق سے بھٹک گیا ہے۔ جہالت و گمراہی کے عمیق گڑھے میں گر گیا ہے۔ اپنے باطل دعووں میں جادۂ مستقیم سے کوسوں دور ہے۔ کھلم کھلا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی مول لے رہا ہے۔ بڑی بے باکی سے ان کی مخالفت میں محو ہے جبکہ یہ شخص قبر نبوی و دیگر انبیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو حرام قرار دیتا ہے۔ مشہور صحیح حدیث کی مخالفت کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ فرمان مصطفوی ہے کہ (قبروں کی زیارت کیا کرو) نیز حدیث میں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ (میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب اجازت دیتا ہوں) قبروں کی زیارت کیا کرو البتہ زبان سے قبیح کلمات نہ کہو) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً جس فعل کو ممنوع قرار دیا۔ بعد ازاں اس کو مباح قرار دے دیا۔ یہ بات مشہور ہے کہ کسی فعل سے روکنے کے بعد اس کے کرنے کا حکم دینا اس کے وجوب کا مقتضی ہے ، لیکن اگر آپ اس کے وجوب کو تسلیم نہیں کرتے ہو تو کم از کم اس کو مباح یا مستحب ضرور ماننا پڑے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تب اللہ پاک نے کتابچہ کے جواب کے لئے مجھے انشراح صدر عطا فرمایا؛ چنانچہ کتابچہ جن بدعتوں اور گمراہیوں پر مشتمل تھا، ان کو مٹانے کے لئے میں نے اپنی علمی صلاحیتوں کو بیدار کیا اور اصل حقائق کو پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

جواب: قاضی صاحب کی عبارت کے مطالعہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ شخص اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی جسارت اور بے باکی کے ساتھ افترا پردازی کر رہا ہے نہ صرف یہ کہ دین اسلام کی واضح تصریحات کی مخالفت کرنے میں کوشاں ہے، بلکہ ابتداء اسلام سے لے کر اب تک جتنے اہلِ علم گذرے ہیں، ان سب کی مخالفت کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ اس قسم کے مفتری مبتدع انسان سے توبہ کروانی چاہیئے۔ اگر اپنی بدعتوں، افترا پردازیوں سے تائب ہو جائے تو خوشی کی بات ہے، ورنہ

ایسا ملحد مرتد اجماع امت کی مخالفت کرنے والا انسان اس لائق ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

راقم الحروف نے تو قبروں کی زیارت کے سفر کے مسئلہ میں صرف دو قول ذکر کئے ہیں، لیکن قاضی اخنائی نے میرے بارے میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ شخص جب تینوں مسجدوں کے غیر کی طرف یا مطلقاً قبروں کی طرف سفر کرنے کو حرام کہتا ہے تو یہ شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی علی الاعلان مخالفت پر تلا ہوا ہے اور ان سے دشمنی رکھنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کے نزدیک قبر نبوی اور دیگر قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے۔ پس اگر اس سفر کو حرام قرار دینے پر مجھے انبیاء کا مخالف اور دشمن متصور کیا گیا ہے تو ہر وہ شخص جو اس سفر کو حرام قرار دے گا" اس کو بھی انبیاء کا دشمن سمجھا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی اور مخالفت انتہائی کفر ہے اور جو شخص اس سفر کو ممنوع قرار دیتا ہے کہ اس کو کافر سمجھنا چاہیئے تو اس کا نتیجہ بدیہی ہے کہ اکثر ائمہ دین کو اس بنیاد پر کافر سمجھا جائے گا، جبکہ اکثر ائمہ دین نے اس سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ "قاضی اخنائی صاحب جو کہ فقہ مالکی کے قائل ہیں، ان سے کہا جائے گا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً ایسے سفر کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جب ان سے سوال ہوا کہ اگر کوئی شخص نذر مانتا ہے کہ میں قبر نبوی کے پاس حاضری دوں گا، تو امام مالک نے باوجود نذر کے اس سفر کو مباح نہیں کہا، بلکہ اس کو حرام اور ممنوع قرار دیا۔ ہاں اگر مسجد نبوی کا قصد کرتا ہے تو مسجد نبوی میں آئے اور نماز ادا کرے۔ البتہ اگر سفر سے مقصد قبر نبوی کی حاضری ہے تو اسے نہیں جانا چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف زیارت کے لئے سواریوں کا انتظام کیا جائے۔ اس مسئلہ میں امام مالک کا مذہب مالکیوں کی جملہ کتابوں میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے' چنانچہ ابن القاسم کی المدونہ ابن الجلاب کی التفریع میں

موجود ہے کہ جو شخص مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نذر مانتا ہے۔ پس اگر اس کا مقصد مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا ہے تو اپنی نذر کا ایفا کرے اور اگر یہ مقصد نہیں ہے، تو نذر کا ایفا نہ کرے۔ معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک مدینۃ الرسول کے لئے سفر کا ارادہ مستحب نہیں۔ صرف مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کا ارادہ مستحب ہے۔ لیکن جو شخص قبر نبوی قبور شہدا اُحد قبور اہل البقیع مسجد قبا کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے تو اس کا یہ سفر ممنوع ہے۔ اس کے لئے ایسی نذر کا ایفا جائز نہیں۔ پس جو شخص مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے علاوہ کسی بھی فعل کی نذر مانتا ہے، خواہ وہ روضۂ اقدس نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی نذر مانتا ہے، تو امام مالک کے نزدیک اس نذر کا ایفا جائز نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسلک کو قاضی اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے؛ چنانچہ وہ اپنی کتاب المبسوط میں اوّلاً محمد بن مسلمہ کے قول کا ذکر کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد قبا میں جانے کی نذر مانتا ہے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نذر کو پورا کرے۔ لیکن قاضی اسماعیل بن اسحاق اس قول کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

قاضی اسماعیل بن اسحاق کا قول

مسجد قبا میں جانے کی نذر ماننے کا ایفا اس آدمی کے لئے ضروری ہے جو مدینۃ الرسول یا اس کے قرب و جوار میں رہتا ہے جسے وہاں جانے کے لئے کسی سواری کے انتظام کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ سفر اس کو کہتے ہیں جس میں سواری کی ضرورت واقع ہو اور سفر تو صرف تین مسجدوں کی طرف کیا جا سکتا ہے۔ خواہ نذر کی صورت ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو قبر نبوی پر جانے کے لئے نذر مانتا ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اس کا مقصد مسجد نبوی ہے، تو وہاں جا کر نماز ادا کرے اور اگر محض مقصد قبر نبوی پر حاضری دینا ہے

تو اسے نہیں جانا چاہیئے، اس لئے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کے لئے سواریوں کا انتظام کیا جائے۔ پس یہ قول المدوّنہ اور دوسری کتابوں کے قول کے عین مطابق ہے؛ چنانچہ المدونۃ (جس کو امام مالک کے مذہب میں بنیادی حیثیت حاصل ہے) میں تحریر ہے کہ جو شخص مدینۃ الرسول یا بیت المقدس میں جانے کو اپنے اوپر لازم گردانتا ہے یا ان دونوں کی طرف پیدل چل کر جانے کو لازم گردانتا ہے تو اسے ان دونوں مقامات میں اس وقت جانا جائز ہے۔ جب وہ ان دونوں مقامات کی مسجدوں میں نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے یا اوّلاً لازم گردانتے وقت مسجدوں کا نام لے، لیکن اگر ان دونوں مسجدوں میں نماز ادا کرنے کا ارادہ نہیں تو بجائے پیدل سفر کرنے کے سوار ہو کر آئے اور اس کے ذمہ کوئی قربانی نہیں ہے: البتہ اگر ان دونوں کے علاوہ کسی بھی مسجد میں نماز ادا کرنے کی نذر مانتا ہے۔ تو اسے وہاں نہیں جانا چاہیئے اپنی اقامت گاہ میں ہی نماز ادا کرنے کی نذر کا ایفا کرے۔ ان مسائل کا ذکر فقہ مالکیہ کی چھوٹی بڑی سبھی کتابوں میں موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مدینۃ الرسول بیت المقدس کی طرف سفر کرنا (جبکہ مقصدِ نماز ادا کرنا نہیں)، نہ تو کوئی نیکی کا کام ہے، نہ مستحب ہے اور نہ ہی اسے عبادت کہا جائے گا، بلکہ اس فعل کو ناجائز سمجھا جائے گا۔ اگرچہ وہ نذر ہی کیوں نہیں مانتا۔ بخاری شریف میں ہے کہ نیک کام کی نذر کو پورا کیا جائے اور نافرمانی کے کام کو چھوڑ دیا جائے۔ موطا امام مالک میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ پس امام مالک کے نزدیک جو شخص بیت المقدس صرف اس لئے جاتا ہے کہ وہاں انبیاء صلحاء کی قبروں اور آثار انبیاء کی زیارت کرے گا تو وہ شخص نافرمان ہے اور اگر نذر مانتا ہے تو نذر کو پورا نہ کرے۔ علیٰ ہذا القیاس جو شخص حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے لئے یا دیگر قبروں اور آثار انبیاء یا مسجد قبا کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو وہ بھی نافرمان ہے۔

قاضی عبدالوہاب کا قول

قاضی عبدالوہاب الفروق میں رقمطراز ہیں:

بیت اللہ کی زیارت کے لئے نذر ماننے والے انسان پر لازم ہے کہ وہ زیارت کے لئے جائے، لیکن مدینۃ الرسول، بیت المقدس جانے کی نذر ماننے والے انسان پر جانا لازم نہیں ہے۔ اگرچہ تینوں مقامات کی طرف قصد کرنے والا انسان تقرب الٰہی کا متلاشی ہوتا ہے، لیکن ان میں واضح فرق موجود ہے، جبکہ بیت اللہ کی طرف سفر کرنا نیک کام ہے۔ پس اس کا کرنا ضروری ہے، لیکن مدینۃ الرسول، بیت المقدس کی طرف جانے میں ان کی مسجدوں میں نماز پڑھنا اطاعت ہے؛ لہذا صرف جانے کی نذر ماننے سے جانا ضروری نہیں۔ ہاں ان کی مسجدوں میں نماز ادا کرنے کی نذر ماننے کی صورت میں جانا ضروری ہے۔ اگر مسجد میں نماز کے علاوہ کسی دوسری چیز کی نذر مانتا ہے، تب بھی جانا ضروری نہیں۔

قاضی عبدالوہاب کے قول کا نتیجہ

پس جب قاضی اخنائی کے امام قبر نبوی کی طرف سفر کرنے سے منع کر رہے ہیں، بلکہ نذر ماننے والے کو منع کر رہے ہیں کہ وہ معصیت کی نذر کو پورا نہ کرے۔ نہ صرف مالکی ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ جمہور ائمہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اس نذر کا ایفا نہ کرے، اس لئے کہ یہ نذر معصیت کی نذر ہے تو اس تصریح کے بعد قاضی اخنائی جیسے مفتری انسان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ائمہ اربعہ جمہور ائمہ خصوصاً اپنے مقتدیٰ امام مالک اور اس کے متبعین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دشمن اور مخالف کہے، جبکہ ان تمام نے تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف نماز ادا کرنے کے مقصد سے جانے کو بھی حرام قرار دیا ہے، حالانکہ

مسجدیں روئے زمین کے تمام قطعات سے عنداللہ محبوب قطعات ہیں صحیح حدیث میں ہے :

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال احب البقاع الی اللہ المساجد وابغضہا الی اللہ الاسواق ۔	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کے تمام قطعات میں سے اللہ کے ہاں بہترین قطعات مسجدیں اور مبغوض قطعات بازار ہیں۔

ظاہر ہے کہ لوگ مسجدوں میں ادائیگی نماز یا دعاؤں کے لئے جاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی بھی مسجد کی طرف سفر کرنا نہ تو باعث ثواب ہے اور نہ قرب الٰہی کا وسیلہ ہے، نہ اس کو مستحب کہا جائے گا، بلکہ بالاتفاق اس سفر کو حرام قرار دیا جائے گا۔ چہ جائیکہ انبیاء اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا جائے اور مزارات پر اپنے لئے دعائیں مانگی جائیں۔ شریعت محمدیہ میں اس سفر کو حرام کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر سے اپنی امت کو روک دیا ہے، جبکہ اہل کتاب کو اس فعل کی وجہ سے ملعون قرار دیا ہے اور امت محمدیہ کو اس برے فعل سے باز رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ پس سنت صحیحہ اور علماء امت کے اجماع کا تقاضا یہی ہے کہ انبیاء صلحاء کی قبروں کو مسجدیں نہ بنایا جائے ؛ البتہ بعض لوگ قبرستان میں نماز پڑھنے کو اس بنیاد پر مکروہ نہیں جانتے، جبکہ ظاہراً زمین پر کوئی نجاست موجود نہیں ہے، حالانکہ وہاں نماز پڑھنا لا تتخذوا القبور مساجد (قبروں کو مسجدیں نہ بناؤ) کے منافی ہے، لیکن صاحب قبر کی تعظیم کے پیش نظر وہاں مسجد تعمیر کرنا جس سے قبر بت خانہ کی حیثیت اختیار کر جائے۔ ایسی علت ہے جس کے پیش نظر مدینۃ الرسول اور کوفہ کے فقہا نیز شوافع حنابلہ کے فقہاء محدثین تین مسجدوں کے غیر کی طرف سفر کو اور قبروں پہ مسجدیں تعمیر کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں، بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سفر کو حرام کہتے ہیں، تو اس جاہل مفتری النسان کے قول کے مطابق شارع علیہ السلام کو بھی انبیاء کا مخالف اور معاند سمجھا جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

البتہ تینوں مسجدوں کے علاوہ دوسری مسجدوں میں بلا سفر نماز، دُعا کے لئے آنا عبادت ہے۔

قبروں پر دُعا کے لئے آنا

انبیاء صلحاء کی قبروں پر ادائیگی نماز یا دُعا کے لئے آنا کسی بھی امام کے ہاں مستحب نہیں۔ صحیح احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن اصحاب القبور کے لئے دُعا کرنا مقصود ہو، تو دعا کے لئے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان میں قبروں کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔

قبر نبوی کی زیارت

ہاں قبر نبوی کی زیارت سے لوگوں کو روکا گیا اور حجرہ عائشہ میں داخلہ سے منع کر دیا گیا۔ ارشاد نبوی ہے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔ ایک روایت میں میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بنانا اور جہاں کہیں سے بھی مجھ پر درود بھیجو گے، اسے میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ سلام کے بارے میں بھی اسی قسم کی حدیث آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کی قبر شریف کو خاص نہیں کیا تو درود وسلام کے لئے قبر شریف کو خاص کرنا ممنوع ہے۔ پس جو علماء اس سفر سے منع کرتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ فرض کیجئے اگر یہ علما اس سفر کو ممنوع قرار دینے میں خطا پر ہیں، تب بھی (چونکہ ان کا ارادہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی اطاعت کرنا ہے) ان کو انبیا کا دشمن اور مخالف نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ یہ لوگ انبیاء کے احکام کے پیرو کار ہیں۔ ان کے ارشادات کو تسلیم کرنے والے ہیں۔ سرًا جہرًا ان کی تعلیمات کو اپنے لئے ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن جب یہ علماء راہِ صواب پر ہیں۔ ظاہرًا باطنًا انبیاً علیہم الصلوٰۃ

والسلام کی موافقت کا دم بھرتے ہیں، تو پھر کیسے ان کو انبیاء کرام کا دشمن متصور کیا جا سکتا ہے۔

قبروں کی زیارت کے بارے میں امام شعبی نخعی ابن سیرین کا مسلک

جاننا چاہیئے کہ میں نے مطلقاً قبروں کی زیارت کو حرام نہیں کہا، لیکن اگر تسلیم کر لیا جائے کہ میں نے مطلقاً قبروں کی زیارت کرنے کو حرام کہا تو مجھے کہنا پڑے گا کہ یہ قول امام شعبی، نخعی، ابن سیرین کا ہے۔ ان کے اس قول کو دیگر ائمہ کے علاوہ ابن بطال بھی بخاری کی شرح میں ذکر کرتے ہیں۔ ان ائمہ کو بالاتفاق جلیل القدر تابعین کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔ پس اب ان پاکباز لوگوں کو انبیاء کا دشمن اور مخالف کیسے کہا جا سکتا ہے، جبکہ ان کی امانت اور دیانت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ پس ان وفاشعار جلیل القدر ائمہ کو دشمن قرار دینے والا در حقیقت خود انبیاء کا دشمن ہے؛ تاہم اس مسئلہ میں اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں، بلکہ راقم الحروف پر اعتراض کرنے والا انسان بھی اعتراف کرتا ہے کہ اوّلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع فرما دیا تھا، تو کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو حرام قرار دیا تھا تو آپ بھی انبیاء کے دشمن تھے، اسی طرح تمام وہ شریعت جو منسوخ ہو چکی ہے، اس میں انبیاء کی مخالفت اور ان کی دشمنی کا قطعاً کچھ شائبہ موجود نہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی ایسے حکم کو کبھی شریعت نہیں کہا جا سکتا جس سے انبیاء کی دشمنی اور مخالفت لازم آئے، بلکہ تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا ضروری ہے، جبکہ توحید ان کا مشترک مسئلہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے؛

انا معاشر الانبیاء ہمارا انبیاء کی جماعت کا دین

دینناواحد۔ ایک ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ (مومنون) ۵۱

اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل نیک کرو۔

اکثر مفسرین نے امّتہ واحدہ کا معنی ملّتِ واحدہ نیز دین واحد کیا ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیّین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ (آل عمران) ۸۱

اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے، تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔

پس درج ذیل آیت میں متقدمین پیغمبروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بعد میں آنے والے آخر الزماں پیغمبر پر ایمان لائیں جیساکہ متاخرین لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ متقدم تمام پیغمبروں پر ایمان لائیں معلوم ہوا کہ جس کام کو ایک دفعہ شارع علیہ السلام نے مشروع قرار دیا اگرچہ پھر اس کو منسوخ بھی کر دیا، تب بھی اس فعل میں مقصود انبیاء کی عداوت نہیں ہے، جیساکہ اس فعل سے مقصود کبھی شرک نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اللہ پاک نے شرک کو کبھی مشروع قرار نہیں دیا، اسی طرح انبیاء کرام کی دشمنی والے فعل کو بھی کبھی مشروع نہیں فرمایا۔ البتہ منسوخ کو منسوخ تسلیم کرتے ہوئے استدلال کرنا نہ صرف یہ کہ انبیاء کی مخالفت اور دشمنی کے مترادف ہے، بلکہ انبیاء کرام کے ساتھ کفر کرنا اور ان کی تکذیب کرنا ہے۔

قبر کی زیارت سے مقصود صاحب قبر سے دعا کرنا شرک ہے

قبروں کی زیارت کے لئے آنے والے بعض جاہل گمراہ لوگ اس خیال سے آتے ہیں کہ انبیاء صلحا کی قبروں کی زیارت کرنا ان کے حقوق میں داخل ہے۔ تمام لوگوں کے لئے وہاں آنا ضروری ہے۔ انبیاء کے ساتھ ایمان لانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے ان کی جاہ و منزلت کا خیال رکھا جاتے۔ جب کوئی زائر انسان عجز و نیاز کے ساتھ ان سے مانگتا ہے، تو ان کی سفارش یا ان کی قدر و منزلت کی وجہ سے وہ اپنے گوہر مقصود کو پالیتا ہے۔

بعض فلسفہ گزیدہ متصوفین کا خیال ہے کہ انبیاء کرام کی قبروں کی طرف سے زائر انسان پر دعا مانگنے سے فیضان ہوتا ہے اور اس کا مقصود حل ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اصحاب قبور کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا جیسا کہ سورج کی شعائیں پانی میں نمودار ہوتی ہیں اور پانی کی وساطت سے وہی شعائیں دیوار پر بھی منعکس ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان شعاعوں کے منعکس ہونے کا سورج کو کچھ علم نہیں ہے۔

لیکن اس مقصد سے انبیاء اور غیر انبیاء کرام کی قبروں کی زیارت کرنا شریعت اسلامیہ کی روح کے منافی ہے۔ کتاب اللہ سنتِ رسول اللہ میں کوئی نص صریح موجود نہیں جس سے استدلال کیا جاسکے کہ انبیاء کرام کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے کہ ہم زیارت نہ کرنے والوں کو منکر اور کافر قرار دیں اگر فرض کیا جائے کہ نص صریح تو موجود ہے، لیکن جو شخص اس کی مخالفت کر رہا ہے، وہ نص صریح کو جانتا نہیں یا اس پر غیر نص کو ترجیح دیتا ہے تو ایسے شخص کو انبیاء کرام کا مخالف اور دشمن نہیں کہا جا سکتا۔ پس انبیاء کرام کی قبروں کی زیارت سے مقصود ان سے کچھ مانگنا ہے، تو یہ وطیرہ مشرکین کا تو ہوسکتا ہے۔ موحدین کا نہیں، نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اس کو

مشروع قرار دیا اور نہ ہی صحابہ تابعین ائمہ کرام نے اس کو مستحسن قرار دیا اور نہ خود ہی اس غرض سے انبیاء کرام کی قبروں پر حاضر ہوئے۔ متواتر مشہور حدیثیں ان لوگوں کو ملعون کہہ رہی ہیں، جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں، تو وہ لوگ کیسے ملعون قرار نہیں دیئے جائیں گے جو قبروں والوں سے دُعائیں کرتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔ (آل عمران) ۸۰

اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنالو بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے۔

مشرکین کی تین قسمیں

قسم اوّل، وہ لوگ جو اس لئے اللہ پاک کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں تاکہ وہ ان کی سفارش کریں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ویعبدون من دون اللہ مالا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاءِ شفعاؤنا عند اللہ۔ (یونس) ۱۸

اور یہ (لوگ)، خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ ہی کچھ بھلا کر سکتے ہیں اور کہتے ہیں خدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

قسم ثانی . . . لوگ، جو غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں ان کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ (زمر) ۳

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا کوئی ولی بنایا (انہوں نے کہا)، ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہم کو اللہ

کے قریب کر دیں۔

قسم ثالث: وہ لوگ جو معبودانِ باطلہ سے اس شدت سے محبت کرتے ہیں جس شدت سے اللہ پاک سے محبت کرنی چاہیئے۔ ان کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ (بقرہ، ۱۶۵)	اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر خدا کو شریک (خدا) بناتے اور ان سے خدا کی سی محبت کرتے ہیں، لیکن جو ایمان والے ہیں، وہ خدا ہی کے سب سے زیادہ دوستدار ہیں

لیکن قرآن پاک میں جا بجا ان تینوں قسم کے مشرکین کے نظریات کی تردید موجود ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا۔ اولئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذوراً۔ (بنی اسرائیل، ۵۷)	کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے ان کو بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (خدا کے سوا) پکارتے ہیں۔ وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

قل ادعوا الذین زعمتم من	کہہ دو کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) خیال

دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر۔ (سبا) ۲۲

کرتے ہو، ان کو بلاؤ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ ان میں ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں جنّوں انسانوں کی سفارش

جنّ و انس تو بارگاہِ الٰہی میں ان مشرکین کی کیسے دادرسی کر سکتے ہیں، جبکہ فرشتے فیصلۂ خداوندی کے وقت جلالِ خدائی کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں، جب ہوش میں آتے ہیں تو انہیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ پاک نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ پس کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ امور کے تصفیہ سے قبل اللہ پاک کے پاس کسی کی سفارش کر سکتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہٖ مشفقون (انبیاء) ۲۸

اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے، مگر اس شخص کی جس سے خدا خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتھم شیئًا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ (النجم) ۲۶

اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں، جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی، مگر اس وقت کہ خدا جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔

پس یہ سمجھنا کہ ان پاکباز لوگوں کی قبروں کی طرف سفر کرنا ہم سب پر فرض ہے، کسی مسلمان کلمہ گو انسان کے لئے زیب نہیں دیتا، جبکہ مسجد نبوی مسجد اقصیٰ کی طرف اگرچہ سفر کرنا مشروع ہے لیکن اس سفر کو کسی نے بھی واجب نہیں کہا تو انبیاء صلحاء کی قبروں کی ان کے

آثار کی طرف سفر کو کیسے واجب کہا جا سکتا ہے، اسی لئے کسی عالم دین نے نہ اس سفر کو واجب ہی کہا اور نہ ہی مستحب قرار دیا ہے، بلکہ سلف صالحین متقدمین محدثین نے اس سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ البتہ متاخرین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اس کو بغیر کسی فضیلت کے جائز قرار دیتا ہے۔ دوسرا گروہ اس سفر کو ممنوع قرار دیتا ہے؛ چنانچہ مرفوع حدیثیں، اقوالِ صحابہ متقدمین، محدثین اس سفر کو معصیت کا سفر کہتے ہیں۔ مرفوع حدیث میں تین مسجدوں کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف شد رحال کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس حدیث میں اگرچہ بظاہر صیغہ خبر کا لفظ ہے، لیکن معناً نہی ہے لیکن بعض لوگوں کا یہ کہنا (کہ اس میں نہی کا معنی نہیں ہے۔ صرف سفر کی فضیلت کی نفی ہے) بالکل غلط ہے' اس لئے کہ ابوسعید خدریؓ کی حدیث نفی کے صیغہ کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ صراحتاً نہی کا صیغہ مستعمل ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو:

عن قزعة عن ابی سعید قال سمعت منہ حدیثا فاعجبنی فقلت له انت سمعت هذا من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال فاقول علیہ مالم اسمع؟ سمعته یقول لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجدی هذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصٰی وسمعته یقول لا تسافر المرأة یوما من الدهر الا ومعها زوجها

قزعہ ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس سے ایک حدیث سُنی جس سے مجھے تعجب ہوا، تو میں نے ان سے پوچھا کہ واقعتاً تم نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں آپ کی طرف ایسی بات کی نسبت کر سکتا ہوں جس کو میں نے آپ سے نہیں سنا؟ میں نے آپ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف شدِ رحال کرو نیز میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے کہ کبھی

او ذو محرم منها۔ کوئی عورت اپنے خاوند یا محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے۔

مذکورہ حدیث میں صراحتاً نہی کا صیغہ مستعمل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص تین مسجدوں کے غیر کی طرف سفر کرنے کو جائز یا مکروہ کہتا ہے، وہ خطا کار ہے۔ لہٰذا جب یہ سفر نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ ممنوع ہے تو اس سفر کو صلحاء اہل قبور کے حقوق سے قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ اس بات کا ذکر کہیں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر کو واجب کہا ہو اور اپنے بندوں کو اس کے کرنے کا حکم دیا ہو۔

پس اگر کوئی شخص مسلمانوں کو ایسے فعل سے روکتا ہے جس کو صلحاً اہلِ قبور کے حقوق میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان اہلِ قبور نے اپنی زندگی میں اس فعل کو واجب کہا تو اس فعل سے روکنے والوں کو صلحاء کا دشمن اور مخالف کیسے کہا جاسکتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شخص ان کاموں کا حکم دے رہا ہے، جن کاموں کا حکم ان انبیاء اور صلحاً نے اپنی زندگیوں میں دیا اور جن کاموں سے انہوں نے روکا، ان سے روک رہا ہے۔ ان کی اتباع اور اطاعت میں پیش پیش ہے تو ان کی متابعت اور اطاعت کے ہوتے ہوتے یہ شخص ان کا دشمن کیسے ہوسکتا ہے۔ مزید برآں ظاہر ہے کہ یہ شخص اپنے رسالہ میں علماء کے اقوال اور ان کے دلائل کا ذکر کرتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ سلف صالحین اس سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

امام مالک اور دیگر علماً

پس قاضی اخنائی جو کہ مسلکاً مالکی ہے، اس کی جہالت کا اس سے زیادہ روشن ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ شخص اس انسان کو کافر کہنے سے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا جس کا نظریہ امام مالک کے قول کے مطابق ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ مالکی ہو یا غیر مالکی

اس کی گمراہی اور جہالت کے لئے کافی ہے کہ وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ہدفِ تنقید بناتے، جبکہ تمام اہل اسلام کا امام مالک کے علم و فضل قدر و منزلت پر اجماع ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے دور میں ان جیسا کوئی دوسرا عالم دین نہ تھا، چنانچہ ترمذی اور دیگر حدیث کی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

یوشك ان یضرب الناس اكباد الابل فی طلب العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینة قال غیر واحد كانوا یرونه مالك بن انس۔	علم کے متلاشی بہت جلد ہی علم کی تلاش میں اونٹوں کو مارتے ہوئے نکلیں گے، لیکن مدینہ کے عالم سے کوئی بڑا عالم نہ پاسکیں گے اکثر علماء کا قول ہے کہ اس عالم سے مراد مالک بن انس ہیں۔

پس اگر امام مالک اور ان کے تلامذہ کے خلاف بعض ائمہ اسلام رائے رکھتے ہیں، تو اس مخالفت سے یہ کب لازم آتا ہے کہ امام مالک اور ان کے تلامذہ کے مخالفین پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتے اور انہیں انبیاء علیہم السلام کا دشمن اور مخالف کہا جاتے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مشہور ائمہ اسلام ان کے مخالف رائے نہیں رکھتے ہیں اور معدودے چند جو ائمہ مخالفت کر رہے ہیں، ان کا مقصود بس اتنا ہے کہ روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر جائز ہے یا زیادہ سے زیادہ مستحب ہے اور اس کے مخالف رائے رکھنے والے ائمہ کو انبیاء کا دشمن مخالف قرار دینے والے لوگ نہ صرف یہ کہ وہ جہالت کے بحرِ عمیق میں ڈوبے ہوئے ہیں، بلکہ انہیں بہ نسبت مسلمانوں کے عیسائیوں کے ساتھ زیادہ مماثلت ہے۔

قاضی القضاۃ اسماعیل بن اسحاق کا قول

معتضد باللہ خلیفہ عباسی کے عہدِ اقتدار میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز اور جلیل القدر عالم تھے، وہ اپنی کتاب المبسوط میں رقم طراز ہیں:

مدینۃ الرسول میں رہنے والے لوگ اگر مسجد قبا کی طرف جانے اور اس میں نماز پڑھنے کی نذر مانتے ہیں، تو ان کے لئے جائز ہے، اس لئے کہ قبا جانے کے لئے انہیں سواری استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کی طرف سواری استعمال کرتے ہوئے سفر کی صعوبتیں اٹھانا جائز نہیں۔

امام مالک کا قول

(سائل) کیا روضہ نبوی کی زیارت کی نذر ماننا جائز ہے ؟

(جواب) مسجد نبوی کی زیارت کی نذر ماننا جائز ہے، لیکن روضہ نبوی کی زیارت کی نذر ماننا جائز نہیں، اس لئے کہ معصیت کی نذر کو پورا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی مسجد کی زیارت کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ مالکی مذہب کی مشہور کتاب المدونۃ میں مذکور ہے کہ صرف مدینۃ الرسول یا بیت المقدس شہر کی طرف جانے کی نذر ماننا جائز نہیں؛ البتہ ان دونوں مسجدوں میں نوافل ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے یا مسجد نبوی اور مسجد ایلیا کی زیارت کی نذر ماننا ہے، تو اس کے جواز میں کچھ شک نہیں۔ اگرچہ دوسری صورت میں نوافل ادا کرنے کا بھی ارادہ نہیں رکھتا، تب بھی جائز ہے اس لئے کہ نذر میں ان مسجدوں کے نام لینے کا مطلب ان میں نوافل ادا کرنے کو مستلزم ہے اور دیگر مساجد کی طرف نماز کی نذر ماننے والے انسان کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ ان مسجدوں کی طرف نہ جائے، بلکہ وہیں اپنی اقامت گاہ میں ہی نفل ادا کرے۔ نیز کسی شہر، روضہ نبوی شہیدوں کی قبروں، بقیع الغرقد قبرستان، بیت المقدس کی قبروں آثار انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نذر ماننا صخرۃ بیت المقدس کو چومنا، اس پر ہاتھ پھیرنا اس کا طواف کرنا ذی الحج کی نویں تاریخ، وہاں وقوف کرنا نا جائز ہے، جبکہ جاہل قسم کے لوگ اس کو عبادت تصور کرتے ہیں۔ البتہ مسلمانوں کا قریب کے قبرستان کی زیارت کرنا اور ان

کے لئے استغفار اور دعا کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے، جبکہ قبرستان بستی کے قریب ہے اور وہاں پہنچنے کے لئے سواری وغیرہ کی ضرورت نہیں اور اگر قبرستان کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو یہ سفر ناجائز ہے اور ایسے سفر میں نماز قصر کرنا بھی جائز نہیں۔ البتہ ابن عبدالبر نے تین مسجدوں کے ماسوا کی طرف سفر کو جائز قرار دیا ہے۔ اگرچہ نذر ماننے کی صورت میں یہ سفر تقرب الٰہی کا باعث نہیں۔ امام مالک کے اکثر تلامذہ اس سفر کو حرام قرار دیتے ہیں۔

قاضی عیاض کا قول

نذر تطوع کی شکل میں بھی تین مسجدوں کے ماسوا کی طرف سفر کرنا جائز نہیں۔ امام ابوالولید باجی نے مسجد قبا کی طرف سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

قاضی عبدالوہاب بغدادی مالکی کا قول

بیت الحرام مسجد بیت المقدس کی طرف جانے کی نذر ماننا درست ہے اور اس کا ایفا ضروری ہے، لیکن مدینۃ الرسول اور مدینہ بیت المقدس اور مکۃ مکرمہ کی طرف جانے کی نذر ماننا جائز نہیں، اس لئے کہ شرعاً اس کو عبادت نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ اعتکاف یا تعلیم و تعلم کی نیت سے جانا اور سفر کرنا درست ہے، اس لئے کہ اعتکاف اور تعلیم و تعلم کے لئے نماز پڑھنا لازم ہے اور نماز پڑھنا عبادت ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف سفر کرنا اور جانے کی نذر ماننا جائز نہیں۔

ابوالقاسم بن جلاب کا قول

تفریع میں ہے مدینۃ الرسول یا بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی نذر ماننا جائز

ہے اور اس کا ایفا ضروری ہے اور تین مسجدوں کے ماسوا کسی بھی مسجد کی طرف سفر کرنے کی نذر ماننے کی صورت میں اگر مسجد قریب ہے، سواری کی ضرورت نہیں ہے تو مسجد میں جا کر نماز ادا کر کے نذر کا ایفا کرے اور اگر مسجد دور ہے اور سواری کے بغیر پہنچنا مشکل ہے، تو پھر نہ جائے وہیں اپنی اقامت گاہ میں نماز ادا کرے اور بوجہ نذر کے نہ پورا ہونے کے اس پر کوئی کفارہ یا جرمانہ نہیں ہے۔

محمد بن مواز کا قول

مدینۃ الرسول مدینہ بیت المقدس کی طرف نماز کی نیت سے سفر کرنا مستحب نہیں، جمہور مالکیہ اس سفر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ابن بشیر اور علامہ قیروانی اور دیگر مالکیہ کا بھی یہی قول ہے پس معلوم ہوا کہ امام مالک اور ان کے اتباع اس بات کے قائل ہیں کہ اہل مدینہ کے ماسوی لوگوں کے لیے قبر نبوی اور بقیع الغرقد قبرستان کی زیارت کے لئے آنا جائز نہیں جبکہ اہل مدینہ کے لئے قبر نبوی اور بقیع الغرقد قبرستان کی زیارت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد قبرستان کی زیارت فرماتے اور ہر ہفتہ قبا میں کبھی سواری پر اور کبھی پیدل تشریف لے جاتے۔

اہل مدینہ کے لئے قبر نبوی کی زیارت کا حکم

اہل مدینہ کے لئے شرعاً جائز نہیں کہ وہ حجرۂ عائشہ صدیقہ کے باہر کھڑے ہو کر قبر نبوی کی زیارت کرتے ہوئے سلام اور دُعا کریں۔ ظاہر ہے کہ سابقین اوّلین مہاجرین وانصار خلفاء راشدین اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام جب نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد نبوی میں آتے تو نہ قبر نبوی کا رُخ کرتے اور نہ وہاں وقوف کرتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اہل مدینہ کے لئے جب ماسوئے تین مساجد کے کسی مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں، تو قبر نبوی کی زیارت

کو کیسے مشروع قرار دیا جا سکتا ہے کسی مسجد، خانہ خدا کی زیارت سے قبر نبوی کی زیارت کو بہتر قرار نہیں دیا جا سکتا؛ چنانچہ امام مالک اور دیگر جلیل القدر ائمہ اہل مدینہ کے لئے قبر نبوی پر وقوف اور سلام کو مکروہ جانتے ہیں۔ صحابہ کرام کا طرز عمل خلافت راشدہ کے دور میں یہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاتے تھے۔ اسی طرح ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما وفات تک نماز کی ادائیگی کے لئے حاضر ہوتے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ، محصور ہونے تک مسجد نبوی میں حاضر ہوتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، جب تک مدینۃ الرسول میں مقیم رہے، مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی کے لئے آتے رہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام تابعین عظام بھی مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرتے رہے لیکن ان میں سے کوئی انسان بھی نماز کی ادائیگی کے علاوہ قبر نبوی پر حاضری دیتے اور نہ ہی وہاں کھڑے ہو کر دعا کرتے۔ اگر وقوف کرنا جائز ہوتا تو شمع رسالت کے یہ پروانے وہاں حاضری دیتے اور کثرت کے ساتھ آپ کی قبر شریف پر زائرین کا تانتا بندھا رہتا اور کتب سیر و تواریخ میں اس کا تذکرہ ملتا، لیکن سیر و سوانح کی کتابیں خاموش ہیں۔ ان میں یہ تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص سفر سے مراجعت فرماتے تو اس کے لئے قبر شریف پر وقوف کرنا اور سلام کہنا جائز ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اس کی شہادت پیش کر رہا ہے۔

قاضی عیاض کا قول

قاضی عیاض مبسوط سے امام مالک کا قول پیش کرتے ہیں کہ اہل مدینہ جب مسجد نبوی میں داخل ہوں تو ان کے لئے قبر نبوی پر حاضری دینا ضروری نہیں، البتہ جو لوگ دور دراز سے آئیں۔ ان کے لئے قبر نبوی پر حاضری دینا اور سلام کہنا جائز ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جب سفر سے واپس وطن لوٹتے، تو قبر نبوی اور قبر شیخین پر حاضر ہو کر السلام علیک

یارسول اللہ السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا ابت کہتے۔ چنانچہ اس واقعہ کو قاضی اسماعیل بن اسحاق کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں سند کے ساتھ لاتے ہیں۔

اعتراض: امام مالک کا باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے قبر شریف پر حاضری کی اجازت دینا ان کے اس قول کے منافی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ قبر شریف کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔

جواب: وہ لوگ جو مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں، ان کے لئے قبر نبوی پر حاضر ہونا اور سلام کہنا جائز ہے، جیسا کہ ان کا مسجد قبا میں جانا بقیع الغرقد قبرستان اور شہداء احد کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے، لیکن اگر وہ لوگ بقیع قبرستان شہداء احد یا مسجد نبوی کے علاوہ دیگر کسی مقام کی زیارت کے لئے سفر اختیار کریں تو ان کا سفر کرنا شرعاً جائز نہیں، ہاں اگر کوئی شخص مدینۃ الرسول کا سفر تجارت یا طلب علم یا کسی اور مقصد کے پیش نظر کرتا ہے، تو اس کے لئے مسجد نبوی میں جانا اور قبر نبوی پر حاضری دینا اور سلام کہنا جائز ہے اور یہ رخصت باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے ہے۔ اہلِ مدینہ کے لئے نہیں جیسا کہ باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے نفل نماز کا مسجد نبوی اور مسجد الحرام میں ادا کرنا مستحب ہے، لیکن اہلِ مدینہ کے لئے گھروں میں نوافل ادا کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ امام مالک فرماتے ہیں کہ باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے میرے نزدیک بہ نسبت گھروں کے مسجد نبوی میں نوافل ادا کرنا زیادہ محبوب ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ہزار نماز کے برابر ہے اور مدینۃ الرسول کے باشندے فرض نماز ہمیشہ مسجد نبوی میں ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ نوافل گھروں میں ادا کریں۔ صحیح حدیث میں ہے فرض نماز کے علاوہ نفل نماز کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ نیز فرمایا کہ اے لوگو تم عورتوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے سے نہ روکو، اگرچہ ان کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور باہر سے آنے والے لوگ فرض نمازوں کے

اوقات کے علاوہ فارغ وقتوں میں نوافل کثرت کے ساتھ مسجد نبوی میں ہی ادا کریں، جیسا کہ مسجد الحرام میں باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے بہ نسبت نوافل کے کثرت کے ساتھ طواف کرنا مستحب ہے۔

ابن القاسم کا قول

باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے میرے نزدیک بہ نسبت نوافل کے طواف کرنا زیادہ محبوب ہے، اس لئے کہ ان کو ہر وقت کرنا ممکن نہیں، جبکہ اہل مکہ کے لئے تمام اوقات میں طواف کرنا ممکن ہے۔ البتہ جب کبھی اہل مکہ باہر سفر پر جائیں، تو واپس وطن پہنچنے پر عمرہ ادا کریں۔ عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے: اے اہل مکہ تمہارا عمرہ بیت اللہ کے طواف کرنے کا نام ہے۔ امام احمد بن حنبل عبداللہ بن عباس کے قول کے مطابق اہل مکہ کے علاوہ لوگوں پر عمرہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ وہ سفر پر چلتے وقت عمرہ کے وجوب کے قائل نہیں تھے: البتہ سفر سے واپسی پر عمرہ ادا کرتے تھے ظاہر ہے کہ جو شخص سفر سے واپس مکہ مکرمہ آتا ہے۔ اس کے لئے بعض اعمال مستحب ہیں جو دوسرے لوگوں کے لئے مستحب نہیں ہیں: چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ سفر سے واپسی پر آپ مسجد نبوی میں دو رکعت نفل ادا کرتے، لیکن جب سفر پر روانہ ہوتے۔ اس وقت مسجد نبوی میں نوافل ادا کرنے کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے طواف قدوم میں رمل مستحب ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے عمروں کی ادائیگی اور حجۃ الوداع میں رمل کیا، لیکن چونکہ اہل مکہ نے طواف قدوم نہیں کرنا ہے، اس لئے ان کے طواف میں رمل بھی نہیں ہے جیسا کہ طواف میں اضطباع[1] جمہور محدثین ابوحنیفہ، شافعی، احمد کے نزدیک مستحب ہے، لیکن امام مالک اس کو سنت بھی قرار نہیں دیتے، اسی طرح عبداللہ بن عمر سے جو منقول ہے کہ وہ ب

[1] یعنی احرام میں چادر کے دائیں کنارے کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

سفر سے واپس آتے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر وقوف کرتے اور سلام کہتے تو اس کو مسافر کے ساتھ خاص کیا جاتا کہ وہ سفر سے واپسی پر آپ کو تحیہ ارسال کر رہا ہے جیسا کہ طواف قدوم کا نام طواف تحیہ ہے اور پھر طواف میں رمل اور اضطباع مستحب ہیں، لیکن اہلِ مکہ کے لیے طواف قدوم، رمل، اضطباع طوافِ وداع کچھ بھی مشروع نہیں۔ پس مسافروں اور مکہ میں مقیم لوگوں کے درمیان احکام میں جو تفریق شارع علیہ السلام سے ثابت ہے، شریعت میں اس کی نظیریں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ جیسا کہ ہم نے متعدد نظیروں کو ذکر کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث ردّ اللہ علیّ روحی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یسلم علی الارد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو اللہ پاک مجھ پر میری روح واپس کرتے ہیں۔ پس میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

یہ روایت اگرچہ ابوداؤد میں ہے، لیکن مسلم کی شرط پر ہے۔ اس کی سند میں ابوصخر حمید بن زیاد مختلف فیہ راوی ہے۔ ابن معین نے اس کو ضعیف کہا۔ نسائی نے کبھی ثقہ کہا اور امام احمد نے بھی ضعیف کہا ۔ امام مالک، احمد بن حنبل، دیگر ائمہ عبداللہ بن عمر کے فعل کو حجت گردانتے ہیں، جبکہ امام احمد، ابوداؤد، ابن حبیب اور دیگر ائمہ نے ابوہریرہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ ائمہ کے اختلاف اور ان کے دلائل کی تفصیل اپنے مقام پر ذکر کی جائے گی۔ پس اصل مقصود یہ ہے کہ امام مالک اور دیگر ائمہ متفق ہیں کہ تین مسجدوں کے ماسوی نہ مسجد نہ کوئی شہر بلکہ مدینۃ الرسول اور روضۂ نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا

ناجائز ہے۔ عام مسجدیں بحکم حدیث نبوی پسندیدہ مقامات ہیں، جب ان کی طرف سفر کرنے کی اجازت نہیں تو قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے میں فضیلت تو کجا شرعاً مستوجب عقاب ہے۔ نیز تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص مدینۃ الرسول میں یا شہدائے احد یا بقیع الغرقد قبرستان کی زیارت کی نذر مانتا ہے، تو اس کو شرعاً یہ نذر پوری نہیں کرنی چاہیئے بلکہ امام مالک تو اس نذر کو معصیت کی نذر قرار دیتے ہیں، لیکن اگر مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی نذر مانتا ہے، تو اس صورت میں بھی نذر کا ایفا ضروری نہیں؛ چنانچہ امام ابوحنیفہ عدم وجوب ایفا کے قائل ہیں اور امام مالک، احمد بن حنبل وجوب کی طرف گئے ہیں۔ پس ائمہ کرام کا مسلک صحیح حدیث کے موافق ہے کہ مدینۃ الرسول کی طرف مسجد نبوی کی زیارت اور نماز کی ادائیگی کے لئے جانا جائز اور بقیع قبرستان عام قبریں اور روضہ نبوی کی زیارت کے لئے جانا ناجائز ہے اور جن مقامات کی زیارت بلا سفر اہل مدینہ کے لئے مستحب ہے۔ جب ان کی زیارت سے اہل مدینہ کے غیر کو منع کر دیا گیا ہے، تو پھر روضہ نبوی جس کی زیارت کرنا اہل مدینہ کے لئے درست نہیں، تو غیر اہل مدینہ کے لئے اس کی زیارت کے لئے سفر کرنا بالاولیٰ ناجائز ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام و احترام کے پیش نظر آپ کو دیگر تمام انبیاء پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور چند خصوصیات اور امتیازات سے نوازا ہے؛ چنانچہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ آپ کی رسالت کا اقرار کرے، بلکہ آپ کے ساتھ محبت و مودت کے رشتہ کو مضبوط تر بناتا ہوا دین اسلام کے جملہ اوامر و نواہی میں آپ کی اطاعت کرے اور آپ کے ساتھ رشتہ موالات کو اتنا گہرا کرے، یہاں تک کہ خواہ روئے زمین کے کسی بھی مقام میں آباد ہو، وہیں سے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا

سلسلہ جاری رکھے اور پانچوں فرض نمازوں کی اذان کے بعد بارگاہِ خداوندی میں آپ کے لئے وسیلہ کے عطیہ کی دُعا کرتا رہے۔ نیز آپ کے فضائل و مناقب اور محامد کا ہمیشہ تذکرہ کرتا رہے اور تمام دنیا کو اس بات سے روشناس کرادے کہ اہلِ زمین پر تمام نعمتوں سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنا ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے نفس پر بھی آپ کو مقدم رکھیں اور اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب تک کہ والدین، اولاد تمام لوگوں سے زیادہ بلکہ اپنے نفس سے بھی زیادہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ رکھے۔ پس آپ کے جملہ حقوقِ احترامات اس بات کے متقاضی ہیں کہ نہ صرف یہ کہ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ آپ کی قبر شریف پر حاضری دی جائے، بلکہ تمام روئے زمین جہاں بھی مسلمان آباد ہوں، وہیں سے مسلسل آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے رہیں اور قطعاً جائز نہیں کہ روضۂ رسول پہ پہنچ کر تو سکونِ قلب اور خشوع خضوع کے ساتھ آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرے اور اپنے گھر میں اس عقیدت اور احترام کو ملحوظ خاطر نہ رکھے، جیسا کہ عام طور پر عوام الناس جس محبت عقیدت کا اظہار روضۂ رسول کے سامنے کرتے ہیں دوسرے مقامات پر یہ منظر دیکھنے میں نہیں آتا، جب اپنے گھروں میں ہوتے ہیں، حقیقت بین نگاہوں سے اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ صورت حال آپ کی عظمت شان میں کوتاہی کے مترادف ہے اور وہ انسان بڑا بدنصیب، کمزور ایمان والا ہے جو اس طرح کے فرق کو روا رکھتا ہے۔ گویا کہ اس شخص نے احترام رسول میں جب وہ منظر نہ پیش کیا جو آپ کی قبر شریف پر پیش کرتا ہے تو وہ انسان شرعاً ایک واجب کے ترک سے گناہگار یا ایک مستحب کے ترک سے درجات میں نقصان کا مرتکب قرار دیا جائے گا اور جس شخص کو اللہ پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و سرشاری سے نوازا ہے۔ وہ جس طرح روضۂ رسول کے سامنے تعظیم و تبجیل میں کوتاہی نہیں دکھاتا، اسی طرح اپنے شہر گاؤں بستی میں آپ کی ثناء و تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے اور

آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا رہتا ہے۔ دونوں حالتوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ یہ انسان کس قدر خوش قسمت ہے اور اس پر اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے۔ کون ہے جس کے قلب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت صحابہ کرام اور تابعین عظام سے زیادہ ہو لیکن ان کے بارے میں کسی تاریخی ثقاہت کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بہ نسبت دور ہونے کے ان کی محبت میں اضافہ ہوا ہو یا آپ کی تعریف وتوصیف میں انہوں نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہو اسی لئے ان کا آپ کی قبر شریف پر آنا جانا کبھی کبھی ہوتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کے حقوق وآداب کو ہر جگہ پر مساوی رکھنا چاہیئے۔ اور اس میں کوتاہی نہ آئے، وہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ آپ کی قبر شریف کو میلہ گاہ بنایا جائے اور اس کو خصوصیت کے ساتھ مزار کی حیثیت دی جائے، وہ ہر وقت خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں اس صورت میں اسلام کے دائرہ سے نکل کر مشرک اور قبر پرست نہ بن جائیں اور آپ کی قبر مبارک بت کی حیثیت نہ اختیار کر جائے۔ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کی قبر مبارک شعائر اللہ اور مشاعر حج کی حیثیت نہیں رکھتی، جبکہ مشاعر حج کو عبادت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔ یقیناً ان مشاعر کی تعظیم اور وہاں حاضری دینے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ احترامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امکنہ میں مساوی ہے۔ اس لئے اس میں فرق روا رکھنا شرعاً جائز نہیں۔ پس جو شخص آپ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر آپ کی تعظیم زیادہ کر رہا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اپنے شہر میں آنحضرت کی تعظیم میں کوتاہی کر رہا ہے۔ اس کا یہ طرزِ عمل آپ کی عظمت وسیادت کے منافی ہے۔ صحابہ کرام میں سے صرف عبداللہ بن عمر منفرد ہیں کہ وہ آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتے، سلام وصلوٰۃ کا ہدیہ بھیجتے۔ دیگر صحابہ کرام کا عمل ان کے خلاف ہے۔ یہاں تک ان کے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے مخالف ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر سے کہیں زیادہ حقوق مصطفےٰ کی نگہداشت کرنے والے ہیں اور تدین وتقدس میں اونچا

درجہ رکھتے ہیں اور جب لوگوں کو دیکھا کہ وہ قصداً اس مقام پر نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں، جہاں آنحضرت نے اتفاقاً نماز ادا فرمائی، تو آپ لوگوں کو وہاں جانے سے روکتے ہیں اور شجرہ بیعت الرضوان کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتے ہیں تاکہ وہ میلہ گاہ کی حیثیت نہ اختیار کر جاتے۔

زیارتِ قبور کن مقاصد کے تحت مشروع ہے

یہ امر تو فیصلہ شدہ ہے کہ قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ البتہ بلاسفر قبروں کی زیارت کرنا جائز اور مستحب ہے۔ زیارت کرنے سے مقصد میت کے لئے مغفرت کی دُعا کرنا حصولِ ثواب اور عبرت حاصل کرنا ہے۔

انبیاء کی قبروں کی زیارت کرتے وقت زائرین کا متواضع ہونا اور ان کی عظمت کا تصور کر کے استسلام و انقیاد کا والہانہ اظہار کرنا سرنگوں ہونا اور ان کے جاہ و جلال کے پیش نظر ان سے حصولِ برکت کی تمنا کرنا اس خطرہ کی غمازی کرتا ہے کہ کہیں اس سے شرک کے عمیق گڑھے میں نہ گر جائیں۔ البتہ بعض اوقات زائر صاحبِ قبر سے زیادہ عظمت والا ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ بقیع شہدائے احد اور اپنی والدہ سے زیادہ عظمت والے تھے، لیکن ان کی قبروں کی زیارت فرماتے اور بعض صورتوں میں زائر کا مقام صاحبِ قبر سے کم ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ کرام سابقینِ صحابہ جو کہ ان سے یقیناً افضل تھے، ان کی قبروں کی زیارت فرماتے اور کہتے :

السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین و انا انشاءاللہ بکم للاحقون نسئال اللہ لنا ولکم العافیۃ۔	مومنوں مسلمانوں کی ان آبادیوں پر سلام ہو مشیتِ ایزدی کے تحت ہم بھی ان سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ ہم اللہ پاک سے ان کے لئے اور اپنے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں

دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ پاک ہمارے متقدمین اور متاخرین پر رحم فرمائے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ تو ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ فرمانا اور ہمیں ان کے بعد فتنے میں مبتلا نہ کرنا اور بعض اوقات صاحب جنازہ افضل ہوتا ہے جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ آپ جب فوت ہوئے تو صحابہ کرام نے مختلف ٹولیوں میں آپ کا جنازہ ادا کیا۔ اسی طرح ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما ان صحابہ کرام سے افضل تھے جنہوں نے ان کا جنازہ ادا کیا۔

روضۂ رسول کی زیارت کا حکم

عام مسلمان قبروں کی زیارت کے وقت زائرین کے دلوں میں اہل قبور کے لئے

مغفرت کی دعا کی رغبت زیادہ ہو جاتی ہے، اس لئے عام قبروں کی زیارت کی جائے لیکن قبر نبوی کی عظمت ورفعت چونکہ بہت زیادہ ہے کہ زیارت کرنے سے زائرین کے دلوں میں زیادہ عظمت رونما ہو، اس لئے آپ کی قبر کی زیارت کو مشروع قرار نہیں دیا اور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے روضۂ مبارکہ پر نماز جنازہ نہ ادا کی جائے، جبکہ عام قبروں پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کی مشروعیت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، لیکن جو شخص آپ کی قبر شریف کی زیارت اس لئے کرتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ پاک کے سوا حاجت روا سمجھتا ہے اور آپ کی بارگاہ میں التجائیں کرتا ہے۔ وہ شخص یقیناً مشرک ہے۔ جب اس نے اللہ پاک کو چھوڑ کر آپ کے سامنے دستِ سوال دراز کیا۔ اس نے اللہ پاک کو سخت تکلیف پہنچائی۔ صحیح حدیث میں وارد ہے:

ما احد اصبر علی اذی یسمعہ — اللہ سے زیادہ کسی تکلیف کی بات سننے

من اللہ یجعلون لہ ندًا وشریکا وھو یعافیھم و یرزقھم۔ — پر کوئی شخص زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ پھر بھی اللہ پاک لوگوں کو تندرستی عطا کرتا ہے اور انہیں رزق پہنچاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ذیل کی دو آیتوں سے ظاہر ہو رہی ہے، لیکن اس عظمت کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ آپ کو خدا سمجھ لیا جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (احزاب ۵۶) — خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

نیز فرمایا:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ۔ — بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

اہل بدعت کا حال

اہلِ بدعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچا رہے ہیں اور حقوقِ مصطفٰے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کی تعظیم میں غلو اختیار کر کے گمراہ ہو گئے۔ اسی طرح اہلِ بدعت بھی آپ کی تعظیم میں حدِ شرع سے متجاوز ہو کر سیدھے راہ سے بھٹک چکے ہیں وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اسی طرح وہ لوگ جو انبیاء اور اولیاء کی قبروں کا حج کرتے ہیں اور مزارات پر پہنچ کر ان کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ پاک سے دعا مانگنے کی طرح ان سے فریاد رسی کرتے ہیں اور اپنی حاجتیں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان کو مشرکین کی

فہرست میں شمار کیا جائے۔ جب یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں ان نیک لوگوں کے ساتھ محبت ہے تو یہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے ان کے ساتھ اللہ پاک کی طرح محبت کا اظہار کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان نیک لوگوں کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کے پیش نظر محبت کرتے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ومن اضل ممن یدعو من دون الله من لا یستجیب له الی یوم القیٰمة وهم عن دعائهم غافلون۔ (احقاف) ۵	اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔

پس اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی محبت کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ بالذات اللہ پاک محبوب ہے اور انبیاء، اولیاء، صالحین سے اس لئے محبت رکھتا ہے کہ اللہ پاک ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے ساتھ محبت کی علامت اور نشان یہ ہے کہ ان کی متابعت کی جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔ (آل عمران) ۳۱	(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

پس جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے، وہ اللہ کا محبوب ہے اور جو شخص آنحضرت کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور مبالغہ کی حد تک آپ کو اللہ کا شریک بنا دیتا ہے، لیکن آپ کی اتباع نہیں کرتا، وہ انسان اللہ کا محبوب نہیں ہے، بلکہ اوامر خداوندی کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کا دشمن ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ولکل درجات مما عملوا ولیوفیهم اعمالهم وهم لا یظلمون (احقاف) ۱۹	اور لوگوں نے جیسے کام کئے ہوں گے ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے

(غرض یہ ہے) کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان کا نقصان نہ کیا جائے۔

چنانچہ قبروں کی زیارت کی مشروعیت نمازِ جنازہ کی مشروعیت کے مثل ہے؛ لہٰذا میت کے سامنے خضوع اور تواضع کرنا زیارت کے متقضیات سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی صاحبِ قبر کی زیارت کسی شرف و منزلت کی بنیاد ہوتی تو کسی کافر کی قبر کی زیارت بھی جائز نہ ہوتی، حالانکہ موت کے خوفناک منظر کے پیش نظر کافر کی قبر کی زیارت بھی جائز ہے، اگرچہ لفظِ زیارت کا استعمال اکثر متاخرین کے نزدیک مومن کی قبر کی زیارت پر مستعمل ہے، لیکن متقدمین کے ہاں یہ معنی متعارف نہیں۔ پس لفظ زیارت کا اطلاق عموماً انبیاء، اولیاء، صالحین کی قبروں کی زیارت پر ہوتا ہے۔ زائرین کے دلوں میں اصحاب القبور کی عظمت اور علو مرتبت ان کو زیارت پر آمادہ کرتی ہے جیسا کہ عیسائی ان لوگوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں، جن کو وہ عظیم المرتبت سمجھتے ہیں۔ اور ان کے فوٹو کو بھی اپنی توجہات کا مرکز اور سفارشی سمجھتے ہیں۔ بعض بدعتی اس غلط وہم میں مستغرق رہتے ہیں کہ شہر کے باشندوں کی فتح و نصرت، کشائش رزق، دشمنوں کی مغلوبی اور مصائب سے تحفظ صرف ان عظیم ہستیوں کے طفیل میسر ہے، جو اس شہر میں مدفون ہیں اور برملا دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں ولی اس شہر کا رکھوالا اور محافظ ہے جیسا کہ قاہرہ کے لوگ سیدہ نفیسہ کو اس شہر کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس دمشق، حران، بغداد اور دیگر شہروں کے باشندے اس شہر میں مدفون صالحین کو فریاد رس سمجھتے ہیں۔

صحابہ کرام کی قبریں نجات دہندہ نہیں

حیرت ہے کہ بعض شہروں میں صحابہؓ تابعین کی قبریں موجود ہیں، لیکن وہاں کے باشندے ان سے ادنیٰ مرتبہ والے مدفون انسانوں کو اپنے مصائب کا نجات دہندہ

سمجھتے ہیں دیکھیے قاہرہ میں صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کی قبریں بھی ہیں، لیکن وہاں کے باشندے صحابہ اور تابعین کو اپنا ملجا و ماویٰ نہیں گردانتے۔ ان کے مقابلہ میں سیّدہ نفیسہ کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ صحابہ اور تابعین یقیناً سیّدہ نفیسہ سے زیادہ فضیلت والے ہیں، اسی طرح دمشق میں صحابہ اور تابعین سے رابعہ بصریہ رسلانی ترکمانی اور دیگر بعض اہل اللہ کو زیادہ فضیلت عطا کرتے ہوئے انہیں اپنا فریاد رس سمجھتے ہیں۔ ان کی قبروں کو دعاؤں کی قبولیت کا ماویٰ سمجھتے ہیں اور وہاں زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

ایک واقعہ

چنانچہ ایک بار دمشق شہر پر ایک کافر دشمن حملہ آور ہوا تو شیطان اس شہر کے ایک ولی کی شکل میں نمودار ہو کر اس کو چھڑی سے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے اس شہر سے واپس لوٹ جاؤ؛ چنانچہ کافر حملہ آور اس کے کہنے پر واپس لوٹ جاتا ہے۔

اس واقعہ سے دمشق کے باشندے اس شیخ کی عقیدت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں کہ اس بزرگ کی روحانی قوت سے ہمیں نجات ملی ہے، حالانکہ اس شہر میں کثرت کے ساتھ ایسے نیک انسان مدفون ہیں جو یقیناً صاحب واقعہ شیخ سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ اس قسم کے گمراہ کن واقعات صحابہ اور تابعین کے دور میں ظہور پذیر نہیں ہوئے، البتہ ان کے دور کے بعد اس قسم کے شیطانی ہتھکنڈوں سے سادہ لوح مسلمان گمراہ ہوتے رہے ہیں۔

دوسرا واقعہ

ایک بہت پرانا واقعہ جس کو ابو عبدالرحمٰن سلمی نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن عباس سے سنا۔ اس نے کہا کہ میں بغداد سے باہر نکل کر بھاگا جا رہا تھا کہ اچانک میری ملاقات

ایک ایسے انسان سے ہوئی جس کے چہرے پر عبادت کے آثار نمایاں نظر آرہے تھے۔ اس نے مجھ سے سوال کیا۔ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے جواب دیا بغداد سے آرہا ہوں اور اس لیئے شہر کو چھوڑ کر بھاگا جارہا ہوں کہ شہر کے باشندے فتنہ و فساد میں مبتلا ہیں۔ مجھے خطرہ دامنگیر ہوا کہ کہیں اس شہر کے باشندے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر زمین میں دھنسا نہ دیئے جائیں۔ اس نے کہا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، واپس لوٹ جایئے۔ اس شہر میں چار ولی اللہ مدفون ہیں۔ ان کی برکت سے وہ شہر مصائب سے محفوظ رہیگا۔ میں نے پوچھا وہ چار ولی اللہ کون ہیں؟ اس نے جواب میں امام احمد بن حنبلؒ حضرت معروف کرخی، حضرت بشر بن حارث حافی، حضرت منصور بن عمار واعظ کا نام لیا۔ چنانچہ اس سے متاثر ہو کر میں واپس شہر کی طرف لوٹا۔ پھر میں نے شہر کو محفوظ سمجھا اور کبھی وہاں سے نکلنے کا ارادہ نہ کیا، لیکن اس واقعہ میں جس شخص کے کہنے پر وہ شہر میں واپس آیا، وہ مجہول الذات ہے۔ اس کا کچھ علم نہیں۔ لہٰذا اس واقعہ سے استدلال نہیں کیا جاسکتا

اس قسم کے مجہول لوگ کبھی جن اور کبھی انسان ہوتے ہیں۔ اکثر و بیشتر جن انسانی شکل میں نمودار ہو کر جنگل میں اکیلے سفر کرنے والے انسان کے سامنے اپنے آپ کو حضرت خضرؑ الیاسؑ یا کسی ولی اور شیخ کا نام لے کر کشش کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔

کیا وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پہلے کی طرح موجود رہتے ہیں؟

اہل بدعت اہل قبور لوگ ——————

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ | اور نہیں ہے اللہ کہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔

وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (اور اللہ ان کو عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں جبکہ وہ استغفار کرتے ہیں) جیسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے وفات کے بعد آپ کو پہلے کی طرح عالم دنیا میں موجود سمجھتے ہیں، ان کا یہ خیال غلط ہے۔ ترمذی شریف میں ہے:

حدثنا سفیان بن وکیع ثنا ابن نمیر عن اسماعیل بن ابراهیم بن مهاجر عن عباد بن یوسف عن ابی بردة بن ابی موسیٰ عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انزل الله امانین لامتی وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم وما کان الله معذبهم وهم یستغفرون فاذا مضیت ترکت فیکم الاستغفار

ہم کو سفیان بن وکیع نے بتایا ان کو ابن نمیر ان کو اسماعیل ان کو عباد بن یوسف ان کو ابو بردہ ان کو ابو موسیٰ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے میری امت پر دو امن نازل فرمائے ایک امن یہ کہ جب تک آپ ان میں ہیں، وہ عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ دوسرا امن یہ کہ جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے، اللہ انہیں عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا البتہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، تو استغفار کرنا تم کو امن کا پیغام عطا کریگا۔

قیام امن کے دو سبب

اس حدیث کی روشنی میں قیام امن کو آپ کی زندگی کے ساتھ معلق کیا گیا ہے۔ وفات کے بعد قیام امن کا نسخہ استغفار قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء اولیاء کی قبروں کا وجود قیام امن کی ضمانت نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال النجوم

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے

امنۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم اتی السماء ما توعد وانا امنۃ لاصحابی فاذا ذھبت اتی اصحابی ما یوعدون واصحابی امنۃ لامتی فاذا ذھبت اصحابی اتی امتی ما یوعدون۔

ستاروں کا وجود آسمان کے محفوظ رہنے کی علامت ہے۔ ستاروں کے جھڑ جانے کے بعد آسمان بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ اسی طرح میرا وجود میرے صحابہ کرام کے لئے امن کی علامت ہے۔ میرے فوت ہونے کے بعد صحابہ کرام کا امن تباہ وبرباد ہو جائے گا اور صحابہ کرام کا وجود میری امت کے لئے باعثِ امن ہے اور صحابہ کرام کی وفات کے بعد امتِ محمدیہ کا اطمینان جاتا رہے گا اور ان کا امن تہ وبالا ہو کر رہ جائے گا۔

اولیاء کی قبریں حصولِ امن کی ضمانت نہیں

اس نظریہ کی وضاحت اس امر سے بخوبی ہو رہی ہے کہ بیت المقدس کے ماحول میں ایک قول کے مطابق ایک ہزار انبیاء کی قبریں ہیں، لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل کے امن کے برباد ہونے کا نقشہ ذیل کی آیت سے واضح ہو رہا ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا فاذا جاء وعد اولٰھما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلل الدیار وکان وعدا مفعولا ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم وامددنکم باموال وبنین وجعلنکم اکثر نفیرا ان

اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم کو

احسنتم احسنتم لانفسکم وان اسأتم فلھا فاذا جاء وعد الاٰخرۃ لیسوٗٓا وجوھکم ولیدخلوا المسجد کما دخلوہ اول مرۃ ولیتبروا ماعلوا تتبیرًا۔ (بنی اسرائیل آیت ۴-۷)

جماعت کثیر بنادیا۔ اگر تم نیکی کروگے تو اپنی جانوں کے لئے کروگے اور اگر اعمال بد کروگے، تو (ان کا) وبال بھی تمہاری جانوں پر ہوگا، پھر جب دوسرے (وعدے) کا وقت آیا (تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑیں اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اُسے تباہ کردیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب بنی اسرائیلیوں نے فساد مچایا اور عجب اختیار کیا تو اللہ پاک نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں سخت عذاب میں گرفتار کردیا اور ان پر ایسے دشمنوں کو غالب کردیا جو ان کے گھروں میں داخل ہو گئے۔ مسجدوں کو ویران بنادیا اور بے شمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، لیکن کسی پیغمبر کی قبر کا موجود ہونا ان کو دشمن کی گرفت سے بچا نہ سکا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب لوگ نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں، تو پھر ان کا اللہ کے سوا کوئی مدد گار نہیں ہو سکتا اس اعتقاد کو پختہ کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ نہ کوئی رزق پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی فریاد رسی کے لائق ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اَمَّن ھذا الذی ھو جند لکم ینصرکم من دُون الرحمٰن ان الکفرون الا فی غرور اَمَّن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ بل لجوا فی عتو و نفور۔

(س ۶۷- آیت ۲۰ - ۲۱)

بھلا ایسا کون ہے جو تمہاری فوج ہو کر خدا کے سوا تمہاری مدد کر سکے۔ کافر تو دھوکے میں ہیں۔ بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کرلے تو کون ہے جو تم کو رزق دے، لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں :

وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کان ذالک فی الکتاب مسطورا۔
(بنی اسرائیل ۵۸)

اور کفر کرنے والوں کی کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اسے ہلاک کردیں گے یا سخت عذاب سے معذب کریں گے۔ یہ کتاب (یعنی تقدیر) میں لکھا جا چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ رسولوں کے بھیجنے کے باوجود اگر کوئی قوم گناہوں کو ترک نہیں کرتی تو اس قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے یا اسے شدید عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکریٰ وما کنا ظلمین
(الشعراء ۲۰۸ - ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی، مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے پہلے بھیج دیتے تھے (تاکہ) نصیحت (کرے)، اور ہم ظالم نہیں ہیں

مدینہ منورہ کی خوشحالی کے اسباب

مدینۃ الرسول عہدِ رسالت اور خلافتِ راشدہ کے عہد میں ارد گرد کے تمام شہروں سے زیادہ خوشحال اور پُرامن تھا۔ ان پر انعاماتِ خداوندی کی بارش ہو رہی تھی، اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پابندی کرتے اور دینِ اسلام کی عظمت کے قائل تھے۔ آپ کی وفات کے بعد خلفاءِ راشدین بھی امتِ محمدیہ کو منہاجِ نبوت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے رہے اور معاشرہ کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے میں جدوجہد کرتے رہے تا آنکہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ تو اسلامی معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ حالات میں

تبدیلی آگئی۔ خوف اور ذلت نے ان کے دامن کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی گردن پر تلوار چلا رہے ہیں اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ جب یہ افسوس ناک واقعات اسلامی تاریخ کے تاریک باب کا مواد فراہم کر رہے تھے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کے حجرہ میں مدفون تھے، لیکن آپ کی قبر مبارک ان افسوسناک واقعات کے وقوع کو نہ روک سکی۔ اس لئے کہ یہ تو اہلِ قبور کا ایک غلط وہم ہے، وگرنہ ارشاداتِ نبوی کی جملہ تفصیلات کا آپ مطالعہ کریں تو کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ میری قبر یا انبیاءؑ اولیاءؒ کی قبریں جس شہر میں موجود ہیں، ان سے وہاں کے باشندوں کو مشکلات و مصائب سے ضمانت حاصل ہوتی ہے۔ اصل ضمانت پیغمبروں کی اطاعت ہے۔ ان کی قبریں کسی مصیبت سے بچانے کا وسیلہ نہیں ہیں جو شخص انبیاء کی اطاعت کرتا ہے، وہ دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار رہتا ہے اور جو شخص ان کی نافرمانی کرتا ہے، اس کو عذابِ الٰہی سے انبیاء، اولیاء کی قبریں نہیں بچا سکتیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وضرب الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة يأتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون۔ (النحل ۱۱۲)	اور خدا ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا، مگر ان لوگوں نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو خدا نے ان کے اعمال کے سبب ان کو

بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔

ابن ابی حاتم حضرت حفصہ سے روایت لائے ہیں۔ سلیم بن عفیر بیان کرتے ہیں کہ حفصہ ام المومنین ایک بار مکہ مکرمہ سے مدینۃ الرسول کی طرف جا رہی تھیں میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس دوران میں انہیں اطلاع ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

شہید ہوگئے ہیں، تو حضرت حفصہ فرمانے لگیں کہ اب میں مدینۃ الرسول نہیں جاؤں گی،
اس لئے کہ مدینۃ الرسول اس وقت تک امن و اطمینان کا گہوارہ تھا، جب تک کہ وہاں کے
باشندے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق زندگی بسر
کرتے تھے اور جب انہوں نے اللہ کے احکامات کی نافرمانی کی اور باغی بن گئے،
تو اللہ نے مدینۃ الرسول کے امن کو ختم کر دیا۔ اب اس کی جگہ پر خوف، بے چینی نے
ڈیرا ڈال لیا ہے جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیت کا مضمون اس کی شہادت دے رہا ہے
اس تشریح کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس آیت میں جس قریہ کا ذکر ہے، اس سے
مراد صرف مدینۃ الرسول ہے، بلکہ قریہ کا لفظ عام ہے۔ تمثیلاً مدینۃ الرسول کا ذکر ہے۔
غور کیجئے اہل مکہ اس وقت تک مصائب میں گرفتار رہے۔ جب تک وہ اللہ
پاک کی نافرمانیاں کرتے رہے۔ جب وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئے، تو
ان کا خوف ختم ہوگیا اور وہ لوگ سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوگئے، اسی
طرح بغداد میں اگرچہ ہزاروں اولیاء اللہ مدفون ہیں، لیکن ان قبروں کی موجودگی نے
انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ جب وہ اسلام کے اصولوں سے منحرف ہوگئے اور شرک و
بدعت کی بیماری میں مبتلا ہوگئے

معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو قبروں والوں سے نفع یا نقصان کی امید رکھتے ہیں
ان میں اور ان لوگوں میں کچھ فرق نہیں جو جاہلیت کے دور میں بتوں کو اپنا خدا مانتے
تھے اور ان سے نفع و نقصان کی توقع رکھتے تھے: چنانچہ قوم عاد نے ہود علیہ السلام
سے کہا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

ان نقول الا اعتراک بعض	ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے
آلھتنا بسوء قال انی اشھد اللہ	تمہیں آسیب پہنچا کر دیوانہ کر دیا ہے
واشھدوا انی بریء مما تشرکون	انہوں نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں

من دونہ فکیدونی جمیعا ثمر لا تنظرون۔ (ھود۔ ۵۴-۵۵)	اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم (خدا کا) شریک بناتے ہو، اس سے بیزار ہوں (یعنی جن کی، خدا کے سوا (عبادت کرتے ہو) تو تم سب

مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ھدان ولااخاف ما تشرکون بہ الا ان یشاء ربی شیئاً وسع ربی کل شیئ علما افلا تتذکرون۔ (الانعام) ۸۱	اور ان کی قوم ان سے بحث کرنے لگی، تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے خدا کے بارے میں (کیا) بحث کرتے ہو۔ اس نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو

میں ان سے نہیں ڈرتا ہاں جو میرا پروردگار کچھ چاہے۔ میرا پروردگار اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوتے ہے، کیا تم خیال نہیں کرتے۔

اور مشرکین کو مخاطب کرنے کے بعد اللہ پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صادقین۔ (الاعراف) ۱۹۴	(مشرکو) جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں، (اچھا) تم ان کو پکارو، اگر سچے ہو تو چاہیئے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔

مکہ مکرمہ میں شرک کی ابتدا

خزاعہ قبیلہ کا سردار عمرو بن لحی ہے جس نے بلقاء نامی شہر میں لوگوں کو بتوں کی

پوجا کرتے ہوئے دیکھا، تو وہاں سے چند بتوں کو لا کر کعبہ مکرمہ کے ارد گرد کھڑا کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن لحی کے متعلق فرمایا کہ میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا ہے۔ یہ سزا اسے اس جرم میں دی جا رہی ہے کہ وہ عرب کا پہلا انسان ہے جس نے ابراہیم علیہ السلام کے مذہب میں تحریف کا سلسلہ جاری کیا، اسی طرح وہ لوگ جو سفر کر کے انبیاء، اولیاء، عوام انسانوں کی قبروں کی زیارت کو مشروع سمجھتے ہیں یا تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر اختیار کر کے زیارت کرتے ہیں، وہ بھی دین میں تحریف کر رہے ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا باعثِ ثواب اور عبرت ہے، لیکن اگر شارع علیہ السلام مطلقاً قبروں کی زیارت سے لوگوں کو روک دیتے ہیں، جیسا کہ شروع اسلام میں روک دیا گیا تھا، تب بھی اس میں اہل قبور کے ساتھ دشمنی اور عداوت کا پہلو موجود نہیں تھا اسی طرح وہ لوگ جو تین مسجدوں کے ماسوئی مساجد کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ بھی دینِ اسلام کے احکام میں تحریف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اسلام تمام مساجد کی تعظیم کا حکم دیتا ہے اور مساجد کا استخفاف جائز نہیں نہ ہی کسی شخص کو مسجد میں عبادت اور ذکر کرنے سے روکا جا سکتا ہے، بلکہ وہ شخص جو مسجد کی آبادی میں کاوٹ ڈالتا ہے اور لوگوں کو ذکر اذکار اور نوافل ادا کرنے سے روکتا ہے، وہ انسان بہت بڑا ظالم اور کافر ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم فى الدنيا خزي ولهم فى الآخرة	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے نام کا ذکر کیے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی میں ساعی ہو ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی

عذاب عظیم (البقرہ ۱۱۴) ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب۔

غیر شرعی زیارت کے ساتھ شرک کرنا

اہلِ بدعت تو انبیاء اولیاء کی قبروں کو غیر شرعی زیارت کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ان سے اپنے حوائج پورا کرنے کی دعائیں کرتے ہیں اور ان کے اجلال و احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی عبادت بالکل اسی طرح کرتے ہیں، جس طرح موحدین اللہ پاک کی عبادت میں انکساری اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ شرعی زیارت بلا سفر صرف اس قدر ہے کہ اہل قبر کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے نہ کہ بیت اللہ کے حج کی طرح ان قبروں کا حج کیا جائے، جیسا کہ عیسائی ان گرجوں کے حج کے لئے جاتے ہیں، جہاں عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر صلحاء کی تمثیلیں موجود ہیں، خصوصًا بیت اللحم گرجا جہاں مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے اور وہ گرجا جس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر پر (بقول اہل نصاریٰ کہ وہ صلیب پر لٹکائے گئے) تعمیر کیا گیا ہے اس کے حج کے لئے اہتمام کرتے ہیں، بلکہ جس انسان کو بھی مقدس اور معظم مانتے ہیں، جیسا کہ جرجیس راہب وغیرہ ہیں، ان کی قبروں پر عمارتیں بنا رکھی ہیں اور ان کی حج اور تعظیم کے لئے دُور دراز سے سفر کر کے پہنچتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہیں؛ چنانچہ آنحضرت نے اپنی اُمت کو ڈراتے ہوئے فرمایا:

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انھاکم عن ذالك۔ رواہ مسلم۔

بلاشبہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجدیں بناتے تھے، خبردار تم نے قبروں کو مسجدیں نہیں بنانا ہے۔ میں شدت کے ساتھ تم کو اس فعل سے روکتا ہوں۔

بیت اللہ کے بالمقابل دیگر بت کدوں اور معبد خانوں کا حشر

بیت اللہ کی عظمت اور احترام کو حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے یمن کے ابرہہ نامی بادشاہ نے بیت اللہ کے مقابلہ میں ایک گرجا تعمیر کیا تاکہ اہل عرب بیت اللہ کی بجائے اس کے حج کے لئے آئیں اور جب کسی عرب انسان نے اس گرجے میں پاخانہ کر دیا، تو ابرہہ نے ناراض ہو کر بیت اللہ کے گرانے کے لئے لشکر کشی کی۔ اس پر اللہ پاک کا غیظ و غضب جوش میں آتا ہے، تو ابابیل پرندوں سے لشکر کو موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے اور ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔

یمن کے اس گرجے کے علاوہ بھی جزیرۃ العرب میں بیسیوں بت خانے اور معبد خانے موجود تھے۔

لات بت خانہ کا ذکر

چنانچہ طائف شہر میں لات نامی بت خانہ موجود تھا جس کے حج کے لئے لوگ آتے جاتے تھے اور امیۃ بن ابی الصلت کو جب ایک راہب نے بتایا کہ عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے تو اس نے سمجھا کہ شاید مجھے ہی اس اعزاز سے نوازا جائے گا، لیکن راہب نے کہا کہ اس نبی کا ظہور مکہ مکرمہ سے ہوگا، جہاں بیت اللہ ہے جس کا لوگ حج کرتے ہیں۔ اس پر امیۃ بن ابی الصلت کہتا ہے کہ قبیلہ ثقیف میں بھی ایک معبد خانہ ہے۔ اہل عرب اس کے حج کے لئے آتے ہیں اور وہ معبد خانہ لات تھا جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی موجود ہے:

افرءیتم اللات والعزیٰ	بھلا تم لوگوں نے لات اور عزیٰ کو دیکھا
ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ (النجم، ۱۹-۲۰)	اور تیسرے مناۃ کو، (کہ یہ بت کہیں خدا

ہو سکتے ہیں)

طائف اور مکّہ کا تذکرہ بھی قرآن پاک میں ہے :

لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔(الزخرف) ۳۱

اور یہ بھی) کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکّے اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔

اس پر راہب نے کہا کہ وہ پیغمبر قریش سے ہے، تم سے نہیں ہے اور اس گھر سے مراد بیت اللہ ہے۔ طائف کا معبد خانہ نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم طائف کی جنگ کے لئے لشکر تیار فرماتے ہیں۔ جنگ کرنے کے بغیر ہی طائف والے مسلمان ہو جاتے ہیں، البتہ وہ لات معبد خانہ کو گرانے سے انکار کرتے ہیں اور ایک سال کی مہلت طلب کرتے ہیں، لیکن آپ نے ان کو مہلت نہ دی اور ان کے معبد خانہ کو پیوند خاک کرکے وہاں مسجد کی تعمیر کا حکم دے دیا۔

عزیٰ اور مناۃ کا ذکر

لات کے علاوہ مکّہ والوں نے عزیٰ اور مدینہ والوں نے مناۃ نامی معبد خانے تعمیر کرلئے تھے، بلکہ حجاز کے ہر ہر شہر میں الگ الگ بُت خانے موجود تھے جن کے حج کے لئے بیت اللہ کی طرح احرام باندھ کر آتے تھے۔ موجودہ دَور کے اہلِ قبور مشرکین عرب کی طرح قبروں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے سامنے تضرع اور زاری کے ساتھ التجائیں پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ہم سے اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور ہمارے سفارشی ہیں جیساکہ بادشاہوں کے وزراء کبرأ عوام الناس اور بادشاہوں کے درمیان واسطہ بن کر ان کے کام کرواتے ہیں۔ عرب معبد خانوں پر تحائف اور نذرانے پیش کرتے اور وہاں جانور ذبح کرتے، نذریں پوری کرتے اور اپنی اولاد تک

کا نذرانہ پیش کرتے اور اپنے بتوں کے لئے جانوروں کو وقف کرتے اور احتراماً ان جانوروں کی سواری سے گریز کرتے، اسی طرح قبر پرست لوگ قبروں کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں اور اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے مختلف قسم کے نذرانے ہدیۂ عقیدت کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، عرس مناتے ہیں، شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور سماع اور قوالی کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ محبت، تعظیم اور خشوع وخضوع کے ساتھ قبروں کی زیارت کرتے ہیں، بلکہ جس طرح صاحبِ قبر کی زندگی میں اس کی ملاقات کے لئے شدتِ اشتیاق اور وفورِ جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے سفر کرتے تھے۔ اس کی موت کے بعد اس کی قبر یا اس کی تصویر کے مشاہدہ کے لئے اسی محبت اور سرشاری کا اظہار کرتے ہیں اور جس طرح عشاق اپنے معشوقوں کی قبروں کو دیکھتے ہی راحت و اطمینان کی لذت سے ہمکنار ہوتے ہیں، اسی طرح اہل بدعت قبروں پر پہنچ کر ایک خاص قسم کا کیف اور انسیت محسوس کرتے ہیں، البتہ کسی دوست اور قریبی رشتہ دار کی قبر کی زیارت کے وقت محبت و الفت کے جو جذبات امنڈ آتے ہیں، انہیں غیر شرعی قرار دینا درست نہیں، اس کا نام شریعتِ محمدیہ کی اصطلاح میں دینی محبت، اخوت اور تعظیم ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک انسان جو بہت افضل ہے، اس کی قبر کی زیارت کے وقت محبت و سرشاری کی وہ فضا نمودار نہیں ہوتی جو کہ ایک دوست اور قریبی رشتہ دار کی قبر کے پاس پہنچ کر پیدا ہوتی ہے بلکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے میں بعض لوگ وہ رقت نہیں پاتے ہیں جو کہ انہیں اس وقت غیر شعوری طور پر حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے اساتذہ اور ائمہ کی قبروں کے مشاہدہ میں محسوس کرتے ہیں معلوم ہوا کہ اس کیف کا سبب صاحبِ قبر کی افضلیت کا نتیجہ ہے جو کہ ان کے دلوں میں ان اہل قبور کے ساتھ وابستہ ہے جن کی زیارت

کے لئے وہ جاتے ہیں، اگرچہ فی نفسہ وہ اس بات کا اہل بھی نہیں ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ بعض وقت اس قسم کی محبت کا اظہار مقبرک اور کتابی مدفون کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ بتوں کے پجاری اللہ کی محبت کی مانند ان سے محبت کرتے ہیں اور جیسا کہ بچھڑے کی عبادت کرنے والے اس کی محبت میں مستغرق دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت سرایت کر چکی ہے یہی وجہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی محبت کو ختم کرنے کے لئے بچھڑے کو جلادیا اور اس کو ہوا میں اڑادیا۔

سفیان بن عیینہ سے اہل بدعت کے بارے میں ایک استفتاء

چنانچہ سفیان بن عیینہ سے سوال کیا گیا کہ اہل بدعت اپنے مشائخ سے جو محبت رکھتے ہیں، شرعاً اس کی حیثیت کیا ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ (البقرۃ) ۱۶۵	اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر خدا کو شریک (خدا) بناتے اور ان سے خدا کی سی محبت کرتے ہیں، لیکن جو ایمان والے ہیں، وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوستدار ہیں۔
اور ارشادِ خداوندی: واشربوا فی قلوبھم العجل۔ (البقرۃ) ۹۳	اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ گیا تھا۔

ان لوگوں کے حق میں وارد ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے جہاں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مشرک اپنے خداؤں اور بتوں سے محبت رکھتے ہیں، وہاں اس بات کا تذکرہ بھی موجود ہے

کہ بعض لوگ اپنی خواہشات کو اپنا خدا سمجھتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کسی روشنی اور علم کی بنیاد پر نہیں ہے، بلکہ اندھی عقیدت کا کرشمہ ہے جیسا کہ عاشق صرف ایک معشوق کی محبت میں گرفتار نہیں رہتا، بلکہ بسا اوقات پہلے معشوق کو چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ محبت کا رشتہ استوار کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس محبت میں علم و بصیرت کی جلوہ آرائی کا نشان تک بھی نہیں ہوتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

أرءيت من اتخذ الٰهه هواه افانت تكون عليه وكيلا ؛ الفرقان ۴۳	کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے، تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو۔

نیز فرمایا:

افرءيت من اتخذ الٰهه هواه واضله الله علىٰ علم وختم علىٰ سمعه وقلبه وجعل علىٰ بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله افلا تذكرون . (الجاثيه) ۲۳	بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور با وجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو خدا نے بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور ان کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب خدا کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے، تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

ابن ابی طلحة عبداللہ بن عباس سے اس کی تفسیر نقل فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مدلول وہ کافر انسان ہے جس نے علم و آگہی کے دریچوں کو وا نہ کیا اور اپنی زندگی کا نصب العین اپنانے میں اللہ پاک کی رہنمائی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مشرکین کا وطیرہ تھا کہ وہ ایک پتھر کی پوجا کرتے رہتے، جب اس سے بہتر کوئی پتھر پاتے تو پہلے پتھر کو چھوڑ دیتے اور اس نئے پتھر کی پوجا کرتے۔

حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس کا مدلول وہ منافق انسان ہے جو اپنی خواہشات

کو اپنا نصب العین اور خدا قرار دیتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کا مدلول وہ انسان ہے جو اپنی خواہشات پر سوار رہتا ہے اور نفس امّارہ کے تقاضوں پر عمل پیرا رہتا ہے اور کوئی بھی وعظ و نصیحت کی باتیں اس کو روک نہیں سکتیں۔ یہ تمام اقوال ابن ابی حاتم میں موجود ہیں۔ نیز ارشاد خداوندی ہے :

وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ وان کثیرا لیضلون باھوائھم بغیر علم ان ربک ھو اعلم بالمعتدین۔ (انعام ۱۱۹)

اور سبب کیا ہے ؟ کہ جس چیز پر خدا کا نام لیا جائے تم اسے نہ کھاؤ، حالانکہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں۔ وہ ایک ایک بیان کر دی ہیں (بیشک ان کو نہیں کھانا چاہیئے) مگر اس صورت میں کہ ان کے دکھانے کے) لئے لاچار ہو جاؤ اور بہت سے لوگ بے سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو جو خدا کی مقرر کی ہوئی) حد سے باہر نکل جاتے ہیں۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے۔

نیز فرمایا :

قل فأتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدی منھما اتبعہ ان کنتم صادقین (القصص) ۴۹

کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم خدا کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو تا کہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔

اور مشرکین کے بارے میں فرمایا :

افلم یدبروا القول ام جاءھم مالم یات اباءھم الاولین ام لم یعرفوا رسولھم فھم لہ منکرون۔

کیا انہوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی

(المومنون ۶۸-۶۹)

یا یہ اپنے پیغمبر کو جانتے پہچانتے نہیں اس وجہ سے ان کو نہیں مانتے

نیز فرمایا:

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون۔

(انبیاء ۲۲)

اگر آسمان اور زمین میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں خدائے مالک عرش ان سے پاک ہے۔

قبوریین اور بُت پرستوں میں مماثلت

پس وہ لوگ جو قبروں کا حج کرتے ہیں، ان لوگوں کے مساوی ہیں جو بتوں کے حج کے لئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مشرکین اللہ کے ساتھ دیگر خداؤں کو بھی پکارتے ہیں، لیکن موحدین صرف اللہ کو خدا مانتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے نہ اللہ کے غیر سے سوال کرتے ہیں، نہ ان سے کچھ طلب کرتے ہیں، نہ ان کو الٰہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہیں، نہ انہیں پکارتے ہیں اور قبوریین قبروں والوں سے بُت پرستوں کی طرح مانگتے ہیں اور ان کا حج کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ صاحب قبر کی تصویر کے ساتھ اسی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں جو اصل وجود کے ساتھ کیا کرتے تھے، اور نہ صرف انبیاء اولیاء کی تصویروں کو قابلِ احترام گردانتے ہیں، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بدکردار لوگوں کی تصویروں کو بھی خدا سمجھ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ نیز اکثر دیکھا گیا ہے کہ جس کے ارد گرد عقیدت مندوں کا جمگھٹا اس بنیاد پر ہے کہ وہ کسی نبی یا ولی کی قبر ہے مگر وہ قبر جعلی ہوتی ہے، بلکہ بعض دفعہ وہاں قبر کا وجود تک نہیں ہوتا اور بعض دفعہ کسی کافر کی قبر کو زیارت گاہ بنا لیا جاتا ہے جیسا کہ مشرکین اہل کتاب اور دیگر گمراہ لوگوں کا یہی طریقہ اور طرزِ عمل رہا ہے۔

پس شرعاً قبروں کی زیارت اگرچہ جائز ہے، لیکن جب زیارت کرنے والا انسان صاحب قبر سے اپنی امیدوں کی برآری کی دعائیں کرتا ہے تو ایسی زیارت شرعاً ناجائز ہے۔ تمام ائمہ دین بلا اختلاف اس قسم کی زیارت کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ احادیث مشہور متواترہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ملعون قرار دیا جو انبیاً اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے ہیں؛ چنانچہ پہلی امتوں میں بھی یہ بیماری موجود تھی کہ وہ اپنے انبیاء اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے۔ اس پر اللہ پاک نے ان کو ملعون قرار دیا۔ اگر امتِ محمدیہ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلے گی تو ان کو بھی ملعون قرار دیا جائے گا۔ پس جبکہ قبر کو مسجد بنانا صاحبِ قبر سے مانگنے کا ایک ذریعہ اور سبب ہے۔ اس سے منع فرما دیا اور مستحق لعنت قرار دیا، تو شرک کرنے والا اس سے بھی زیادہ لعنت کا مستحق ہے۔

ایک مثال

شرعاً سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز ادا کرنا ممنوع ہے تاکہ سورج کی عبادت کرنے والے لوگوں سے مشابہت نہ ہو جو ان اوقات میں سورج کی پرستش کرتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان کا مقصد وحید صرف اللہ کی عبادت ہوتا ہے۔ پھر بھی مشابہت اور مشارکت کی بنیاد پر اس کو ناجائز قرار دیا اور اگر کسی کا مقصد سورج کی پرستش ہی کرنا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

دوسری مثال

کچھ شبہ نہیں کہ غیر اللہ کو پکارنے والا اور قبروں کا حج کرنے والا مشرک اور کافر ہے جیسا کہ تاتاری جب اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے تو اسلام لانے کے بعد بھی وہ بتوں

کی تعظیم کرتے اور ان کا تقرب حاصل کرتے، آگ کو متقرب گردانتے۔ دراصل ان کو علم ہی نہ تھا کہ شرعاً ان کو متبرک سمجھنا حرام ہے، جیساکہ دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ جو اسلام لاتے ہیں تو شرک کی انواع و اقسام سے بے خبر ہوتے ہیں، اس قسم کے انسانوں کو گمراہوں کی فہرست میں شمار کیا جائے گا اور ان کے شرکیہ اعمال پر اس وقت تک سزا واجب نہیں جب تک کہ انہیں ان تمام اقسام کی حرمت سے باخبر نہ کیا جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فلا تجعلوا الله انداداً وانتم تعلمون۔ — پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ، اس حال میں کہ تم علم رکھتے ہو۔

صحیح ابن ابی حاتم میں ہے:

عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال الشرك فی هذه الامة اخفی من دبیب النمل فقال ابوبكر رضی الله عنه یا رسول الله كیف ننجو منه، قال قل اللهم انی اعوذ بك ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں شرک چیونٹی کے چلنے کی آہٹ سے بھی زیادہ مخفی ہوگا، اس پر حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کس طرح اس سے نجات حاصل کر سکیں گے۔ فرمایا کہو اے اللہ! میں تیرے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ شرک کروں جبکہ میں علم رکھوں اور جس چیز کا مجھے علم نہیں، اس کے لئے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں۔

پس وہ لوگ جو اسلام کے زمرہ میں داخل ہونے کے بعد عدم علم کی بنا پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ ائمہ اور مشائخ کی قبروں کا حج کرنا بیت اللہ کے حج کی مثل یا افضل ہے، اگرچہ یہ لوگ شرعاً گمراہ ہیں، لیکن عدم علم کی وجہ سے عقوبتِ خداوندی کے مستوجب نہیں ہیں۔

موجودہ مشرکین قبوریین جو قبروں والوں سے التجائیں کرتے ہیں، انہیں اللہ کا شریک اور شفیع سمجھتے ہیں، ان کو سفارشی قرار دیتے ہوئے ان سے اپنی امیدیں وابستہ کرتے ہیں، ان کی بے ادبی اور گستاخی کرنے سے خوفزدہ رہتے ہیں اور جو لوگ ان کو اس سے باز رکھنے کی تلقین کرتے ہیں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کی طرف بلاتے ہیں ان کو انبیاء اور اولیاء کا دشمن ان کو بے ادبی اور گستاخی کرنے والا قرار دیتے ہیں اور قدیم مشرکین (جو بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ان سے التجائیں کرتے اور ان سے اپنی عقیدت وابستہ رکھتے اور عیسائی جو اس شخص کو گمراہ کہتے ہیں جو مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیتا ہے اور وہ کسی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے) میں کچھ فرق نہیں۔

عباد الرحمٰن کون ہیں

جو انبیاء کی تعلیمات کے مطابق ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ شرک نہیں کرتے تمام انبیاء علیہم السلام سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی عزت اور تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتے۔ خصوصاً خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدا تسلیم کرتے ہیں اور اس کی محبت کو دیگر تمام تعلق داروں سے زیادہ فائق سمجھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی صحیحین میں ہے:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔

انس سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھے اپنی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔

بخاری شریف میں ابوہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں :

والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔

اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں، جب تک کہ اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جس کو میں لایا ہوں۔

بخاری شریف میں موجود ہے :

عن عبد اللہ بن ھشام رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو آخذ بید عمر بن الخطاب۔ فقال لہ عمر یا رسول اللہ لانت احب الیّ من کل شیئ الا من نفسی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا والذی نفسی بیدہ حتیٰ اکون احب الیک من نفسک فقال لہ عمر فانہ الآن واللہ لانت احب الی من نفسی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر

عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے۔ آپ نے عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا تو عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے میرے نفس کے علاوہ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک کہ میں تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں، اس وقت تو مومن نہیں بن سکتا، اس پر حضرت عمر کہنے لگے اب بخدا آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر اب تیرا ایمان صحیح ہے

صحیحین میں ہے :

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث من کن فیہ

انس رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تین خصلتیں

وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما ومن کان یحب المرء لا یحبہ الا للہ ومن کان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد اذ انقذہ اللہ منہ کما کان یکرہ ان یلقیٰ فی النار وفی بعض طرق البخاری لا یجد احد حلاوۃ الایمان حتی یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔	جس میں ہوں گی، وہ ان کی وجہ سے ایمان کی چاشنی محسوس کرے گا (پہلی خصلت) جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت باقی تمام سے زیادہ ہے (دوسری خصلت) جو شخص کسی انسان سے صرف اللہ کی رضا کے پیش نظر محبت رکھتا ہے۔ (تیسری خصلت) جو شخص کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کافر بننے کو مکروہ جانتا ہے جیسا کہ وہ اس بات کو مکروہ جانتا ہے

کہ وہ جہنم میں گرایا جائے۔ بخاری کے بعض طرق میں ہے کہ کوئی شخص ایمان کی لذت سے شادکام نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے کسی سے محبت نہ کرے۔

ان احادیث کی تصدیق قرآن پاک سے بھی ہو رہی ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین (التوبہ ۲۴)	کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں، تو

ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب بھیجے) اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول سے محبت کرنا ہے اور اللہ کے رسول کے ساتھ ایمان اندر

کی محبت ان لوگوں کی محبت سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے جو اللہ کے غیر سے محبت کرتے ہیں۔ جن کو وہ خدا اگردانتے ہیں، ایمان ان لوگوں کا ہی مضبوط ہے جو صرف رضائے الٰہی کے لئے محبت اور دشمنی رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کی محبت کے برابر کسی سے محبت کرنا شرک ہے جس کے لئے معافی نہیں ہے۔ ہاں اس کی رضا کے لئے محبت کرنا درست ہے۔ پس اللہ کی رضا جوئی کے لئے اللہ کے رسول اور ایمانداروں سے محبت کی وابستگی کسی مقام یا ان کی قبروں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، بلکہ ہر وقت اور ہر مقام میں ان کے حقوق و احترامات کو یکساں ملحوظ رکھا جاتے اور ان کی محبت میں کوتاہی کو رُوا نہ رکھا جائے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کا بھیجنا بھی کسی مقام کے ساتھ خاص نہیں۔ اگر کوئی شخص روضہ نبوی پر حاضری کے وقت صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں بہ نسبت اپنے گھر اور شہر کے زیادہ محبت و الفت کا اظہار کرتا ہے، تو وہ انسان ناقص ایمان والا ہے اس تفاوت کی وجہ سے اس کے درجات میں کمی ہوگی۔ شریعتِ اسلامیہ تمام ایمان داروں کو اس بات کا حکم دیتی ہے کہ آپ کے روضہ شریف کے علاوہ اپنے ملکوں اور شہروں میں آپ کی تعظیم محبت احترام میں سرِ مُو فرق نہیں آنا چاہیئے۔ اگر فرق آتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی قبر کو میلے کی حیثیت دی گئی، حالانکہ آپ نے اس سے شدت کے ساتھ منع فرمایا اور آپ نے اللہ پاک سے دُعا فرمائی کہ میری قبر کو بُت نہ بنانا۔

انبیاء کا دشمن کون ہے؟

جو لوگ ہمیں انبیاء کا دشمن قرار دیتے ہیں، انہیں سوچنا چاہیے کہ انبیاء کا دشمن وہ شخص ہے جو ان کے اوامر کی مخالفت کرتا ہے اور منہیات سے اجتناب نہیں کرتا اور فرشتوں انبیاء اولیاء سورج چاند مورتیوں کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے اور انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام نے جن غیبی امور عرش، صفاتِ الٰہیہ جنت دوزخ اور فرشتوں وغیرہ کے بارے میں جو اطلاعات بہم پہنچائی ہیں، ان کی تکذیب کرتا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ درحقیقت انبیاء کے دشمن ہیں اور جو لوگ ان کی مخالفت کرنا گناہ سمجھتے ہیں اور ان کے احکامات کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً اللہ کے ولی ہیں اور ان کے مومن ہونے میں کچھ شک نہیں اس تمہید کی روشنی میں غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کے لئے سفر کی اجازت دی ہے اور ان سے حوائج ضروریہ کی طلب کو روا رکھا ہے ان کی قبروں کے حج کو مستحسن قرار دیا ہے، تو ہمیں ان کی مخالفت کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کتاب و سنت کے نصوص اس کی اجازت نہیں دیتے ہیں، بلکہ شدت کے ساتھ قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو ممنوع قرار دیا ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی مخالفت کرنا ان کی بات نہ ماننا ان کے ساتھ دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم و ساءت مصیرا۔ (النساء: ۱۱۵)

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستہ کے سوا اور راستے پر چلے، تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی بات کو جائز نہیں فرمایا جس طرح تین مقدس مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر کر کے جانے سے بھی منع فرما دیا۔ اسی طرح قبروں پر مسجدیں بنانے والوں کو ملعون کہا تو ان ارشادات کی روشنی میں قبروں کا حج اور اصحاب القبور سے دعائیں کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اللہ پاک کے

علاوہ کسی مخلوق سے دعائیں کرانے میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی مخالفت ہے۔ پس وہ لوگ جو انبیاء ، اولیاء و صلحاء کی قبروں کی زیارت کرتے اور ان سے فریاد رسی چاہتے ہیں کہیں زیادہ لعنت خداوندی کے مستحق ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو قبروں پر عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور آپ کے ارشادات کی مخالفت کرتے ہوئے نہ صرف اللہ پاک اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ، بلکہ وہ نیک لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے اوامر کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی ان کی دشمنی اظہر من الشمس ہے اور عداوت میں اس حد تک متجاوز ہو چکے ہیں کہ وہ موحدین کو نہ صرف کافر بلکہ اس فتویٰ کا پرچار کرتے ہیں کہ ان کو قتل کرنا ان کے ساتھ لڑائی رکھنا عین ثواب ہے اور یہ گروہ اولیاء اللہ کا دشمن ہے مگر درحقیقت ...... یہی وہ لوگ ہیں جو انبیاء کے احکام کی نافرمانی کی وجہ سے انبیاء کے دشمن ہیں اور حزب اللہ کی عداوت میں ان کی سرگرمیاں مخفی نہیں ہیں۔ پس اس بنیاد پر وہ اس قابل ہیں کہ ان سے جہاد کیا جائے اور ان کی باغیانہ سرگرمیوں کو ہدفِ تنقید بنایا جائے ، اس لئے کہ یہ لوگ شریعتِ محمدیہ کے محافظینِ اسلام کے اساسی اصولوں کے مبلغین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔

روافض، خوارج کے اوہامِ باطلہ

اسی انداز پر اہلِ بدعت اپنی رسول دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ دیدہ دلیری اور شوخ چشمی کے ساتھ بدعات کا انتساب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی طرف کر رہے ہیں۔ اہل السنت کے ساتھ ان کی دشمنی کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ یہی حال روافض کا ہے جو مہاجرین انصارِ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا دشمن قرار دیتے ہیں اور ان کے ارتداد کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ خوارج بھی ان سے کچھ کم نہیں جن کے نظریات اسلام کے ساتھ متصادم ہیں۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کو

قرآن پاک کی روشنی میں کافر قرار دیتے ہیں، بلکہ ان کا اعوجاج اس نقطہ تک پہنچ چکا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خونوں کے ساتھ ہولی کھیلنے کو روا سمجھتے ہیں۔ ان بنیادی اور اساسی اختلافات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ نیز ان کے متعلق پیشین گوئیاں حدیث کی متداول کتب میں تواتر کی حد تک موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا:

یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم وقراءتہ مع قراءتھم یقرءون القرآن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا عند اللہ۔

(خوارج) کی نماز، روزہ تلاوت قرآن کے مقابلہ میں تم اپنی نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن کو حقیر سمجھو گے (بظاہر) وہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت کریں گے مگر لیکن اس کا اثر ان کے حلقوں سے نیچے نہیں پہنچے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح خارج ہیں جس طرح تیر نشانہ سے خارج ہو جاتا ہے جہاں کہیں بھی ان کا سراغ ملے، ان کو قتل کردو، یقیناً اللہ کے ہاں ان کا قتل کرنا باعثِ ثواب ہے۔

اور فرمایا:

لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد۔

اگر مجھے ان کا سامنا ہوا، تو میں انہیں عاد قوم کی طرح صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دوں گا۔

خوارج کی تکفیر اور ان کے خلاف محرکاتِ جہاد کی حدیثیں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کا عظیم گناہ یہ ہے کہ وہ ملتِ مسلمہ کو کافر گردانتے ہیں، ان کی عزت و ناموس کو گرانا ان کی جائیدادوں کو تلف کرنا بلکہ ان کے خون تک کو گرانا مستحسن اور لائقِ ستائش قرار دیتے ہیں، وگرنہ اگر اتنی ننگی جارحیت کا حملہ ملتِ اسلامیہ کے فرزندوں پر ان کا مشن نہ ہوتا، تو اسلام میں ان جیسے بیسیوں گمراہ اور بدعات کا فروغ دینے والے

فرقے موجود ہیں، ہم ان کے خلاف اس قدر تہدید آمیز کلمات ورطۂ تحریر میں نہ لاتے۔

قبروں کا حج کرنے والے اور خوارج

اسلام کے ابتدائی دَور میں کتاب وسنّت کے خلاف جن بدعات کا ظہور ہوا حقیقت بین نگاہوں سے اگر ان کا جائزہ لیا جائے، تو وہ بدعات بعد کے دَور کی بدعات سے یقیناً اسلام کی مخالفت میں کم درجہ رکھتی ہیں۔ روافض اور خوارج کی بدعات کو صحابہؓ تابعین کے دور میں فروغ حاصل تھا۔ بظاہر کتاب وسنّت کے ساتھ تمسک اور وابستگی کے مدعی تھے۔ بعض اوقات سنّت کی نشان دہی ان کی نظروں سے اوجھل ہونے کے باعث بھی وہ بدعات کا ارتکاب کرتے۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ملحد بددین منافق قسم کے انسان تھے؛ تاہم خوارج کی اکثریت الحاد اور بد دینی کا پرچم لہرانے سے کنارہ کش تھی۔ بظاہر اتباعِ قرآن کی رٹ لگاتے۔ لیکن فہم قرآن سے عاری تھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ قرآن فہمی سے کوسوں دُور ہیں، لیکن خیرالقرون کے دَور کے بعد شرک وبدعات کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا، جہالت کے مہیب بادل فضائے بسیط کو تاریک بناتے رہے اور علم کی شعاعیں مدھم ہوتی گئیں۔ فتنوں اور گمراہیوں کے دروازے کھل گئے۔ الاشراک باللہ اور غیراللہ کی عبادت معاشرہ کے رسم ورواج کا جزو لاینفک بن گیا۔ اہلِ توحید کو نشانہ ظلم وستم بنایا گیا۔ اہلِ سنّت کو دبرعکس نام نہند زنگی کافور) دشمن رسول کے لقب سے مشہور کیا گیا۔ قبروں کے حج کی ترغیب وتحریص میں جھوٹی من گھڑت حدیثوں کو رواج بخشا گیا۔ قبروں پر عمارتیں، قبّے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ خیرالقرون کے دور میں نہ کسی قبر کا حج ہوتا تھا نہ کسی مشہد کو زیارت گاہ کی حیثیت حاصل تھی اور نہ ہی قبروں پر میلوں ٹھیلوں کا انتظام والنصرام ہوتا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ اس دَور کے مبتدعین، اہلِ قبور

کتاب وسنت کی مخالفت اور بدعات کے فروغ میں خوارج وروافض سے کہیں آگے نکل چکے ہیں۔ خوارج کی بدعات کی مذمت میں احادیثِ صحیحہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ مزید برآں صحابہ کرام کا اجماع بھی ان کے مذموم ہونے پر تقویت بخش رہا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ خوارج کی مذمت والی حدیث تقریباً دس طرق سے مروی ہے۔ جنہیں امام مسلم صحیح مسلم میں لاتے ہیں اور صحیح بخاری میں بھی کچھ حصہ موجود ہے، لیکن مشرک بدعتی فتنہ پرداز اتنی جرأت نہ کر سکے کہ وہ خیر القرون میں شرک وبدعت کو فروغ دینے کی مساعی بے فائدہ میں مشغول رہتے، اس لئے کہ یہ لوگ صریحاً اسلام کی تعلیمات کے مخالف ہیں، جبکہ خوارج اور روافض بظاہر قرآن پاک اور اسلامی تعلیمات کا سہارا لیتے ہیں، لیکن بباطن الحاد اور بددینی کے پھیلانے میں کمرہمت باندھے ہوتے ہیں سنتِ رسول اور اہل سنت کے ساتھ مخالفت کے پیش نظر خدا کے باغیوں اور نافرمانوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں مگر دلائل قطعیہ ان کی مجرمانہ سرگرمیوں کو طشت از بام کر رہے ہیں اور جن بدعات کو ثواب کی نیت سے ادا کرتے ہیں۔ بجائے ثواب کے عتابِ خداوندی کے مستحق ہیں، صراطِ مستقیم سے بھٹک چکے ہیں، نہ صرف یہ کہ آخرت میں نادم اور پشیمان ہوں گے، بلکہ دنیا میں بھی ذلت ان کا مقدر بن چکی ہے، بے اطمینانی، کم ہمتی ان کے خدوخال سے آشکارا ہے، تسلیم کرنا ہوگا کہ اللہ پاک اپنی مخلوق کے ساتھ انصاف کا برتاؤ فرماتے ہیں۔ ان کے خلافِ سنت ہتھکنڈوں کا تقاضا یہی تھا، اللہ پاک کسی پر ظلم نہیں کرتا سبحانہ وتعالیٰ عما یقول الظالمون علواً کبیرا ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون۔

ادلہ شرعیہ کا ماخذ

احکام شرعیہ واجب، مباح، مستحب، حرام، مکروہ کی اصطلاحات ادلہ شرعیہ کتاب

وسنت اجماع اعتبار کی بنیاد پر وضع کی گئیں۔ ادلہ شرعیہ کا ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس اس تمہید کی روشنی میں تمام مکتبِ فکر کے اہلِ علم کو اس بات سے مفر نہیں بلکہ اس راستے پر نہ صرف اہل سنت بلکہ اہلِ بدعت بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آپ نے جس شریعت کو پیش فرمایا ہے، اس کی اتباع کرنا ضروری ہے، جس چیز کو آپ نے حلال قرار دیا، وہ حلال ہے اور جس چیز کو آپ نے حرام ٹھہرایا، اسے حرام سمجھا جاتے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی انسان آپ کی حلال کردہ چیز کو حرام بناتا ہے یا حرام کو حلال اور مباح گردانتا ہے تو یقیناً تمام مکتبِ فکر کے علماء کے اتفاق کے ساتھ اس انسان کو اسلام سے باہر سمجھا جاتے گا۔ اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے بعد قرآن وسنت سے استدلال کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی انسان کسی حدیث کو اس لئے رد کرتا ہے کہ وہ حدیث محدثین کے اصول وضوابط کی روشنی میں صحت کے معیار سے گر چکی ہے یا اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا مسئلہ متنازع فیہ میں اس سے استدلال واضح نہیں تو اس حدیث کو تسلیم نہ کرنا عین اطاعتِ رسول ہے۔ تفصیلاً اس کا تذکرہ رفع الملام عن الائمۃ الاعلام میں ملاحظہ فرمائیں۔ پس جب راہِ صواب متعین ہو چکا ہے تو پھر حقوق اللہ اور حقوق الرسول میں کتاب وسنت کی تصریحات سے انحراف صراطِ مستقیم سے انحراف ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد پر ہمیں پیغمبروں کا مخالف اور دشمن سمجھنا کسی طرح بھی درست نہیں، اگرچہ ہم بعض اوقات اجتہاداً کسی مسئلہ میں بالفرض راہ صواب سے بھٹک بھی جائیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارا ارادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ مخالفت نہیں نہ ہی آپ کی شانِ اقدس کو گھٹانا ہے، ادنیٰ درجہ کا طالب علم بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔

کیا نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ضروری ہے

مسلک جمہور : جمہور محدثین کہتے ہیں کہ نماز میں آپ پر درود بھیجنا فرض نہیں یعنی جو شخص نماز میں آپ پر درود نہیں بھیجتا، وہ نہ تو آپ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے اور نہ ہی اسے عداوتِ رسول کے لقب سے موسوم کیا جائے گا۔

بعض علماء نماز سے خارج آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کو واجب قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علماء کسی حالت میں بھی آپ پر درود بھیجنے کو واجب نہیں سمجھتے۔ قرآن پاک کی متعلقہ آیت میں امر کو اجماع کی روشنی میں استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول

امام شافعی جمہور محدثین سے الگ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جو شخص نماز کے تشہد کے آخر میں سلام سے قبل درود نہیں پڑھتا اس کی نماز فاسد ہے، لیکن قاضی عیاض اس قول کو ضعیف قرار دیتے ہوئے امام طبری اور طحاوی کے قول کے حوالہ سے متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ تشہد میں آپ پر درود بھیجنا واجب نہیں نیز امام شافعی کی تائید میں کوئی وقیع رائے موجود نہیں، بلکہ امام طبری، قشیری اور دیگر ائمہ اس مسئلہ میں نہ صرف یہ کہ امام شافعی کے مسلک کا انکار کرتے ہیں بلکہ متقدمین کی مخالفت کی وجہ سے ان کے مذہب کو لائق تحسین نہیں سمجھتے۔

ابوبکر بن منذر کا قول ہے کہ نماز میں آپ پر درود بھیجنا مستحب ہے اگر کوئی شخص درود نہیں بھیجتا تو امام مالک، اہل مدینہ، اہل کوفہ، امام ثوری اور دیگر اہلِ علم کے مذہب کے مطابق اس کی نماز درست ہے۔ امام مالک، سفیان ثوری

سے منقول ہے کہ آخری تشہد میں صلوٰۃ بھیجنا مستحب ہے اور جو شخص درود نہیں بھیجتا، وہ گنا ہگار ہے۔ صرف اکیلے امام شافعی اس طرف گئے ہیں کہ جو شخص درود نہیں پڑھتا، اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ امام اسحاق فرماتے ہیں کہ بھول کی صورت میں کچھ حرج نہیں، البتہ جو شخص جان بوجھ کر درود نہیں پڑھتا، اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ امام احمد سے تین روایات مروی ہیں۔ محمد بن موازنے امام شافعی کے قول کے مطابق بھی ان کا ایک قول نقل کیا ہے۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کے علاوہ فقہا محدثین درود بھیجنے کو واجب نہیں کہتے، لیکن امام شافعی کی موافقت ان سے پہلے دور میں موجود نہیں۔

امام محمد باقرؒ کا قول

اگر میں نماز میں درود شریف نہ پڑھ سکوں، تو میں سمجھتا ہوں، میری نماز مکمل نہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آپ پر درود بھیجنا فی الجملہ فرض ہے۔ احادیث میں اس کی رغبت دلائی گئی ہے، اس کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہے مگر عموماً ائمہ کرام وجوب پر اجماع رکھتے ہیں، جبکہ ابو جعفر طبری درود کی آیت کے محمل کو مستحب قرار دیتے ہیں اور اس پر اجماع کے مدعی بن رہے ہیں مسئلہ میں علماء اور ائمہ دین کے اقوال اور اجماع کی حکایات مختلف ہیں، لیکن اس بات پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض نہیں سمجھتا، وہ نہ تو آپ کی شان میں کمی دکھا رہا ہے اور نہ ہی اس کو آپ کا دشمن قرار دیا جائے گا اور نہ ہی وہ آپ کی شان میں کسی گستاخی کا ارتکاب کر رہا ہے بلکہ تمام ائمہ دین ایک ہی مقصد رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جملہ امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جائے۔

جانور ذبح کرنے کے وقت آپ پر صلوٰۃ بھیجنا کیسا ہے؟

اس مسئلہ میں بھی ائمہ دین مختلف آرا پیش کرتے ہیں۔ امام مالک، امام احمد ذبح کے وقت آپ پر درود بھیجنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ قاضی عیاض ابن حبیب کی رائے ذکر کرتے ہیں کہ وہ ذبح کے وقت آنحضرت کے نام لینے کو مکروہ جانتے ہیں، اسی طرح تعجب انگیز واقعہ میں امام سحنون آپ پر درود بھیجنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ آپ پر صرف استحباب اور بغرض ثواب درود بھیجا جائے۔

امام اصبغ امام ابن القاسم سے ذکر کرتے ہیں کہ ذبح اور چھینکنے کے وقت صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ محمد رسول اللہ نہ پڑھا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ کے ذکر کے بعد محمد رسول اللہ کے ساتھ تسمیہ ادا کرتا ہے تو یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔ امام اشہب فرماتے ہیں کہ ذبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو سنت نہیں قرار دیا جا سکتا امام شافعی آپ پر درود بھیجنے کو نہ صرف یہ کہ مکروہ نہیں کہتے، بلکہ ایمان کا جز سمجھتے ہیں۔ امام احمد کے تلامذہ میں سے ابو اسحاق بن شاقلاً اور دیگر تلامذہ کا یہی مسلک ہے۔

فرشتوں اور نبیوں کی قسم کھانا

فرشتوں کے نام کی قسم کے ناجائز ہونے پر تمام ائمہ دین متفق ہیں اور جب کوئی شخص ان کی قسم اٹھاتا ہے تو اس قسم کو قسم نہیں کہا جائے گا۔ جمہور محدثین فرشتوں کی طرح نبیوں کے بارے میں بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں کہ ان کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ ائمہ اربعہ کا مذہب بھی یہی ہے؛ البتہ امام احمد سے ایک روایت اس مفہوم کی موجود ہے کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم منعقد ہو سکتی ہے۔ امام احمد کے تلامذہ میں سے ابو یعلیٰ اور دیگر ائمہ بھی اس طرف گئے ہیں، ابن عقیل تمام انبیاء کے ناموں کی قسم اٹھانے کو درست کہتے ہیں۔ صحیح قول جمہور ائمہ کا ہے کہ کسی مخلوق (خواہ انبیاء ہوں) کے نام کے ساتھ قسم اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے۔ ان کو نہ تو انبیاء علیہم السلام کا دشمن اور نہ ان کا

مخالف اور نہ ہی اسے گستاخ سمجھا جائے گا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ پاک کی خصوصیات کو ذات پاک سے الگ کر کے فرشتوں اور نبیوں کو بخش دینا توحید کے منافی ہے۔ توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ نہ تو فرشتوں اور نبیوں کی عبادت کی جائے نہ ان کے سامنے سجدہ کیا جائے، نہ ان کے لئے نمازیں ادا کی جائیں اور نہ ہی اللہ کے ماسوا کو پکارا جائے، پس ایسے لوگوں کو پیغمبروں اور نبیوں کا دشمن قرار دینا کسی صورت میں بھی مستحسن نہیں، اللہ پاک فرماتے ہیں۔

ماکان لبشر ان یؤتیه اللہ الکتٰب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون۔ (آل عمران ۷۹)

کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، بلکہ (اس کو کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ، کیونکہ تم کتاب (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔

پس جب وہ لوگ جو فرشتوں اور نبیوں کو خدا نہیں کہتے، وہ ان کے دشمن نہیں، تو وہ لوگ جو ان کو اللہ کے بندے سمجھتے ہیں اور مسیح علیہ السلام کو بھی خدا کا بندہ تصور کرتے ہیں، موحدین کا گروہ ہیں اور ان کے مومن ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمته القٰھا الی مریم وروح منه فامنوا باللہ ورسله ولا تقولوا ثلثة انتھوا خیرا لکم انما اللہ الٰه واحد

اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ) خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس

سبحنہٗ ان یکون لہ ولدلہٗ ما فی السموات وما فی الارض وکفیٰ باللہِ وکیلا۔ (النساء) ۱۷۱

کی طرف سے ایک روح تھے تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ خدا، تین ہیں (اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ خدا ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے اور خدا ہی کارساز کافی ہے۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ نجران کے عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ تو ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان پر لاتا ہے۔ اور اس کو اللہ کا بندہ کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ سمجھنا ان کے لئے باعثِ عار نہیں، فوراً ذیل کی آیت نازل ہوئی:

لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعا (النسأ) ۱۷۲

مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں) اور جو شخص خدا کا بندہ ہونے کو موجبِ عار سمجھے اور سرکشی کرے تو خدا سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھتے ہیں، وہ اس مقام سے بلند و بالا نہیں معلوم ہوا کہ موحدین کو طعن دینا کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی شان کم دکھاتے ہیں، جبکہ ان کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں .... لہٰذا جب موحدین کہتے ہیں کہ انبیاء کرام کی قبروں پر نہ تو مسجدیں تعمیر کی جائیں نہ ان کی طرف سفر اختیار کیا جائے نہ ان کو بت خانہ اور میلے کی حیثیت دی جائے تو وہ بھی انبیاء کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کے مرتکب نہیں ہو رہے ہیں بلکہ ان کو گستاخ کہنے والے عیسائیوں کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

موحدین کے عقائد

اللہ کے ماسوا فرشتوں اور نبیوں سے حوائج مانگنا عقیدۂ توحید کے منافی ہے ظاہر ہے کہ وہ تو ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموٰت ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہٗ۔ (السبا: ۲۲-۲۳)	وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ ان میں ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے اور خدا کے ہاں (کسی کے لئے) سفارش فائدہ نہ دے گی، مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔

معلوم ہوا کہ کسی نبی اور فرشتے کی سفارش اللہ پاک کے اذن کے بغیر فائدہ نہیں بخش سکتی ارشادِ خداوندی ہے:

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ (بقرۃ) ۲۵۵	کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں:

کم من ملک فی السمٰوٰت لا تغنی شفاعتھم شیئاً الا من بعد ان یأذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ۔ (النجم) ۲۶	اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی، مگر اس وقت کہ خدا جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور سفارش پسند کرے۔

اس آیت کا مضمون اگرچہ فرشتوں کی سفارش کو کالعدم قرار دے رہا ہے، تاہم اس سے ان کی شان میں تنقیص کا کچھ شائبہ نہیں اور فرشتے تو ان لوگوں کو اپنا

دشمن قرار دیتے ہیں جو ان کو اللہ پاک کا شریک ٹھہراتا ہے اور موحدین کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، جو ان کو ان کے عطا کردہ مقام سے اونچا نہیں سمجھتے، پس وہ ان کے غلو اور ور شرک سے بری ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ویوم یحشرھم جمیعا ثم یقول للملائکۃ اھٰؤلاء ایاکم کانوا یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مؤمنون۔ (السبا) ۳۹-۴۰

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا۔ کیا یہ لوگ تمہاری پوجا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ یہ بلکہ یہ جنات کی پوجا کرتے تھے اور اکثر ان ہی کو مانتے تھے۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللّٰہ فیقول ءانتم اضللتم عبادی ھٰؤلاء ام ھم ضلوا السبیل قالوا سبحانک ماکان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء ولکن متعتھم واٰباءھم حتیٰ نسوا الذکر وکانوا قوما بورا۔ (الفرقان) ۱۷-۱۸

اور جس دن (خدا) ان کو اور ان کو جنہیں یہ خدا کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا تو فرمائیگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے، وہ کہیں گے تو پاک ہے ہمیں یہ بات شایان نہ تھی کہ تیرے سوا اوروں کو دوست بناتے، لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو برتنے کو نعمتیں دیں، یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ

وہ لوگ بے شبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں

هو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا	کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح خدا ہیں؛
بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی	حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے
وربکم انہ من یشرک باللہ فقد	بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی
حرّم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النّار	پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو
وما للظالمین من انصار۔	کہ جو شخص خدا کے ساتھ شریک کرے گا،
(المائدہ ۵: ۷۲)	خدا اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس

کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام اور دوسری مخلوق نفع، نقصان کی مالک نہیں ہے۔ اس سے کب لازم آتا ہے کہ (جب مسیح علیہ السلام اور تمام مخلوق اللہ پاک کے سامنے بے بس ہیں) اس میں ان کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے یا اس سے ان کی شان میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ کس قدر واضح الفاظ میں سید الرسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بے چارگی اور درماندگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

قل لا املک لنفسی نفعا ولا	کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا
ضرا الّا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم	کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا، مگر جو خدا چاہے
الغیب لاستکثرت من الخیر وما	اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے
مسنی السوء ان انا الا نذیر و	فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ
بشیر لقوم یومنون۔ (الاعراف) ۸۸	پہنچتی، میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے
	والا ہوں۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

قل انی لا املک لکم ضرا ولا	یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان
رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ	اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا یہ بھی کہہ دو کہ

احد ولن اجد من دونہ ملتحدا۔ (الجن) ۲۱

خدا (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں دیکھتا۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملك ان اتبع الا ما یُوحیٰ الیّ قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون۔ (الانعام) ۵۰

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہ) میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (خدا کی طرف سے) آتا ہے کہہ دو بھلا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوتے ہیں تو پھر تم غور (کیوں) نہیں کرتے۔

اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

ومالی لا اعبد الذی فطرنی و الیہ ترجعون ءاتخذ من دونہ اٰلھۃ ان یردن الرحمٰن بضر لا تغن عنی شفاعتھم شیئا ولا ینقذون۔ (یٰسین) ۲۲-۲۳

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے، کیا میں ان کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں۔ اگر خدا میرے حق میں نقصان کرنا چاہیے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکیں۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ویخوفونك بالذین من دونہ ومن یضلل اللّٰہ فمالہ من ھاد۔ (زمر) ۳۶

کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں اور یہ تم کو ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں (یعنی غیر خدا سے) ڈراتے ہیں اور جس کو خدا گمراہ

کرے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین۔ (یونس ۱۰۶)

اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

عصمتِ انبیاء

اس قسم کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جو شخص علم کا متلاشی ہے وہ جانتا ہے کہ مامورات، منہیات، واجبات، محرمات، مکروہات کے تقاضوں کے مطابق اگر کسی مسجد یا کسی نبی، ولی کی قبر کی طرف سفر کرنے کو دلائل کی روشنی میں ناجائز سمجھتا ہے تو اس کو گمراہ اور نبیوں کا دشمن وغیرہ نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے مسئلہ میں ان سے صدورِ گناہ کے جواز کے مسلک کو ترجیح دیتا ہے، تو اس سے بھی نبیوں کی شان میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ اسی طرح بحق الانبیاء کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کو امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق ناجائز گردانتا ہے تو اس سے بھی نبیوں کا گستاخ نہیں کہلائے گا۔ قاضی عیاض (جو کہ مسئلہ عصمتِ انبیاء میں مبالغہ آرائی کی حد تک آگے نکل گئے ہیں) نے ان امور کا ذکر کیا ہے تاکہ جاہل لوگ ان لوگوں کو بے ادب اور گستاخ نہ سمجھیں جو متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، بلکہ جہاں یہ طبقہ جو اندھی عقیدت کے پیش نظر بلا سوچے سمجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مامورات کی مخالفت کر رہا ہے اور آپ کی طرف من گھڑت باتوں کو منسوب کرنے سے نہیں ہچکچاتا ۔ آپ کی

شان کو کم دکھا رہا ہے اور ان کی دشمنی کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔

قاضی عیاض کی وضاحت

کون سے امور کی نسبت آپ کی طرف کرنا جائز یا مختلف فیہ ہے؟ اور بشری تقاضوں کے مطابق آپ سے جو افعال سرزد ہوتے کیا ان کو عام محفلوں میں بیان کرنا درست ہے اور پھر میدانِ جہاد میں آپ نے جو مصائب جھیلے اور دشمنوں کے وار سہے اور زخمی ہوئے، نبوت کے ابتدائی سالوں میں آپ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور معاشی طور پر فقر و فاقہ آپ کا دامن گیر رہا۔ ان کے بیان کرنے میں آپ کی تحقیر لازم نہیں آتی۔ کوئی واعظ جب ان روایات کا تذکرہ کرتا ہے تو نہ اس کا انداز استہزائی ہوتا ہے اور نہ وہ فی الحقیقت آپ کی شان کا استخفاف کر رہا ہوتا ہے، بلکہ مذاکرہ علمیہ کے انداز کے مطابق انبیاء کی عصمت کے پیش نظر اس قسم کے واقعات بیان کرنے سے سامعین کو اصل مقصد کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ معاذ اللہ آپ کی شان میں کمی کرنا اس کے ذہن سے کوسوں دُور ہوتا ہے۔ ہاں اگر سامعین عقل و فہم سے عاری ہوں اور اندیشہ ہو کہ وہ غلط تاویلات نکال کر تحریف کے مرتکب ہوں گے، تو پھر ان کے بیان سے اجتناب ضروری ہے اسی لئے بعض سلف صالحین عورتوں کو سورۃ یوسف کی تعلیم سے روکتے ہیں خطرہ ہے کہ سورۃ یوسف کے واقعات سے کہیں وہ فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ عورتوں میں عقل و معرفت کی کمی ہوتی ہے اور ان کا ادراک بھی کمزور ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بکریاں چرانا

خیال کیجئے آپ اپنے متعلق جب اس خبر کا انکشاف فرماتے ہیں کہ میں ابتدا میں بکریاں چراتا تھا اور ہر نبی نے بکریاں چرانے کا مشغلہ کیا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ

السلام کے بکریاں چرانے کا واقعہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا تو اس واقعہ کے بیان کرنے میں بظاہر آپ کا استخفاف نہیں ہے' بلکہ اس میں حکمت مضمر ہے کہ جس طرح آج ابتدا میں آپ کو بکریاں چرانا ہے' ان کی دیکھ بھال رکھنا ہے' ان کو مجتمع رکھنا ہے۔ اسی طرح کسی وقت آپ سے انسانوں کی دیکھ بھال اور ان کی اصلاح کا کام لیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص اس واقعہ کو حقارت آمیز لہجہ سے بیان کرتا ہے اور آپ کی تحقیر کے پہلو کو اجاگر کرتا ہے' تو اس کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی۔ بہر حال اس واقعہ کو مورد مدح پر محمول کرنا ضروری ہے' بالکل اسی طرح اللہ پاک نے آپ کی یتیمی کا تذکرہ بصورتِ اکرام و اعزاز فرمایا ہے' لیکن اگر کوئی واعظ اس انداز سے بات کرتا ہے جس سے آپ کی عظمت میں فرق آتا ہے تو اس انداز کو کبھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ انسان جو باپ کے بعد بچپن ہی میں ماں کے سہارے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کو اللہ نے وہ مقام بلند عطا فرمایا کہ ایک دن عرب سیاست دانوں اور لیڈروں کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اس کو ہی اپنا سردار اور مقتدا تسلیم کریں اور عرب کی قیادت کی باگ ڈور اس کے سپرد کر دیں۔ رفتہ رفتہ عرب کے ماسوا دوسرے ممالک بھی اس کے سامنے سرنگوں ہوتے گئے۔ متبعین میں تنظیم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فرشتے بھی ان کی مدد کے لئے آسمان سے اتر پڑتے ہیں۔ نصرتِ الٰہی کے اس کرشمے کو دیکھ کر دنیا محوِ حیرت ہو جاتی ہے' لیکن کسی کو بھی تعجب لاحق نہ ہوتا۔ اگر آپ بادشاہ زادے ہوتے یا آپ آباؤ اجداد سے مضبوط پارٹی کے کمانڈر ہوتے' تو اس وقت آپ کا غلبہ' تفوق' باعثِ حیرانی نہ ہوتا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہرقل بادشاہ نے جب ابوسفیان بن حرب سے پوچھا کہ کیا اس کے آباؤ اجداد میں سے کسی کو بادشاہت بھی نصیب تھی' تو ابوسفیان نے برملا کہا تھا کہ بالکل نہیں۔ ہرقل نے کہا اگر اس کے خاندان میں پہلے کوئی بادشاہ ہوتا تو سمجھا جاتا کہ یہ شخص اپنے باپ کی بادشاہت کا طالب ہے'

اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ پہلی سماوی کتب میں یتیمی کی صفت پر مشتمل ہے۔ کتاب ارمیا میں اس صفت کا ذکر ہے اور ابن ذی یزن نے عبد المطلب کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اور بحیرا راہب نے ابو طالب کو خوشخبری سناتے ہوئے کہا تھا کہ آخر الزمان پیغمبر یتیمی کے ساتھ موصوف ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اگر کوئی شخص اُمّی ہے تو اس کا اُمّی ہونا اس کے لئے باعثِ عار ہے۔ جہالت و غباوت کا ہیولیٰ ہے، لیکن جب آپ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کئے نہ کسی سے علم حاصل کیا اور نہ آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اس کے باوجود آپ معارف و علوم کی ایک ایسی دستاویز پیش فرماتے ہیں کہ جس کا مقابلہ کرنے کی سکت بڑے بڑے علماء اور فضلا بھی نہ کر سکے، اور ان کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک اُمّی انسان اس قسم کی تعلیمات کا سرچشمہ ہے، تو وہ آپ کے فضائل کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کی تعریف کے ساتھ ساتھ آپ کی اعجازی قوت کے قائل ہو گئے اور اعتراف کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا کہ ہم نے آلات و اسباب کے توسط اور کتابوں کے مطالعہ سے علم و معرفت کے جوہر کو حاصل کیا، لیکن یہ شخص اسباب کے توسط کے بغیر مطلوب و مقصود سے بہرہ ور ہے اور علم و معرفت کا ایک ایسا سورج ہے جس کے سامنے ہمارے علم کی چمک دمک ناپید ہے۔ پس اللہ پاک کی یہ خاص نعمت ہے کہ اُمّی ہونا جو آپ کے غیر کے لئے باعثِ عار ہے وہ آپ کے لئے باعثِ عزّ و افتخار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر

حدیث کی کتابوں میں آپ کے شق صدر کے بارے میں کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں کہ آپ کا اپریشن کیا گیا اور زائد مضر چیز کو باہر نکال دیا گیا اور آپ کے قلب کو آب زمزم کے ساتھ دھو کر حکمت وایمان سے بھر دیا گیا۔ اس اپریشن سے آپ کی روحانی زندگی میں مزید قوت اجاگر ہوتی ہے۔ انشراح صدر اور اطمینان قلب جیسی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں، لیکن آپ کے علاوہ اگر کسی کے دل کا اپریشن کیا جائے تو اس سے اس کی موت واقع ہونا قطعی ہے اور دوبارہ زندگی ملنا غیر ممکن ہے۔ علیٰ ہذا القیاس بہت سے امور میں آپ دوسرے لوگوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ مثلاً آپ متواضع، منکسر المزاج تھے۔ گھر کا کام خود اپنے ہاتھوں کر لیتے۔ فواکہ، مطعومات، مشروبات، ملبوسات کا استعمال کثرت کے ساتھ نہ فرماتے۔ گاڑھے کا لباس پہنتے اور کھانے پینے کا حال یہ تھا کہ ایک ایک ماہ گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ دُنیا سے بے رغبتی رکھتے اور دنیا کی اعلیٰ اور ادنیٰ چیزوں کو بلحاظ فنا ہونے کے مساوی سمجھتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب چیزیں آپ کے فضائل ومحامد کو روشن کر رہی ہیں، لیکن اگر کوئی شخص آپ کے اُمّی ہونے پہ تواضع اور مسکنت کی زندگی کو بیان کرتا ہوا شرمناک اور گستاخانہ الفاظ دہراتا ہے تو اس کی دریدہ دہنی کسی لحاظ سے بھی قابلِ برداشت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبروں کی تصدیق اور آپ کے اوامر کی اتباع ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، مومن کی شان یہ ہو کہ اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے نفس اہل وعیال مال ودولت سے بھی زیادہ محبوب ہوں، ہمیشہ اتباع رسول کا خوگر رہے۔ اللہ پاک کی عبادت اس کے بتاتے ہوئے طریقوں کے مطابق سرانجام دیتا رہے۔ عبادت کے نئے مَن گھڑت راستے اگرچہ ان میں اللہ

پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ملحوظ ہو، تب بھی ان سے کنارہ کش رہے اور آپ کی تعظیم میں اس قسم کا غلو اختیار نہ کیا جائے جس قسم کے غلو کا ارتکاب عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کی ذات میں کیا یا جیساکہ ان لوگوں نے اپنے علماء اور صوفیا کو اللہ کے ماسوا خدا بنالیا یا فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا سمجھ لیا یہ سراسر گمراہی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ فرشتے اور انبیاء تو اسی راستے کو پسند فرماتے ہیں، جو اللہ پاک کا پسند کردہ ہے اور اس راہ پر چلنے والوں کو محبوب سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کو جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں، ان کو دشمن سمجھتے ہیں، اگر کوئی مشرک کسی پیغمبر یا نیک انسان کی تعظیم میں غلو اختیار کرتا ہے اور اس کو اللہ پاک کے برابر سمجھتا ہے اور اس کی محبت میں سرشار ہے اور سمجھتا ہے کہ جب بھی یہ انسان میری سفارش کرے گا، تو اللہ پاک کی اجازت کے بغیر بھی میری سفارش ہوسکے گی اور اس کی عبادت خدا کے قرب کا ذریعہ ہے تو ایسے انسانوں کو کچھ فائدہ حاصل نہیں، بلکہ ان کی مشرکانہ حرکات ان کے لئے باعث ضرر اور نقصان ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید محبت تھی خصوصیت کے ساتھ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کی محبت میں سرفہرست تھے لیکن انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگیاں گزاریں اور اس سے سرِمو انحراف نہیں کیا، لیکن مخلوق کو اللہ کا شریک بنانا اس کی عبادت کرنا مشرکانہ طور طریقے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحنہ وتعالی عما یشرکون (یونس ۱۸)

اور یہ (لوگ) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ ان کا کچھ فائدہ کرسکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہماری سفارش کرنیوالے ہیں، کہہ دو کیا تم خدا کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں۔

معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بُلند ہے۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

الا للہ الدین الخالص والذین اتخذوا من دونہ اولیاء مالنعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ان اللہ یحکم بینھم فیما ھم فیہ یختلفون ان اللہ لایھدی من ھو کاذب کفار۔ (زمر) ۳	دیکھو خالص عبادت خدا ہی کے لئے (زیبا) ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں، تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں خدا ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا، بے شک خدا اس شخص کو جو جھوٹا، ناشکرا ہے، ہدایت نہیں دیتا۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حباً للہ (بقرہ) ۱۶۵	اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر خدا کو شریک (خدا) بناتے ہیں اور ان سے خدا کی سی محبت کرتے ہیں، لیکن جو ایمان والے ہیں، وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

ولقد اھلکنا ما حولکم من القریٰ وصرفنا الآیات لعلھم یرجعون۔ (الاحقاف) ۲۷	اور تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کر دیں تاکہ وہ رجوع کریں۔

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انزل اللہ علیہ وانذر	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وانذر عشیرتک الاقربین آیت نازل

عشیرتک الاقربین فقال یا معشر قریش اشتروا انفسکم من اللہ لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ لا اغنی عنک من اللہ شیئاً یا فاطمۃ بنت محمد لا اغنی عنک من اللہ شیئاً سلینی من مالی ماشئت۔

ہوئی، تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے قبیلہ قریش تم اپنے نفسوں کو اللہ پاک سے بچانے کا سودا کر لو، میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور اے بنی عبد مناف تمہیں بھی میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اے اللہ کے رسول کی پھوپھی صفیہ! تجھے بھی میں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، اے فاطمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! تجھے بھی میں اللہ کے عذاب سے بچانے کی طاقت نہیں رکھتا، ہاں جتنا چاہو مال لے سکتی ہو۔

صحیحین میں مروی ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا الفین احدکم یاتی یوم القیٰمۃ علیٰ رقبتہ بعیر لہ رغاء او بقرۃ لھا خوار او شاۃ تیعر او رقاع تخفق یقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک من اللہ شیئاً قد ابلغتک۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم سے کوئی آدمی میدان محشر میں ایسی حالت میں نہ ملے کہ اس نے گردن پر اونٹ اٹھایا ہوا ہو اور وہ آواز کر رہا ہو یا گائے اور بکری اٹھائے ہوئے ہو اور وہ آواز کر رہی ہو، یا کپڑے اٹھائے ہوئے حرکت کر رہے ہوں وہ مجھے بلائے کہ یا رسول اللہ میری فریاد رسی کرو، لیکن میں کہوں گا کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تجھ تک پہنچا دیا تھا۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مسجد نبوی کے حقوق مقدم ہیں

قاضی اخنائی عام قبور کی زیارت اور روضہ نبوی کی زیارت میں مساوات کا قائل ہے۔

اور ہم پر الزام لگاتا ہے کہ ہم جب عام قبروں اور قبرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں، تو گویا ہم مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو حرام کہتے ہیں۔ بلاشبہ قاضی اخنائی ہماری طرف غلط نظریہ کا انتساب کر رہا ہے۔ ہم برملا کہتے ہیں کہ جو علما (بقول قاضی اخنائی) زیارت روضۂ نبوی کے لئے سفر کو مستحب سمجھتے ہیں۔ ان کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے مراد مسجدِ نبوی لے رہے ہیں، اس لئے کہ ہر مسافر اور زائر جب مسجد نبوی کے حدود میں داخل ہوتا ہے تو بالاتفاق اس کیلئے دو نفل ادا کرنے مشروع ہیں اس لئے کہ ہمارے مخالفین بھی اولاً نوافل، ثانیاً آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی ترتیب کے قائل ہیں؛ چنانچہ امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ سے نصًّا یہ بات ثابت ہے، البتہ امام مالک نوافل کے لئے پرانے ستون کے مقام کو (جہاں آپ نماز پڑھتے تھے) متعین فرماتے ہیں اور فرائض جماعت کے ساتھ صف بندی میں ادا کئے جائیں اور باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے مسجد نبوی میں نوافل ادا کرنا بہتر ہے جبکہ مدینہ منورہ میں رہنے والے لوگوں کے لئے گھروں میں نوافل پڑھنا بہتر ہے۔

ائمۃ اربعہ اور دیگر متقدمین اور متاخرین اسی نظریہ کے حامل ہیں کہ زائر مسجد نبوی کے حقوق اولاً ادا کرے۔ البتہ ابو القاسم ابن حباب سعدی (آداب الاحرام والمجاورۃ والزیارۃ) میں اختلاف ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جو لوگ حقوق مسجد کی تقدیم کے قائل ہیں، وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ زائر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے قبل مسجد کی ملاقات کے شرف سے متشرف ہوتا ہے۔ لہذا اسے آدابِ مسجد کا لحاظ رکھتے ہوئے دو رکعت نوافل ادا کرنے چاہئیں۔ جس طرح صحابہ کرام جب آپ کی زندگی میں مسجد میں داخل ہوتے، تو اولاً تحیۃ المسجد پڑھتے، پھر آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرتے، اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی زیارت سے پہلے حقوقِ مسجد کو اولین حیثیت دی جاتے نیز آپ کے احکام کی اقتدا کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اور یہ قول کہ زیارتِ مصطفٰے کے حقوق کو تقدم حاصل ہے کسی مشہور اہلِ علم کا قول نہیں ہے، بلکہ شریعتِ محمدیہ سے ناواقف انسان کا قول معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ اس کی تعلیل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ مسجدِ نبوی میں داخل ہونا زیارتِ مصطفٰے کے لئے ہے، حالانکہ سنتِ متواترہ اور اجماع سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجدِ نبوی میں داخل ہونا نماز کی ادائیگی کے لئے ہے۔ کیا عہدِ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے دور میں مسجدِ نبوی کے حدود میں آپ کی قبر شریف تھی؟ جب اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے تو اس بات کے غلط ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔

اور پھر اس سے لازم آتا ہے کہ جیسا کہ مسجدِ نبوی کے لئے شدِ رحال مشروع ہے اسی طرح زیارتِ روضۂ اقدس کے لئے بھی شدِ رحال مشروع ہو، حالانکہ حدیث متواتر تین مساجد کی طرف شدِ رحال کو جائز قرار دے رہی ہے۔ پس وہ انسان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے لیے شدِ رحال کو جائز قرار دیتا ہے۔ وہ تعلیماتِ اسلامیہ سے ناآشنا ہے۔ اگر مزید آگے بڑھتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت پر مصر ہے اور اہلِ اسلام کے اجماع کو ختم کرنا چاہتا ہے، تو ایسا انسان اس لائق ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتے، اس لئے کہ مشروع سفر مسجدِ نبوی کے لئے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے لئے کوئی سفر مشروع نہیں۔ ائمہ سلف کا یہی نظریہ ہے۔

زیارتِ مسجدِ نبوی کے آداب

زائر اولاً مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کے بعد نوافل ادا کرے۔ پھر مسجد میں سے ہی آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا رہے اور آپ کی تعریف وتوصیف اور توقیر کے کلمات میں مشغول ہو جائے اور ان احسانات کا تذکرہ کرے جو اللہ پاک کی طرف سے آپ پر ہوتے یا آپ کی وجہ سے امتِ محمدیہ پر ہوتے۔ حجرۂ عائشہ صدیقہ یا آپ کی قبر مبارک تک پہنچنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی شرعاً اس کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ دوسری عام قبروں کی زیارت مغفرت کی دعا

اور عبرت کے لئے مشروع ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا مطلب دراصل مسجد نبوی کی زیارت کے لئے ہے اور عام قبروں کی زیارت اور روضۂ نبوی کی زیارت کو مساوی قرار دینا شریعت محمدیہ کی روشنی میں بالکل غلط ہے۔

چنانچہ ہم نے ثابت کر دیا کہ روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا دراصل مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا ہے اور یہ سفر نصًا اور اجماعًا مستحب ہے، لیکن عام قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا نصًا اور اجماعًا مستحب نہیں ہے، لیکن قاضی اخنائی نے ان دونوں کو مساوی قرار دے دیا ہے، تو قاضی صاحب نص اور اجماع کی مخالفت کر رہے ہیں۔

مشروع زیارت مسجد نبوی کی زیارت ہے

اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت دراصل مسجدِ نبوی کی زیارت کے ضمن میں ہے، اس لئے کہ آپ کی قبر شریف محجوب ہے۔ پس زائر مسجد نبوی میں داخل ہو کر نوافل ادا کرنے کے بعد مسجد کے حدود سے ہی آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیجے گا، قبر شریف تک پہنچنا ممکن نہیں، جبکہ عام مسلمانوں کی قبریں کھلے میدان میں ہیں، جب ان کی زیارت کے لئے قبرستان کا رُخ کرے تو ان کی قبروں پہ کھڑا ہو کر دعائے مغفرت کرے گا۔ اگرچہ سفر کر کے عام قبروں کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ اہلِ مدینہ کے لئے مکروہ جانا گیا ہے کہ جب بھی وہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوں، تو آپ کی قبر مبارک پر بھی حاضری دیں۔ اگرچہ مسجد نبوی میں آنے اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی حد بندی نہیں۔ وہ جب چاہیں مسجد نبوی میں داخل ہو سکتے ہیں؛ البتہ اہلِ مدینہ سے آپ نے فرمایا کہ فرض نماز کے علاوہ نوافل کا زیادہ ثواب گھر ادا کرنے میں ہے۔ ہاں جو لوگ دُور دراز سے مسجد نبوی کی زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں، ان کے لئے نوافل کا مسجد نبوی میں ادا کرنا افضل ہے۔ قاضی اخنائی ہمارے

خلاف یہ غوغا آرائی تو کر رہے ہیں کہ ہم عام قبروں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں، لیکن اس بات کا ذکر نہیں کرتے کہ ہم زیارت شرعیہ یعنی مسجد نبوی کی زیارت کے استحباب کے قائل ہیں۔

قبروں کی زیارت میں اختلاف

بخاری شریف کی شرح میں ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء مطلقاً قبروں کی زیارت کو نہی کی احادیث کی روشنی میں مکروہ قرار دیتے ہیں۔ امام شعبی کا قول ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے نہ روکا ہوتا تو میں اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کرتا۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ علماء قبروں کی زیارت کو مکروہ جانتے ہیں۔ ابن سیرین سے بھی اسی قسم کا ایک قول مروی ہے۔ علی بن زیاد کا بیان ہے کہ امام مالک سے قبروں کی زیارت کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا شروع اسلام میں آپ نے زیارتِ قبور سے روک دیا تھا، پھر آپ نے اجازت فرمائی۔ پس اگر کوئی شخص قبروں کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور زبان سے کوئی جزع فزع کا کلمہ نہیں کہتا تو کوئی حرج نہیں؛ البتہ عام لوگوں کا عمل اس کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ امام مالک بھی زیارت کو مستحب نہیں سمجھتے۔ پس قاضی اخنائی جو کہ امام مالک کے مقلد ہیں۔ ہمیں تو اللہ کے رسول کا دشمن کہتے ہیں، لیکن امام مالک کے اس قول کا نہ ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

قبروں کی زیارت کی مشروعیت میں وارد ہونے والی حدیثوں کا تجزیہ

اُوّلاً: احادیث کے الفاظ پر غور و فکر کرنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ ان حدیثوں سے قطعاً یہ بات مترشح نہیں ہوتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف یا عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کے استحباب کا حکم دیا گیا ہے۔

ذو دو القبود کا حکم قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو مستحب یا مباح کا مقتضی نہیں ہے جیسا کہ یہ حکم ان لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روک رہا ہے جو لوگ وہاں شرکیہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں یا قبروں پر پہنچ کر نوحہ خوانی نالۂ وشیون آہ و بکا اور فضول واویلا کا بازار گرم کر دیتے ہیں اور صاحب قبر کو اپنی حاجتوں کا ملجا سمجھتے ہوئے اس سے التجائیں کرتے ہیں اور دیگر منہی افعال اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

چند امثلہ

جیسا کہ (فصیام ثلثة ایام) جو شخص قربانی خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ تین روزے ایام حج میں اور باقی سات روزے گھر واپس آکر رکھے) یہ حکم عورت کو نہیں ہے جبکہ وہ حائضہ ہے اور اسی طرح یہ حکم عیدالفطر عیدالاضحیٰ کے دنوں کو متناول نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک صلوٰۃ الرجل فی مسجدہ تفضل علی صلوٰتہ فی بیتہ وسوقہ بخمس وعشرین درجہ (کہ ایک مسلمان کا مسجد میں نماز ادا کرنا گھر اور بازار میں نماز ادا کرنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب کا حامل ہے) اس بات کی متقاضی نہیں ہے کہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے سفر اختیار کرے، بلکہ ظاہراً حدیث کا منشا یہ ہے کہ وہ اپنے گھر اور قریب جگہ سے بلا سفر مسجد میں پہنچتا ہے۔ اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تمنعوا اماء اللہ مساجد (اللہ کی بندیوں کو مسجد سے نہ روکو) نیز (اذا استاذنت احدکم امرءتہ الی المسجد فلا یمنعہا (جب کسی کی عورت اپنے خاوند سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو اسے روکنا نہیں چاہیئے) اس بات کا متقاضی نہیں کہ عورت خاوند یا محرم کی رفاقت کے بغیر سفر کر سکتی ہے یا اگر عورت کسی مسجد کی طرف سفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو وہ اس کو اجازت عطا کرے بلکہ حدیث کا منشا یہ ہے کہ اگر عورت حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو خاوند اس کو اپنی رفاقت

ہیں یا محرم کی رفاقت میں جانے کی اجازت عطا کرے یا اگر بلا سفر مسجد میں جانا چاہتی ہے تو بھی اس کو اجازت دے دی جائے۔

سوال: احادیث مذکورہ سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد میں آنے کا مطلب گھر سے مسجد میں آنا ہے اور سفر کر کے مسجد میں آنے کو شامل نہیں۔ عرف عام میں یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔

پہلا جواب: قبروں کی زیارت کے متعلق بھی عرف عام کا خیال رکھا جائے گا۔ صحابہ کرام مدینہ منورہ سے باہر قبروں کی زیارت کے لئے جاتے تھے، لیکن اتنا معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی صحابی نے کسی قبر کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا ہو۔

دوسرا جواب: صحابہ کرام زیارتِ قبور کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھتے تھے جس طرح کہ وہ لوگ اتباعِ جنازہ کے مفہوم کو سمجھتے تھے۔ کوئی مسلمان فوت ہوتا، تو وہ اپنے گھر سے نکلتے، جنازہ پڑھتے، قبرستان جاتے، دفن کر کے واپس لوٹ آتے، اسی طرح اپنے گھروں سے نکلتے اور قبروں کی زیارت کرتے یا اگر سفر میں کہیں قبرستان پر سے گزر ہو گیا بس اسی کا نام زیارت تھا۔ احمد بن قاسم بیان کرتے ہیں امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ نیک مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ فرمایا کچھ حرج نہیں، مسلمان قبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ ہم بھی عبداللہ بن مبارک کی قبر کی زیارت کے لئے گئے۔

نیز وہ بیان فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ سے قبروں کی زیارت کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت فرمائی ہے؛ لہذا ماں باپ قریبی رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا استغفار کرنا درست ہے۔ علی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ قبروں کی زیارت افضل ہے یا عدم زیارت، فرمایا زیارت کرنا افضل ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمائی۔ جب آپ فتح مکہ کے لئے مکہ کی طرف جا رہے تھے،

لیکن قبر کی زیارت کے لئے مستقل سفر اختیار نہیں فرمایا، اسی طرح خلافت راشدہ صحابہ تابعین تبع تابعین کے دور تک یہ بات ثابت نہیں کہ کسی شخص نے کسی پیغمبر یا کسی نیک آدمی کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے سفر اختیار کیا ہو یا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی صلی اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا ہو اور نہ ہی تبع تابعین کے دور تک کسی قبر پر کوئی عمارت تھی اور نہ ہی کسی پیغمبر یا کسی نیک آدمی کے آثار کو متبرک گردانتے ہوئے ان کا سفر اختیار کیا جاتا اور نہ ہی کسی قبر یا کسی اثر کو اس قابل سمجھتے کہ خصوصیت کے ساتھ وہاں جا کر دعا کی جائے یا نماز پڑھی جائے یا صاحب میت سے تبرک کے لئے زیارت کا قصد کیا جائے۔ مسلمانوں کا طرز عمل پتہ دیتا ہے کہ وہ اگر کسی مومن کی قبر کی زیارت کرتے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے اور غیر مسلم کی قبر کی زیارت کرنے سے رقت قلبی حاصل کرنا مقصود ہوتا جیسا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمائی تو خود بھی رو پڑے، اور ارد گرد کے تمام حاضرین بھی رونے لگے۔ صحیح مسلم میں ہے:

استاذنت ربی فی ان ازور قبر امی فاذن لی واستاذنتہ فی ان استغفرلھا فلم یؤذن لی۔

میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی، تو مجھے اجازت مل گئی اور جب میں نے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہ ملی۔

تیسرا جواب: اس دوسرے جواب کے ضمن میں تیسرا جواب بھی معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت قبور کی اجازت اس لئے دی گئی کہ اس سے میت کو فائدہ حاصل ہوگا۔ زائر اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے گا۔ موت کا خوفناک منظر قلب میں رقت پیدا کرے گا، وگرنہ زیارت کا یہ مطلب تو قطعاً نہیں کہ صاحب قبر سے زائر کو کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور اس کی برکات سے اس کو بھی کچھ حصہ ملے گا یا صاحب قبر اس کی سفارش کرے یا اس کے لئے دعا کرے۔ ظاہر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے بقیع الغرقد قبرستان اور شہداء کی قبروں کی زیارت فرمائی، تو آپ کا مقصد ان سے نہ تو استمداد تھا اور نہ ہی انہیں وسیلہ بنانا تھا اور جو شخص یہ بات کہتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے، بلکہ وہ آپ کی حیثیت کو نیچا دکھا رہا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کو جو فوت ہو چکے ہیں، اپنا سفارشی بنا رہے ہیں، ان سے فریاد رسی کر رہے ہیں اور ان سے دعائیں مانگ رہے ہیں کسی مسلمان سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

صحیح مسلم میں بریدہ بن حصیب روایت کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم اذا خرجوا الی المقابر ان یقول قائلھم السلام علیٰ اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون نسئال اللہ لنا ولکم العافیۃ وفیہ ایضاً عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی المقبرۃ فقال السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون وفیہ ایضاً عن عائشۃ فی حدیث طویل قال ان جبریل اتانی فقال ان ربک یامرک ان تاتی اھل البقیع فتستغفر لھم قالت قلت یارسول اللہ کیف اقول قال قولی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تعلیم دیتے کہ قبرستان میں پہنچ کر ایماندار وں اور مسلمانوں کو سلام کہیں، نیز یہ کہ ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ آملیں گے ہم اللہ پاک سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اس روایت میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان جاتے تو فرماتے اے ایماندارو تم پر سلام ہو، انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ آملیں گے۔ ایک طویل حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آیا اس نے کہا کہ اللہ پاک آپ کو بقیع قبرستان جانے کا حکم فرمارہے ہیں۔ آپ وہاں ان کے لئے استغفار کریں حضرت

السلام علیکم اھل الدیار من المسلمین والمؤمنین یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین وانا انشاءاللہ بکم للاحقون وفی سنن ابن ماجہ فی ھذا الحدیث عن عائشۃ قالت فقدتہ فاذا ھو بالبقیع فقال السلام علیکم دار قوم مومنین انتم لنا فرط ونحن بکم للاحقون اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم واغفرلنا ولھم وفی المسند والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر قال الترمذی حدیث حسن غریب۔

عائشہ نے استفسار کیا یارسول اللہ وہاں کیا کہا جاتے۔ فرمایا تم مسلمانوں مومنوں پر سلام کہنے کے بعد پہلوں اور پچھلوں کے لئے رحمت کی دعا فرماؤ۔ نیز کہ ہم بھی ان شاءاللہ تم سے آملیں گے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ کی اس حدیث میں حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ میں آپ کو ڈھونڈنے نکلی تو آپ بقیع قبرستان میں تھے ان پر سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم پہلے پہنچ گئے۔ ہم بھی آپ کو ملنے والے ہیں۔ اے اللہ تو ہم کو ان کے ثواب سے محروم نہ کرنا اور نہ ان کے چلے جانے کے بعد کسی فتنہ میں مبتلا کرنا اور ہمیں اور ان کو معاف فرمانا۔ مسند احمد اور ترمذی میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان میں سلام کہنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کو معاف فرمائے۔ تم ہم سے پہلے یہاں آگئے ہو، ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

عام قبروں پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے

قبروں کی زیارت شرعی جہاں بالاطلاق ان کے لئے دعا کرنے کو شامل ہے۔ وہاں خاص طور پر نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے صفیں باندھنا، تکبیرات کہنا، تکبیر تحریمہ اور تسلیم کہنا بھی ثابت ہے؛ چنانچہ صحیحین میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کا نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد پڑھا۔ چنانچہ ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا اہل قبور کے لئے مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے، اس لئے کہ قبروں کی زیارت سے مومن آدمی کے دل پر رقت طاری ہوتی اور آخرت کا تصور آنکھوں کے سامنے نمایاں ہو جاتا ہے؛ چنانچہ آپ کے اقوال اور افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر جنازہ پڑھنا ثابت نہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کا حکم دوسری قبروں سے الگ ہے، اس لئے کہ عام مسلمانوں کی قبریں کھلے میدان میں ہوتی ہیں، لیکن آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا تاکہ کوئی شخص آپ کی قبر تک نہ پہنچ سکے، اس لئے آپ نے فرمادیا تھا کہ تم جہاں کہیں سے بھی مجھ پر صلوٰۃ سلام کا ہدیہ ارسال کروگے، وہ مجھے پہنچتا رہے گا۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے کچھ فرشتوں کو متعین فرما دیا ہے جو زمین کے اطراف و اکناف کا چکر لگاتے رہتے ہیں اور زمین کے جس گوشہ سے بھی آپ پر کوئی صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجتا ہے، تو وہ فرشتے اس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اللہ پاک سے دُعا فرمائی کہ اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنانا، ان لوگوں پر اللہ پاک کا شدید غضب نازل ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کرڈالیں۔ نیز فرمایا کہ میری قبر کو مصلیٰ گاہ نہ بنانا۔ پس ان ادلہ کی روشنی میں اہل علم کے نزدیک آپ کی قبر اطہر پر نماز جنازہ کی ادائیگی جائز نہیں اور نہ ہی کسی انسان نے آپ کی قبر اطہر پر نماز جنازہ پڑھی ہے جبکہ امام شافعی کے ایک قول اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسلمانوں کی قبروں پر ہمیشہ نماز

جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ لیکن آپ کی قبر اطہر پر نماز جنازہ کی عدم مشروعیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اس لیئے کہ مقصود کسی قبر کی زیارت سے صاحب قبر کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ جہاں کہیں رہتے ہیں، وہیں سے آپ کے لئے صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجتے رہیں اور آپ کے لئے وسیلہ کی دُعائیں کرتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کس قدر ارفع و اعلیٰ ہے کہ عام قبروں پر پہنچ کر دُعا کی جائے، نمازِ جنازہ ادا کیا جائے، لیکن آپ کی محبت اور تعظیم ایمانداروں کے دلوں میں اس قدر موجزن ہو کہ آپ کی تعظیم میں اس وقت بھی کچھ کمی واقع نہ ہو، جبکہ وہ دُور سے آپ پر درود بھیجیں اور جو کیفیتِ احترام و تعظیم زائر کے دل میں اس وقت ہو، جب وہ روضۂ رسول پر حاضر ہو کر درود بھیج رہا ہو وہی کیفیت ہر جگہ پر باقی رہنی چاہیئے اور اس میں سرمو فرق نہ آنا چاہیئے اور اگر زائر بوقت زیارت جس جوش و خروش کے ساتھ درود بھیجتا ہے اور وہ جوش و خروش دُور دراز ملک سے درود بھیجنے میں موجود نہیں، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و احترامات میں کمی دکھلا رہا ہے، جبکہ دوسری طرف وہ آپ کی قبر اطہر کو میلہ کی حیثیت بخش رہا ہے۔ پس اس مفسدہ کے پیش نظر آپ کی قبر اطہر پر جنازہ پڑھنا درست نہیں اور نہ ہی آپ کی قبر اطہر پر مسجد تعمیر کرنا جائز ہے۔ لیکن اہل بدعت لوگ انبیاء، اولیاء، صلحاء کی قبروں کی زیارت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کے لئے دُعا کرنا استغفار مانگنا مطلوب ہوتا ہے۔ بلکہ ان سے دعائیں کروانا اور ان کو سفارشی بنانا مقصود ہوتا ہے، اسی مشرکانہ نظریہ کے ساتھ وہ ان قبروں کا رُخ کرتے ہیں اور ان پر عمارتیں تعمیر کرتے ہیں، میلوں کا انعقاد ہوتا ہے، حالانکہ احادیثِ صحیحہ میں ان تمام کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

قاضی اخنائی اور اس جیسے دوسرے علماء غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم قبروں کی زیارت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ہمارا مسلک حق و انصاف کا ساتھ دینا ہے۔ جب اللہ پاک

نے کافروں کے ساتھ عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے تو ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ حق و انصاف کو کیسے قابلِ عمل نہ سمجھیں گے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (المائدہ) ۸	اے ایمان والو خدا کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو، کچھ

شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو معاف فرمائے اور صحیح بات کہنے اور سیدھے راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نہی کے بعد صیغۂ امر وجوب کا متقاضی نہیں

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکتا رہا پس تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو) بعض روایات میں ولا تقولوا ھجرا (اور فضول باتیں نہ کرو) کا اضافہ ہے۔ اس روایت میں امر کا صیغہ وجوب یا استحباب کا متقاضی نہیں بلکہ زیارت کے جواز کا متقاضی ہے۔ مخالفین کا استدلال کہ نہی کے بعد وارد ہونے والا امر کا صیغہ وجوب کا فائدہ بخشتا ہے، قرآنی استعمال کے منافی ہے۔ ائمہ سلف سے مروی ہے کہ کسی حکم سے منع کرنے کے بعد صیغۂ امر متقدم منع کو ختم کرتا ہے اور اباحت کے حکم کو ثابت کرتا ہے۔ چند امثلہ ملاحظہ فرمائیے۔

مثالِ اوّل

کنت نھیتکم عن الانتباذ فی الاوعیۃ فانتبذوا ولا تشربوا مسکراً وکنت نھیتکم عن لحوم الاضاحی فادخروا ما بدا لکم۔

میں تم کو برتنوں میں نبیذ تیار کرنے سے روکتا رہا اب تم کو ان میں نبیذ بنانے کی اجازت دیتا ہوں، لیکن نشہ آور نبیذ کا استعمال نہ کرو اور میں تم کو قربانی کے گوشت کا ذخیرہ کرنے سے روکتا رہا۔ اب تم حسب ضرورت ذخیرہ رکھ سکتے ہو۔

صحیح مسلم میں بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا و نھیتکم عن لحوم الاضاحی فامسکوا ما بدا لکم و نھیتکم عن الانتباذ الا فی سقاء فاشربوا فی الاوعیۃ کلھا ولا تشربوا مسکرا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا۔ اب تم کو زیارت کی اجازت دیتا ہوں اور میں نے تم کو قربانی کے گوشت کا ذخیرہ کرنے سے منع کیا۔ اب تم حسب ضرورت محفوظ کر سکتے ہو اور میں نے تم کو مشکیزے کے علاوہ باقی برتنوں میں نبیذ بنانے کا استعمال کر سکتے ہو، البتہ نشہ آور نبیذ کا استعمال نہیں کر سکتے۔

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس رخصت کے بعد ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ تیار کرنا اور قربانی کے گوشت کا سٹور کرنا حسب ضرورت جائز ہے۔ استحباب اور وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اسی طرح قبروں کی زیارت سے منع کرنے کے بعد زیارت کی اباحت نہ تو استحباب کی متقاضی ہے اور نہ ہی زیارت کے لئے سفر کرنے کی اجازت کا حکم صادر کرتی ہے جس طرح عام مساجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔

مثال ثانی

فاذا احللتم فاصطادوا (مائدہ) ۲ — اور جب احرام اتار دو تو پھر اختیار ہے کہ شکار کرو
حالتِ احرام میں شکار کرنا جائز نہیں، لیکن حلال ہونے کے بعد شکار کرنا واجب نہیں، صیغۂ امر جواز کا فائدہ بخش رہا ہے۔

مثالِ ثالث

ارشادِ خداوندی ہے:

ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فأتوھن من حیث امرکم اللہ (البقرہ) ۲۲۲ — اور جب تک پاک نہ ہوجائیں ان سے مقاربت نہ کرو ہاں جب پاک ہوجائیں، تو جس طریق سے خدا نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے، ان کے پاس جاؤ۔

حالتِ حیض میں مجامعت سے منع کیا گیا ہے، پاک ہونے کی صورت میں اگرچہ مجامعت کے لئے صیغۂ امر کا استعمال ہوا ہے، لیکن وہ اباحت کا فائدہ دے رہا ہے۔

مثالِ رابع

ارشادِ خداوندی ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض (الجمعہ) ۱۰ — پھر جب نماز ہوچکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت میں بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے باہر جانا لازمی نہیں ہے۔

مثالِ خامس

علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم — خدا کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے

فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم (بقرہ) ۱۸۷

سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہارے حرکات سے درگذر فرمائی اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو اور خدا نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو خدا سے، طلب کرو۔

اس آیت میں صیغۂ امر ایام صیام میں نیند کے بعد مجامعت اور اکل و شرب کی اجازت مرحمت فرماتا ہے، وجوب کا متقاضی نہیں ہے۔

مثال سادس

فاذا انسلخ الاشھر الحرام فاقتلوا المشرکین (التوبۃ) ۱۵

جب عزت کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس میں بھی حرمت والے مہینوں کے ختم ہونے کے بعد مشرکوں کا قتل فرض نہیں، بلکہ اباحت کا متقاضی ہے، لیکن اللہ پاک کا ارشاد ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا میں دعوت کے پیش نظر داخل ہونے کی اجازت ہے اس کو واجب نہیں قرار دیا اور کھانا تناول کر لینے کے بعد گھر سے باہر جانا ضروری ہے۔

مثال سابع

صحیح مسلم میں ابوہریرہ روایت کرتے ہیں:

زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ فقال استأذنت ربی ان استغفر لھا فلم یأذن لی و استأذنتہ فی ان ازورھا فاذن لی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے گئے تو خود بھی رو پڑے اور آپ کے گرد صحابہ کرام بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے والدہ

فزوروا القبور فانها تذکر الموت۔ کے لئے مغفرت طلب کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن مجھے اجازت نہ مل سکی، پھر میں نے والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت چاہی، تو مجھے اجازت دے دی گئی، اس لئے اب تمہیں قبروں کی زیارت کی اجازت ہے نیز قبروں کی زیارت موت کے منظر کو آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔

معلوم ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اباحت کا مطالبہ کیا تھا، تو آپ کو اجازت عطا کر دی گئی فزوروھا صیغۂ امر اباحت کا ہی متقاضی ہے پس مسلمانوں کو جہاں کافر قریبی رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کی اجازت ہے، وہاں ان کے لئے دُعا استغفار کرنے کی اجازت نہیں، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام احد کے شہیدوں دیگر مسلمانوں کی قبروں اور بقیع قبرستان میں مدفون مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کو مستحب سمجھتے۔ نیز ان کے لئے دُعا اور استغفار کرتے، خصوصاً اس لئے بھی کہ ان کی زیارت موت کا ہولناک منظر پیش کرتی ہے، لیکن اگر قبروں کی زیارت کے وقت جزع فزع کا بازار گرم کیا جائے تو چونکہ اس زیارت میں مفسدہ غالب آچکا ہے، اس لئے زیارت کی اجازت سلب ہو جائے گی۔

پس مسلمانوں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ ان کی بیمار پرسی کرنا اور ان کا جنازہ ادا کرنا ضروری ہے

البتہ ذمّی کی بیمار پرسی کو بوجہ اس کے ذمی ہونے کے مباح گردانا جاسکتا ہے۔

جبکہ اس کے جنازے میں مسلمانوں کو سوار ہو کر اور جنازے سے آگے ہونا چاہیئے؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے اور مغیرہ بن شعبہ کی حدیث بھی اس پر دال ہے کہ مسلمان کے جنازے میں شریک لوگ اگر سواری پر ہیں، تو جنازے کے پیچھے پیچھے چلیں اور پیادہ پا لوگوں پر کچھ پابندی نہیں، وہ جنازے سے آگے بھی ہو سکتے ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص سوار ہے، اس کو آگے نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ جنازے کے

آگے ہوگا، تو اس کو جنازے میں شریک نہیں سمجھا جاتے گا۔

زیارتِ قبور کے لئے سفر کرنا

قبروں کی زیارت کے وجوب کا کوئی بھی امام قائل نہیں، البتہ بعض علماٗ سفر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں، جبکہ دوسرے بعض علماٗ سفر کے استحباب کے قائل ہیں۔ ادلۂ شرعیہ پر غور وفکر کے بعد آسانی کے ساتھ یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے والے لوگوں کا مقصود ان کے لئے دُعا اور استغفار کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ ان کا منتہائے مقصود ان سے اپنے لئے دُعا کروانا اور ان کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کرانا ہے اور جو لوگ ان کے لئے دُعا استغفار کرتے ہیں، ان کو یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ ان بزرگوں کو تمہاری دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ان پر سلام کہنے کی ضرورت ہے، بلکہ وہ تو ہم زائرین کے لئے سلامتی کا باعث ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نظریہ کا مالک انسان ان کو اپنا خدا تصور کر رہا ہے، حالانکہ صرف اللہ پاک وحدہٗ لاشریک کی ذات ایسی ہے جو دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا کرتی ہے۔ رزق عطا کرنا دلوں کو روشنی بخشنا گناہوں کو معاف کرنا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ومن یغفر الذنوب الا اللہ (آل عمران: ۱۳۵)

اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟

نیز فرمایا: قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل افلا تتقون۔ (یونس: ۳۱)

(ان سے) پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ

خدا تو کہو کہ پھر تم (خدا سے) ڈرتے کیوں نہیں۔

نیز فرمایا: قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه ان عذاب ربك کان محذورا۔ (بنی اسرائیل ۵۶-۵۷)

کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے، ان کو بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، یہ لوگ جن کو (خدا کے سوا) پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعۂ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

ان آیات کا ملخص یہ ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ جن کو بھی پکارا جاتا ہے، وہ کسی پکارنے والے انسان کی مدد نہیں کر سکتے، خواہ انسانوں کے علاوہ جنوں اور فرشتوں سے کیوں نہ فریاد رسی کی جائے اور خواہ وہ انسان اور جن مسلمان بھی کیوں نہ ہو؛ چنانچہ سلف صالحین کی تفسیروں میں یہ وضاحت موجود ہے۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ جنوں کے مسلمان ہونے پر مغالطہ کے خدشہ کو دور فرمانے کے لئے آیات نازل فرمائیں۔ مشہور مفسر قرآن عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ ان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ جب ان لوگوں نے فرشتوں کی عبادت کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت کرنا شروع کر دی، تو ذیل کی آیات نازل ہوئیں:

اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب و

یہ لوگ جن کو (خدا کے سوا) پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعۂ (تقرب)

یرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان	تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا)
عذاب ربک کان محذورًا۔	زیادہ مقرب رہوتا ہے) اور اس کی رحمت کے
(بنی اسرائیل) ۵۷	امید وار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے

خوف رکھتے ہیں، بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

نیز فرمایا: ولا یامرکم ان تتخذوا	اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں
الملئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر	اور پیغمبروں کو خدا بنالو، بھلا جب تم مسلمان
بعد اذ انتم مسلمون (اٰل عمران) ۸۰	ہو چکے تو کیا اسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے۔
نیز فرمایا: قل ادعوا الذین زعمتم	کہہ دو کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) خیال
من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ	کرتے ہو، ان کو بلاؤ، وہ آسمانوں اور زمین میں
فی السموات ولا فی الارض وما لھم	ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ ان
فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر	میں ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی
ولا تنفع الشفاعۃ عندہٗ الا لمن	خدا کا مددگار ہے اور خدا کے ہاں (کسی کے لیے)
اذن لہٗ حتی اذا فزع عن قلوبھم	سفارش فائدہ نہ دے گی، مگر اس کے لئے
قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو	جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے یہاں تک
العلی الکبیر (سبا) ۲۲-۲۳	کہ جب ان کے دلوں سے اضطراب دُور

کردیا جائے گا، تو کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے (فرشتے) کہیں گے کہ حق (فرمایا ہے) اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے علاوہ جس کو بھی پکارا جائے وہ کسی چیز کا مالک نہیں، اور نہ ہی اس کو اللہ پاک کے تصرفات میں شرکت حاصل ہے اور نہ ہی وہ معاونت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے: البتہ سفارش کا امکان ہے، لیکن اللہ پاک کے اذن کے بغیر کوئی بھی سفارش کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ ارشاد ربانی ہے:

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ (البقرہ) ۵۵

کون ہے جو اس کے ہاں سفارش کرے مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔

اوّلین شفاعت کا اعزاز صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے

صحیحین میں ہے کہ محشر کے میدان میں تمام مخلوق اکٹھی ہوگی اولاً حضرت آدم علیہ السلام اس کے بعد دیگر اولوالعزم پیغمبروں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی خدمت میں حاضری دیں گے، لیکن یہ تمام اولوالعزم پیغمبر سفارش کرنے سے معذرت کریں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ان سے معذرت کرنے کے بعد کہیں گے کہ شفاعت کے لئے تمہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچنا ہوگا وہ ایسے برگزیدہ آخری نبی ہیں جس کے اللہ پاک نے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں؛ چنانچہ آپ ان کی درخواست پر عمل درآمد کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر مشاہدۂ خداوندی کی عظیم نعمت کے حصول کے فوراً بعد اوّلاً سفارش نہیں کریں گے، بلکہ سجدہ ریز ہو کر اللہ پاک کی حمد وثناء میں جو تعریفی کلمات زبان پر لائیں گے۔ ان کا القا اسی وقت اللہ پاک کی طرف سے آنحضرت کے قلبِ اطہر پر ہوگا۔ خداوند قدوس فرمائیں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے اپنا سر اٹھایئے، کہیئے آپ کی بات کو قبول کیا جائے گا، آپ کی درخواست کو قبول کیا جائے گا اور آپ کی سفارش کو شرفِ قبولیت عطا کیا جائے گا؛ چنانچہ آپ کی سفارش سے ایک محدود تعداد کو جنت کا داخلہ ملے گا، اسی طرح تین بار آپ سفارش فرمائیں گے اور آپ کی سفارش پر محدود تعداد کو جنت میں بھیجا جائے گا۔ کتب حدیث میں متعدد طرق سے یہ حدیث موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُحد کے شہیدوں اور اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنا احادیث صحیحہ میں موجود ہے ۔قاضی اخنائی اور اس کے رفقاء کا ہم پر اتہام ہے کہ ہم مطلقاً زیارتِ قبور کو حرام سمجھتے ہیں، بلاشبہ ہم مسلمانوں کی قبروں کی زیارت استغفار کے لئے اور کافر قریبی رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت عبرت وموعظت کے لئے کرتے ہیں؛ البتہ زیارت کے لئے سفر نہیں فرمایا۔ آپ نے فتح مکہ کے لئے جب سفر فرمایا تو راستے میں الابواء مقام پر جہاں آپ کی والدہ کی قبر ہے نزول فرمایا اور زیارت فرمائی نہ تو زیارت کے لئے آپ کو چل کر آنا پڑا اور نہ ہی اس کے لئے آپ نے سفر اختیار فرمایا اور پھر آپ کا شہداءِ احد کی قبروں کی زیارت اور والدہ کی قبر کی زیارت کرنا اس انداز سے نہیں ہے جس انداز سے لوگ انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرتے ہیں، ان کا مقصد حصولِ برکت ودعا اور طلبِ شفاعت ہوتا ہے، حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کا کوئی جواز نہیں، کیا کوئی شخص جو مسلمان ہے اس راستے کا اظہار کر سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) اپنی والدہ کی قبر کی زیارت حصولِ برکت اور طلبِ شفاعت کے لئے فرمائی تھی۔ کلاّ ثم کلاّ۔

زیارتِ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی اخنائی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے استحباب پر کثرت کے ساتھ صحیح اور غیر صحیح حدیثیں وارد ہیں، جن سے استدلال کرنا صحیح ہے۔

جوابِ اوّل: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کو جائز سمجھتے ہیں، ہمارا اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آپ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر اختیار کر کے آنا شرعاً ثابت نہیں۔ اگر اس پر کوئی نص موجود ہے تو قاضی اخنائی اسے پیش فرمائیں، لیکن وہ صریح نص پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

جواب ثانی: اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس کی زیارت پر صحیح حدیثیں موجود ہیں، تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرتے ہیں، وہ مسجد نبوی میں پہنچ کر آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجیں۔ ظاہر ہے کہ صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجنے والا مسجد سے ہی ہدیہ بھیج سکتا ہے۔ آپ کی قبر اطہر تک پہنچنا تو ممکن نہیں، اس لئے کہ آپ کی قبر اطہر کے گرد چار دیواری قائم ہے۔ پس زیارت روضۂ اطہر کی یہ ایسی صورت ہے جس میں کچھ نزاع نہیں، ہم بھی اس کے قائل ہیں، جبکہ سفر کا اہتمام مسجد نبوی کی زیارت کے لئے ہے۔

جواب ثالث: قاضی اخنائی کا ادّعا (کہ روضۂ اطہر کی زیارت کے بارے میں صحیح حدیثیں موجود ہیں) بلا دلیل ہے فزوروها (یعنی قبروں کی زیارت کرو) سے یا آپ کا اہلِ بقیع اور شہداء احد کی قبروں کی زیارت سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ عام حکم آنحضرت کے روضۂ اطہر کو بھی شامل ہے۔ پس دعویٰ بلا دلیل اس قابل نہیں کہ اس پر کان بھی دھرا جائے۔

جواب رابع: قاضی اخنائی کا دعویٰ بالکل باطل ہے۔ احادیث کی معرفت رکھنے والے علماء کہتے ہیں کہ خاص طور پر آنحضرت کی قبر اطہر کی زیارت کے لئے کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ صحاح اور سنن حدیث کی قابل اعتبار کتابوں میں اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہیں، یہاں تک کہ مسند احمد، موطا امام مالک مسند شافعی میں بھی کسی ایسی حدیث کا سراغ نہیں ملتا، چہ جائیکہ بخاری ومسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں یہ حدیث مذکور ہو، اسی طرح ائمہ اربعہ آپ کی قبر اطہر کی زیارت پر کوئی صحیح حدیث پیش نہیں فرماتے ہیں۔ پس بقول قاضی اخنائی وہ کون سی صحیح حدیثیں ہیں جن کو جلیل القدر ائمہ اور محدثین نہیں جانتے ہیں۔ دراصل قاضی اخنائی اور اس کے رفقاء علم حدیث سے ناواقف ہیں؛ لہٰذا ان کا بلا دلیل کسی حدیث کو صحیح کہہ دینا قابلِ توجہ ہی نہیں۔

جواب خامس: قاضی اخنائی کا یہ دعویٰ کہ کچھ غیر صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں، جن

سے شرعی احکام کو ثابت کیا جاسکتا ہے اور ترجیح دی جاسکتی ہیں، بالکل صحیح نہیں۔ امام ترمذی اور دوسرے متاخرین حدیث کو تین قسموں (صحیح، حسن، ضعیف) پر منقسم کرتے ہیں اور ضعیف بعض دفعہ موضوع ہوتی ہے۔ البتہ صحیح، حسن حدیث قابل استدلال ہے، لیکن قاضی اخنائی نے تو صرف دعویٰ کیا ہے۔ اگر وہ کوئی حدیث پیش کرتے، تو ہم اس پر جرح کرتے۔

جواب سادس: ہم پورے وثوق کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے بارے میں جس قدر حدیثیں مروی ہیں۔ وہ تمام حدیثیں نہ صرف کمزور بلکہ موضوع ہیں۔ تفصیلاً سابقہ اوراق میں ان کا ذکر ہو چکا ہے اور ائمہ فن کی تنقید کے ساتھ ان کو ساقط الاعتبار ثابت کیا جا چکا ہے بلکہ ہم تو اس بات کے کہنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے کہ ایک صحابی سے بھی اس قسم کا جملہ سننے میں نہیں آیا کہ جس سے آپ کے روضۂ اطہر کی زیارت کا مفہوم نکلتا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ عام قبروں کی زیارت کی مسنونیت سے تو صحابہ کرام متعارف تھے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے الهٰكم التكاثر حتى زرتم المقابر (کثرت مال میں مفاخرت نے تم کو غافل کر دیا یہاں تک کہ تم موت سے جا ملے) عام قبروں کی زیارت کی ترکیب کے استعمال کا جواز عطا کرتا ہے، اگرچہ مفسرین کے نزدیک (المقابر) کا معنی موت کا ہے اور بعض مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ فخر و مباہات کے میدان میں مرے ہوئے انسانوں کے کارناموں کو ذکر کرتے ہوئے قبروں کی زیارت کرتے ہو ....
.... فریق مخالف پر غلبہ حاصل کرتے ہو، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کی ترکیب نہ آپ سے اور نہ آپ کے صحابہ سے، قطعاً منقول نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جدید محاورہ کے استعمال سے بالکل نا آشنا تھے۔ اسی بنیاد پر امام مالک اس ترکیب کو زبان پر لانے کو مکروہ گردانتے ہیں۔ اس لئے کہ اس مضمون کی

تمام حدیثیں موضوع من گھڑت ہیں۔

جواب سابع: امام احمد، مالک، ابوداؤد، ابن حبیب ائمہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مقدسہ کے نزدیک عبداللہ بن عمر کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے صلوٰۃ وسلام کے ہدیہ بھیجنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ نیز ابوداؤد میں مضبوط سند کے ساتھ ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من رجل یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتیٰ ارد علیہ السلام۔ — جب کوئی انسان مجھ پر سلام کہتا ہے، تو اللہ پاک میری رُوح کو واپس بھیج دیتے ہیں، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔

لیکن غور کرنے کا مقام ہے کہ کسی سنن اور مُسند کتاب میں قبری کا لفظ وارد نہیں ہوا، لیکن عرف کے استعمال کو غلبہ دیتے ہوئے اس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگرچہ اس معنی کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جو لوگ شرقاً غرباً نمازوں میں یا عام حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں ان کے صلوٰۃ وسلام کا جواب آپ کی طرف سے نہیں دیا جاتا، لیکن اس معنی کی روشنی میں حدیث سے استدلال کرنا کہ حجرہ شریفہ ہی صلوٰۃ وسلام کے لئے خاص ہے تو کسی صورت میں حدیث قابل استدلال نہیں رہتی۔ عام علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ کی قبر اطہر پر آکر سلام کہا جائے تو اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ کیا وہ شخص جو حجرۂ عائشہ کے باہر کھڑا ہے، وہ آپ کی قبر اطہر پر کھڑا ہے یا مسجد نبوی میں کھڑا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی حیات میں جس طرح لوگ حجرۂ شریفہ میں داخل ہو کر سلام کہتے تھے۔ آپ کی قبر اطہر پر سلام کہنے سے مراد یہ کیفیت ہے کہ لوگ آپ کی قبر اطہر پر سلام کہتے تھے اور آپ ان کے سلام کا جواب دیتے تھے، لیکن اس میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیت نہیں، جبکہ عام ایمان داروں کے بارے میں حدیث میں موجود ہے:

مامن رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتیٰ یرد علیہ السلام۔

جو شخص کسی متعارف انسان کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کو سلام کہتا ہے تو اللہ پاک اس کی رُوح کو اس کے جسم میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ اس کے سلام کا جواب دے سکے۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر سلام کہنے والا انسان آپ کی قبر اطہر پر تو نہیں کھڑا ہے، تو اس انسان میں اور وہ انسان جو مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ کہتا ہے یا نماز میں آپ پر سلام بھیجتا ہے، کچھ فرق نہیں ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد (صلوا علیہ وسلموا تسلیماً) ان سب صورتوں کو شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص آپ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ پاک اس پر دس بار رحمت کا نزول فرماتے ہیں۔ یہ حدیث کثیر طرق سے مروی ہے۔ بعض طرق صحیح کتب میں مروی ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانہ من صلیٰ علی مرۃ صلی اللہ بہا علیہ عشراً ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا درجۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوان اکون انا ذالک العبد فمن سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت علیہ شفاعتی۔

آپ نے فرمایا کہ اذان دینے والے انسان کے کلمات کا جواب دیجیے، اذان کے بعد مجھ پر درود بھیجیے۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ پاک اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں، پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ یہ جنت میں ایسا مقام ہے جو صرف کسی ایک بندہ کے لئے مخصوص ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھے عطا کیا جائے گا۔ پس جو شخص میرے لئے وسیلہ کی طلب کرے گا، اس کے لئے میرا سفارش کرنا ثابت ہو گیا۔

یہ حدیث علاء بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ کے طرق سے بھی مروی ہے اور سلام بھیجنے کے بارے میں کثیر حدیثیں موجود ہیں۔ زیادہ مشہور حدیث عبداللہ بن مبارک کی ہے جس میں ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں:

انہ جاء ذات یوم والبشری تری فی وجہہ فقال انہ جاءنی جبریل فقال اما یرضیک یا محمد انہ لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشرا۔

آپ ایک روز تشریف لائے۔ آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے، آپ فرمانے لگے کہ مجھے جبریل نے بشارت دی ہے کہ اے محمد کیا تجھے پسند نہیں کہ جو شخص تیری امت سے تجھ پر ایک بار درود یا ایک بار سلام کہے گا، میں اس پر دس بار صلوٰۃ اور دس بار سلام بھیجوں گا۔

اکثر طرق میں مطلقاً بلا عدد بھی وارد ہے کہ جو شخص آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیجتا رہے گا۔ میں اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجوں گا، لیکن مشہور قاعدہ کی بنیاد پر ہر ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے، اس مطلق حدیث کو بھی مقید پر محمول کیا جائے گا۔

قاضی عیاض، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوہریرہ، مالک بن اوس بن حدثان عبیداللہ بن ابی طلحہ سے اس مضمون کی روایات لائے ہیں، جن کی تفصیل آیندہ آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح آپ کے لئے وسیلہ کی دعا کرنا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، اسی طرح دور دراز سے آپ پر سلام بھیجنا بھی آپ کی خصوصیات سے ہے، اگرچہ اللہ پاک کے تمام نیک بندوں پر سلام بھیجنا بھی عموماً مشروع ہے۔ البتہ بعض علماء انبیاء کے علاوہ عام نیک انسانوں پر صلوٰۃ بھیجنے کو مکروہ گردانتے ہیں اور بعض علماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پیغمبر پر بھی صلوٰۃ بھیجنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، لیکن اس کو غلو سے تعبیر کیا جائے گا۔ صحیح طریق یہ ہے کہ آپ

کے غیر پر سلام بھیجنا جائز ہے، جبکہ صلوٰۃ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ جواز کے قائل ہیں۔ ابو طلحہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلمتم علی فسلموا علی المرسلین فانما انا رسول من المرسلین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھ پر سلام بھیجو تو اور رسولوں پر بھی سلام کہو، اس لئے کہ میں بھی رسولوں کے زمرہ میں شامل ہوں۔

چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں:

قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ آللہ خیرا مایشرکون (النمل) ۵۹

کہہ دو کہ سب تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا۔ بھلا خدا بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔

نیز فرمایا: وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ (الصّٰفّٰت) ۱۸۱-۱۸۲

اور پیغمبروں پر سلام سب طرح کی تعریف خدائے رب العالمین کو (سزاوار) ہے۔

نیز حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، الیاسین علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وترکنا علیہ فی الآخرین سلام علیٰ نوح فی العالمین (الصّٰفّٰت) ۷۸-۷۹

اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر (جمیل باقی) چھوڑ دیا (یعنی تمام جہان میں ذکر) نوح پر سلام ہو۔

نیز فرمایا: وترکنا علیہ فی الآخرین سلام علیٰ ابراھیم (الصّٰفّٰت) ۱۰۸-۱۰۹

اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا کہ ابراہیم پر سلام ہو۔

نیز فرمایا وترکنا علیہما فی الآخرین سلام علیٰ موسیٰ وھارون (الصٰفٰت) ۱۱۸-۱۱۹ اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی چھوڑ دیا کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام۔

نیز فرمایا وترکنا علیہ فی الآخرین سلام علیٰ الیاسین۔ (الصٰفٰت) ۱۲۹ - ۱۳۰ اور ان کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا کہ الیاسین پر سلام۔

چنانچہ مذکورہ سلام وہی ہے جس کا کہنا عموماً اور خصوصاً نماز میں نماز ادا کرنے والے کے لئے مشروع ہے اور نماز ادا کرنے والے انسان سلام بھیجتے ہوئے کہتے ہیں (السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین) (ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو) اس کا ذکر تشہد کی حدیثوں میں موجود ہے جو عبداللہ بن مسعود سے صحیحین میں اور ابوموسیٰ ابن عباس سے صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر، عائشہ، جابر وغیرہ سے کتب سنن و مسانید میں مروی ہیں۔ یہ سلام تو ایمانداروں کی طرف سے ایمانداروں کے لئے دعا اور استغفار کی صورت ہے جس کے کہنے سے وہ لوگ اللہ پاک سے اجر و ثواب کے حق دار ہوں گے لہٰذا جس پر سلام بھیجا جائے، اس کو جواب دینا ضروری نہیں، ہاں سلام تحیۃ جو کہ نص و اجماع کی روشنی میں مسلمانوں کے حقوق العباد میں داخل ہے، ضروری ہے کہ جس کو سلام کہا جائے، وہ سلام کا جواب دے۔ اگرچہ سلام کہنے والا غیر مسلم بھی کیوں نہ ہو، عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہودی آتے اور سلام کہتے، تو آپ ان کے جواب میں صرف علیکم کا لفظ فرماتے۔

اور کیا کسی معین انسان کو جب آپ سلام کہیں تو اس کے لئے سلام کا جواب ضروری ہے اور اگر جماعت ہے تو کیا اس کا جواب تمام پر فرض ہے یا اگر ایک شخص سلام کا جواب دیتا ہے، تو کافی رہے گا، اس میں اہلِ علم کے دو مشہور قول ہیں، جبکہ ملاقات کے وقت ابتداءً سلام کہنا سنتِ مؤکدہ ہے، واجب کہنے میں علماء کے دو قول ہیں اور قبر کی زیارت کرنے والے انسان کے حق میں بھی سلام کہنا سنت مؤکدہ ہے، اسی لئے حدیث میں مروی

ہے کہ میت مطلقاً سلام کا جواب لوٹاتی ہے۔

پس آپ پر مسجدِ نبوی یا دیگر مساجد اور عام امکنہ سے سلام بھیجنا کتاب وسنت اور اجماع کے ساتھ مشروع ہے؛ البتہ آپ کی قبر اطہر کے پاس سلام کہنا کہ سلام کہنے والا حجرہ شریفہ میں داخل ہو کر سلام کہے، اس کو اس وقت تو مشروع کہا جا سکتا ہے، جب کہ حجرہ مبارکہ میں داخل ہونا ممکن تھا لیکن حضرت عائشہ کی وفات کے بعد جبکہ حجرہ میں داخل ہونا ممکن نہ رہا، تو اب حجرہ کے قریب جگہ سے سلام کہنے میں علماء کے تین گروہ ہیں:

گروہ اوّل: زائر مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے، نماز سے فراغت کے بعد حجرہ کے قریب جائے اور آپ پر صلوٰۃ وسلام ارسال کرے۔ یہ قول امام مالک، شافعی، احمد کے اصحاب سے منقول ہے۔

دوسرا گروہ: زائر حجرہ شریفہ کے پاس جا کر سلام کا ہدیہ ارسال کر دے۔

تیسرا گروہ: ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا کافی ہے جیسا کہ عام مساجد میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ کہنا چاہیئے۔ اہلِ مدینہ اور دیگر باہر سے آنے والے انسانوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔

ابن حبیب کا قول

اہلِ مدینہ کے علاوہ دوسرے لوگ مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ کلمات پڑھیں

بسم اللہ وسلام علیٰ رسول اللہ	اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ
السلام علینا من ربنا وصلی اللہ و	صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔ ہم پر ہمارے
ملائکتہ علیٰ محمد اللھم اغفرلی	رب کی جانب سے سلام ہو اور اللہ اور
ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک	اس کے فرشتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت

وجنتك وجنبني من الشيطان الرجيم بھیجتے ہیں۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت اور جنت کے دروازے کھول دے اور مجھے شیطان مردود سے محفوظ فرما۔

پھر روضۂ رسول کی طرف رخ کرے اور قبرِ اطہر پر وقوف کرنے سے پہلے قبر اور منبر کے درمیان دو رکعت ادا کرے جس میں اللہ پاک کی حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ اس سے معاونت اور اتمام کی دُعا کرے۔ اگر اس مقام کے علاوہ مسجد میں کہیں دو رکعت ادا کرے پھر بھی کافی ہے، جبکہ قبر اطہر اور منبر کے درمیان ادا کرنا افضل ہے، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان والا ٹکڑا جنت کا باغیچہ ہے اور میرا منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر رکھا جائے گا۔ اس کے بعد قبر پر تواضع کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ ارسال کرے اور آپ کی تعریف میں مدحیہ کلمات کہے۔ بعد ازاں حضرت ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہے اور ان کے لئے دُعا کرے۔ مسجد نبوی میں رات دن کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہے نیز مسجد قبا اور شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت بھی کرے۔

میرا نظریہ

منبر اور قبر اطہر کے درمیان رَوضۃ الجنۃ میں دو رکعت ادا کرنے کا استحباب امام احمد بن حنبل سے مناسکِ مروزی میں منقول ہے، لیکن امام مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ پر دو رکعت ادا کرنے کو مستحب کہتے ہیں۔ بعض ائمہ کا نظریہ یہ بھی ہے کہ مسجد نبوی میں جہاں چاہے ادا کرے کسی ایک جگہ کو متعین نہیں کیا جا سکتا؛ البتہ فرض نماز بلاشبہ صفِ اوّل میں امام کے ساتھ ہی ادا کرنا مناسب ہے حضرت سلمۃ بن اکوع کی روایت میں ہے .... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے ستون

کا قصد کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہاں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ خصوصاً جبکہ فرض نماز میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہو۔ مناسب یہ ہے کہ امام مسجد کے درمیان میں لوگوں سے آگے ہو۔ اب جبکہ مسجد کے حدود میں توسیع ہو چکی ہے تو امام توسیع شدہ مقام میں کھڑا ہو۔ مسند ابویعلیٰ کی روایت:

عن علی بن الحسین انہ رای رجلا یجیئ الی فرجۃ کانت عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیدخل فیھا فنھاہ فقال الا احدثکم حدیثا سمعتہ من ابی عن جدی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تتخذوا بیتی عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنتم۔	علی بن حسین نے ایک آدمی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس ایک کھڑکی کے قریب بار بار آتے دیکھا تو منع فرماتے ہوئے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اس گھر کو میلہ نہ بنانا اور نہ اپنے گھروں میں قبریں بنانا تمہارا اسلام ہر جگہ سے مجھ تک پہنچتا رہے گا۔

اس حدیث کو حافظ مقدسی نے صحیحین پر زائد جید حدیثوں کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث امام حاکم کی صحیح حدیثوں سے زیادہ مقام والی ہے۔ قریب قریب امام ترمذی اور امام ابوحاتم بستی کے تصحیح کہنے کے مترادف ہے۔ بلکہ امام حاکم کی احادیث کثیرہ جھوٹی موضوع ہیں اور ان کا درجہ صحیح احادیث سے فروتر ہے۔ لیکن یہ حدیث صحیح احادیث کے ذخیرہ میں شمار ہوتی ہے۔

علی بن حسین زین العابدین کا مقام

آپ جلیل القدر عالم متدین تابعی گزرے ہیں۔ امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے کسی ہاشمی کو ان کے مثل نہیں پایا، وہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ

کے حجرہ کو میلہ گاہ نہ بنایا جائے، یعنی صلوٰۃ وسلام کہنے کے لئے آپ کے حجرہ کا رُخ نہ کیا جائے، صلوٰۃ وسلام کے لئے حجرہ شریفہ کی تخصیص شرعاً ممنوع ہے۔

سنن ابُوداوٗد میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم قبورًا ولا تجعلوا قبری عیدًا وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنے گھروں کو نہ تو قبریں بنانا اور نہ ہی میری قبر کو میلہ گاہ بنانا اور مجھ پر درود بھیجتے رہنا، بے شک تمہارا درود ہر مقام سے مجھ پر پہنچتا رہے گا۔

مذکورہ حدیث حسن ہے اور اس کے رواۃ ثقہ مشہور ہیں۔ عبداللہ بن نافع صائغ میں کمزوری کا ہونا استدلال کے لئے مانع نہیں ہے، اس لئے کہ یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ ابن معین کی توثیق ہی اس کی ثقاہت پر کافی دلیل ہے۔

...... ان کے علاوہ ابو زرعہ کہتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ حافظ ابوحاتم رازی کہتے ہیں اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے اور وہ معروف ومنکر قسم کی روایتیں بیان کرتا تھا۔ اگرچہ اس قسم کے راوی سے غلطی کا امکان ہے، لیکن جب اس کی بیان کردہ حدیث کے شواہد موجود ہوں، تو پھر اس حدیث کو محفوظ کہا جائے گا۔ اس حدیث کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ سنن سعید بن منصور میں سند کے ساتھ مذکور ہے:

عن ابی سعید مولی المہری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تتخذوا بیتی عیدا ولا بیوتکم قبورًا وصلوا علی حیثما کنتم فان صلوٰتکم تبلغنی۔

ابوسعید مولی مہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حجرے کو میلہ گاہ اور اپنے گھروں کو قبرستان کی حیثیت نہ دینا اور مجھ پر درود بھیجتے رہنا، تمہارا درود مجھ تک پہنچتا رہے گا۔

دُوسری روایت:

قال سهيل بن ابی سهيل رانی الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب عند القبر فنادانی وهو فی بيت فاطمة يتعشیٰ فقال هلم الی العشاء فقلت لا اريده فقال مالی رأيتك عند القبر فقلت سلمت علی النبی صلی الله عليه وسلم فقال اذا دخلت المسجد فسلم عليه ثم قال ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لا تتخذوا بيتی عيداً ولا بيوتكم قبوراً لعن الله اليهود اتخذوا قبور انبياء هم مساجد وصلوا علیٰ ان صلاتكم تبلغنی حيثما كنتم ما انتم ومن بالاندلس الا سواء۔

سہیل بن ابی سہیل بیان کرتے ہیں کہ مجھے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس دیکھا تو اس نے مجھے آواز دی اور کہا آیئے میرے ساتھ شام کے کھانے میں شریک ہو جایئے۔ میں نے جواباً کہا کہ مجھے کھانے کی طلب نہیں ہے، پھر اس نے کہا کہ قبر اطہر کے پاس تجھے کیا کام ہے میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنے کی نیت سے آگیا ہوں۔ اس نے کہا کہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ و سلام کہا جائے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے حجرہ کو میلہ اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنانا۔ یہود پر اللہ کی لعنت ہو، جنہوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کر دیں۔ مجھ پر جہاں کہیں سے بھی درود بھیجو گے پہنچ جائے گا پس اس میں تم اور اندلس میں رہنے والے لوگ برابر ہیں۔

اس حدیث کو قاضی اسماعیل بن اسحاق (فضل الصلوٰۃ علی النبی علیہ وسلم) میں لاتے ہیں، لیکن ما انتم ومن بالاندلس منہا الا سواء کے جملہ کو ذکر نہیں کیا۔ غالباً اس لئے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ سفر کے لئے روانہ ہونے والے

اور سفر سے واپس لوٹنے والے انسانوں کو روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر سلام کہنا افضل ہے، لہٰذا ان کو اندلس میں رہنے والے انسانوں پر فضیلت حاصل ہے، لیکن حسن بن حسن اہلِ مدینہ اور باہر سے آنے والے لوگوں کے درمیان کچھ فرق نہیں کرتے؛ چنانچہ سلف صالحین میں حسن بن حسن کے علاوہ علی بن حسین بھی اسی نظریہ کے حامل تھے کہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجنا کافی ہے۔

حضرت حسن بن علی کی روایت!

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حیثما کنتم فصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی	حسن بن علی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جہاں کہیں سے مجھ پر درود بھیجو گے مجھ پر پہنچا دیگا

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا تتخذوا بیتی عیداً ولا بیوتکم قبوراً وصلوا علی حیثما کنتم فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم۔	کہ تم نے میرے گھر کو میلہ اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنانا اور

مجھ پر درود بھیجتے رہنا جہاں کہیں سے تم مجھ پر درود بھیجو گے، تمہارا درود مجھ تک پہنچتا رہے گا۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صحابہ کرام اور تابعین سے مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام کہنا منقول ہے؛ چنانچہ مسند، سنن ترمذی و ابن ماجہ میں فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو اپنے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے اور رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی

ابواب رحمتک) پڑھتے اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو بھی اسی طرح صلوٰۃ وسلام اور دعا فرماتے۔ بعض طرق میں یہ بات زیادہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔

سنن ابوداؤد میں ابواسید یا ابوحمید سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی انسان مسجد میں داخل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کہے اور دعا کرے۔ قاضی عیاض جہاں سلام کے مقامات کا شمار کرتے ہیں، وہاں مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کا ذکر بھی کرتے ہیں، اسی طرح ابواسحاق بن شعبان بھی کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے، اسی طرح آپ کی آل پر بھی ترحم کی دعا کی جائے اور اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک کے کلمات کہے۔

عمرو بن دینار کا قول

ارشاد خداوندی فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علیٰ انفسکم (نور ۶۱) اور جب اپنے گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کیا کرو۔

کی تفسیر میں حضرت عمرو فرماتے ہیں اگر گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی انسان گھر میں موجود نہ ہو تو داخل ہونے والا انسان السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین السلام علیٰ اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے کلمات کہے۔ عبداللہ بن عباس بیوت سے مساجد مراد لیتے ہیں۔

امام نخعی کا قول

اگر مسجد میں کوئی انسان نہیں تو داخل ہونے والا السلام علیٰ رسول اللہ کہے

اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو داخل ہونے والا انسان السّلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصّالحین کہے۔

علقمہ اور کعب احبار کا قول

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور نکلتے ہوئے (السلام علیک ایّھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلی اللہ وملائکتہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلمات کہے۔ محمد بن عمرو بن حزمؒ سے ایسے ہی منقول ہے۔ محمد بن سیرین سے منقول ہے کہ لوگ مسجد میں داخل اور نکلتے وقت ذیل کے کلمات پڑھا کرتے تھے صلی اللہ وَ ملائکتہ علیٰ محمد السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بسم اللہ دخلنا اور نکلتے وقت بسم اللہ خرجنا وعلی اللہ توکّلنا۔ سنن ابوداؤد میں مرفوعاً روایت مروی ہے:

انہ یقال عند دخول المسجد اللھم انی اسئلک خیرا لمولج وخیر المخرج بسم اللہ ولجنا وبسم اللہ خرجنا وعلی اللہ توکّلنا۔	مسجد میں داخل ہوتے وقت کہا جائے اے اللہ میں تجھ سے بہتر داخل ہونے کی جگہ اور بہتر نکلنے کی جگہ کا سوال کرتا ہوں ہم اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہوتے ہیں

اور اللہ کے نام کے ساتھ نکل رہے ہیں اور اللہ پاک پر ہمارا بھروسہ ہے۔

ابن ابی حاتم فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علیٰ انفسکم تحیّۃً من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ (نور) ۶۱	اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کیا کرو (یہ) خدا کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔

کی تفسیر میں امام مجاہدؒ نقل فرماتے ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے وقت اگر گھر میں کوئی فرد موجود نہیں تو السّلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصّالحین کہا جائے اور مسجد میں اگر کوئی فرد نہ ہو تو

السلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے اور گھر میں داخل ہوتے وقت جبکہ وہاں گھر والے موجود ہوں، تو السلام علیکم کہا جائے۔

سلام تحیتہ اور صلوٰۃ میں فرق

سلف صالحین ان دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ سلام تحیتہ کا جواب دینا ضروری ہے اگرچہ سلام کہنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح کسی میت کو آپ سلام کہہ رہے ہیں، تو وُہ۔۔۔ بھی اس کا جواب۔۔۔۔۔ دیتی ہے۔ بنا بریں خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں صحابہ کرام جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ مسجد میں نماز، اعتکاف، تعلیم و تعلم ذکر الٰہی، دُعا وغیرہ کے لئے جب داخل ہوتے، تو ان کا معمول یہ نہیں تھا کہ وہ قبر اطہر کی طرف زیارت کے لئے جاتے ہوں یا حجرہ عائشہ کے اندر داخل ہوتے ہوں یا اس کے باہر ہی وقوف کرتے ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت نہ حجرہ سے باہر مسجد کی حدود میں اور نہ ہی حجرہ کے اندر پہنچ کر کرتے تھے اور نہ ہی اپنے گھروں سے صرف آپ کی قبر اطہر کی زیارت کے قصد سے نکلتے تھے، بلکہ اس قصد سے نکلنا بدعات دین میں شمار ہوتا تھا۔ ائمہ دین اور سلف صالحین اس انسان کے عمل کو منکر اور بدعات سے شمار کرتے ہیں جو گھر سے نماز اور آپ کی قبر اطہر پر سلام کی غرض سے نکلتا ہے۔ مبسوط میں امام مالک سے وضاحت کے ساتھ منقول ہے کہ سلف صالحین سے اس قسم کی زیارت ثابت نہیں۔ نیز ان کے شاگردوں اور معتقدین میں سے ابوالولید باجی قاضی عیاض اور دیگر علماء بھی اس نظریہ کے حامل ہیں۔

ایک سوال: امام مالک سے پوچھا گیا کہ مدینہ میں آباد لوگوں میں سے کچھ اس قسم کے لوگ بھی ہیں کہ جب انہوں نے سفر پر جانا ہو یا جب وہ سفر سے واپس

آتے ہیں، تو قبر اطہر پر حاضر ہو کر سلام کہتے ہیں۔ نیز حضرت ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ ایک دن میں ایک بار سے زیادہ دفعہ بھی بعض لوگوں کا معمول ہے، تو اس کے متعلق آپ کا کیا فرمان ہے؟

جواب: امام مالک نے فرمایا مجھے اپنے شہر کے فقہاء سے اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں پہنچی؛ لہٰذا اس کو نہ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اسی طرح ہونی چاہیئے جس طرح امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح کی گئی اور امت کے پہلے علماء سے اس کے بارے کچھ اطلاعات حاصل نہیں ہیں کہ وہ بھی آپ کی قبر اطہر پر حاضری دیتے تھے، ہاں جب کوئی شخص سفر سے واپس آتے یا سفر کا ارادہ رکھتا ہو، تو اس کے لئے کراہت نہیں ہے، لیکن اہل مدینہ اگر بقیع قبرستان یا شہداء احد کی زیارت کے لئے جائیں، تو جس طرح دوسرے شہروں میں رہنے والے لوگوں کے لئے عام قبروں کی زیارت کی اجازت ہے، اسی طرح اہل مدینہ کو بھی اجازت ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بقیع قبرستان کی زیارت ... کے لیے ... تشریف لے جاتے تھے؛ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرنا شرعاً اور حساً ممنوع ہے۔ حساً اس لئے کہ آپ حجرۂ عائشہ میں مدفون ہیں اور حجرہ کی چاردیواری کی وجہ سے لوگ آپ کی قبر اطہر تک نہیں پہنچ سکتے، یہی حکمت تھی کہ آپ کو حجرہ میں دفن کیا گیا، ورنہ جس طرح عام قبریں کھلی فضا میں ہیں اور زائرین ان کی زیارت کر سکتے ہیں، اس لئے عام قبروں کی زیارت کی اجازت ہے۔ بخلاف آپ کی قبر اطہر کے کہ اس کی زیارت کرنا جائز نہیں۔ ظاہر ہے کہ زائر آپ کی قبر تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ اس طرح عام قبروں کو آپ کی قبر اطہر پر برتری اور فضیلت ہوگی، یہ ایسا غلط فکر ہے کہ کسی عام مسلمان کی زبان سے یہ کلمہ نہیں نکل سکتا، چہ جائیکہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور مدینہ منورہ کے علماء اور ائمہ دین آپ کے متعلق اس قسم کے الفاظ اپنی زبان پر لائیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو علو مرتبت اور شرفِ عظیم سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صلوٰۃ

وسلام کے لئے قبرِ اطہر پر آنا ضروری نہیں، بلکہ ہر جگہ سے آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجا جائے۔

ایک مغالطہ: کسی قبر کی زیارت کرنا صاحب قبر کی تعظیم و احترام کی متقاضی ہے۔ پس عام قبروں کی زیارت کو مستحب قرار دینا اور آپ کی قبر اطہر کی زیارت کو مستحب نہ سمجھنا آپ کی توقیر و تعظیم کے منافی ہے؛ حالانکہ تمام لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مستحق ہیں کہ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔

جواب: مغالطہ میں جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ سنت اجماع امت کے مخالف ہے؛ لہٰذا اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی قبر اطہر کو عام قبروں پر قیاس کرنا فاسد ہے۔ عام قبروں کی زیارت مشروع ہے اور زائر اگر صاحب قبر کے لئے دعا کرنا چاہتا ہے تو قبر سے جتنا قریب ہونا چاہے ہو سکتا ہے اور اگر کوئی بدعتی انسان صاحب قبر سے دعا کرتا ہے۔ تو اس کے لئے زیادہ مؤثر صورت یہی ہے کہ وہ قبر کے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اثر زیادہ ہوگا، لیکن آپ کی قبر اطہر کے قریب جانا ممکن ہی نہیں، نیز عام قبروں پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے، لیکن آپ کے متعلق کہیں موجود نہیں کہ آپ کی وفات کے وقت جو صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے، وہ جب پہنچے تو انہوں نے آپ کی قبر اطہر پر جنازہ پڑھا ہو؛ لہٰذا عام قبروں کی زیارت احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں مشروع ہے اور آپ کی قبرِ اطہر کی زیارت نص اور اجماع کی روشنی میں غیر مشروع ہے نیز حسّاً بھی آپکی قبر اطہر کی زیارت ممکن نہیں؛ لہٰذا ان کا قیاس درست نہیں ہے۔

قیاسِ فاسد کی چند امثلہ

مثال اوّل: مشرکین مسلمانوں پر اعتراض کرتے تھے کہ جس جانور کو تم قتل کر دیتے ہو، اسے حلال سمجھ کر کھا لیتے ہو اور جس جانور کو اللہ پاک مار دیتا ہے اس کو حرام سمجھتے ہو۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ذبیحہ پر قیاس کرتے ہوئے میتۃ کو بھی حلال سمجھا جائے۔

ظاہر ہے کہ ان کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لئے اللہ پاک نے ذیل کی آیت نازل فرمائی:

وان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون (الانعام ۱۲۲)

اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بیشک تم بھی مشرک ہوئے۔

مثالِ ثانی: جب اللہ پاک نے اعلان فرمایا کہ بتوں کی عبادت کرنے والے اور ان کے معبود جہنم کا ایندھن ہیں، تو ابن الزبعری (جو ابھی تک دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا) اور اس کے ساتھیوں نے قیاس کرتے ہوئے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی عبادت ہوتی ہے تو وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ اللہ پاک نے ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدون وقالوا ألھتنا خیر ام ھو ماضربوہ لک الا جدلاً بل ھم قوم خصمون ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل (زخرف ۵۷-۵۸-۵۹)

اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا، تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انہوں نے جو اس (عیسیٰ) کی مثال تم سے بیان کی ہے تو صرف جھگڑے کو حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا۔

نیز ان کے قیاس کو فاسد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

انّ الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اُولئک عنھا مبعدون لا یسمعون

جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے، وہ اس سے دُور رکھے

حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون ۔ (الانبیاء) ۱۰۲ — جائیں گے (یہاں تک کہ) اس کی آواز بھی تو نہیں سُنیں گے اور جو کچھ ان کا جی چاہے گا اس میں (یعنی ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔

تفصیلاً بیان فرمادیا کہ جو شخص بھی اللہ پاک کا فرمانبردار رہے، خواہ وہ نبی نہ بھی ہو، اس کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا اس لئے کہ اس نے ان کے شرک سے برأت کا اظہار کیا؛ البتہ پتھروں کو بطور ایندھن جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ان سے مراد وہی پتھر ہیں جن کے متعلق فرمایا وقودھا الناس والحجارۃ۔

نیز فرمایا: واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبًا۔ (الجن) ۱۵ — اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔

خلفاء راشدین، صحابہ کرام، مدینہ منورہ کے علماء حقوق اللہ اور حقوق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ سنت کے دلدادہ تھے، اس کے باوجود انہوں نے قبر اطہر کی زیارت کو ترک کئے رکھا، جبکہ عام قبروں کی زیارت کو ترک نہیں کیا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان کی محبت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں زیادہ تھی۔ بس انہوں نے سنتِ رسول کے تحفظ کے ساتھ ساتھ شرک کے پوشیدہ راستوں سے گریز کیا۔ توحید خداوندی کی اشاعت فرمائی۔ اللہ کے حقوق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے احترام میں کچھ کوتاہی نہ کی۔ صحیحین میں معاذ بن جبل سے مرفوعًا روایت ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویدخل فی العبادۃ جمیع خصائص الرب فلا یتقی غیرہ ولا یخاف غیرہ ولا یتوکل علی غیرہ ولا یُدعی — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی عبادت میں اس کی تمام خصوصیات بھی شامل ہیں۔ پس نہ تو اس کے غیر سے خوف رکھا جائے اور نہ اس کے غیر پر توکل کیا

غیرہ ولا یصلیٰ لغیرہ ولا یصام لغیرہ ولا یتصدق الا لہ ولا یحج الا الیٰ بیتہ۔	جائے اور نہ ہی اس کے غیر سے دُعا کی جائے، نہ نماز پڑھی جائے نہ روزہ رکھا جائے نہ صدقہ کیا جائے اور نہ بیت اللہ کے علاوہ کسی دوسرے گھر کا حج کیا جائے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولٰئک ھم الفائزون۔ (النور) ۵۲	اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا، تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

اطاعت تو اللہ اور اس کے رسول دونوں کی ضروری ہے، لیکن خشیت اور تقویٰ صرف اللہ پاک کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ نیز فرمایا:

ولو انھم رضوا ما اٰتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون۔ (التوبۃ) ۵۹	اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو خدا اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا اور کہتے کہ ہمیں خدا کافی ہے اور خدا اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر (اپنی مہربانی سے) ہمیں

پھر دے دیں گے اور ہمیں تو خدا ہی کی خواہش ہے (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا)

اس آیت میں احکام عطا فرمانے والے اللہ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؛ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔ (الحشر) ۷	سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور خدا سے ڈرتے رہو، بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

ایک دوسری آیت میں فرمایا کہ صرف اللہ پاک پر توکل کرو اور صرف اسی کی طرف رغبت کرو۔

فاذا فرغت فانصب والیٰ ربك فارغب۔ (الم نشرح) ۸

تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

نیز فرمایا: لا تتخذوا الٰهين اثنين انما هو اله واحد فایای فارهبون وله ما فی السمٰوٰت والارض وله الدين واصبًا افغير الله تتقون۔ (النحل) ۵۱ - ۵۲

اور خدا نے فرمایا کہ دو دو معبود نہ بناؤ معبود وہی ایک ہے تو مجھی سے ڈرتے رہو اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے تو تم خدا کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو۔

نیز فرمایا: ولا تخشوا الناس واخشونی۔ (المائدہ) ۴۴

تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔

نیز فرمایا: قل ادعوا الذين زعمتم من دونه فلا يملكون كشف الضر عنكم ولا تحويلا (بنی اسرائیل) ۵۶

کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔

نیز فرمایا: قل ارءيتم ما تدعون من دون الله اروني ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرك فی السموٰت ائتونی بكتٰب من قبل هذا او اثرة

کہو کہ بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں

من علم ان کنتم صدقین۔	ان کی شرکت ہے۔ اگر سچے ہو تو اس سے
(احقاف) ۴	پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم

(انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو۔

نیز فرمایا: قل ادعوا الذین زعمتم	کہہ دو کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود)
من دون اللہ لا یملکون مثقال	خیال کرتے ہو، ان کو بلاؤ وہ آسمانوں
ذرۃ فی السمٰوات ولا فی الارض وما	اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک
لھم فیھما من شرک ومالہٗ منھم	نہیں ہیں اور نہ ان میں ان کی شرکت ہے
من ظھیر۔ (سبا) ۲۲	اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

اس مضمون کی بکثرت آیات قرآن پاک میں موجود ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس سے فرمایا:۔

اذا سألت فاسأل اللہ و اذا	جب بھی تجھے سوال کرنا ہو تو اللہ
استعنت فاستعن باللہ۔	پاک سے سوال کرو اور جب بھی تجھے مدد
	مانگنا ہو تو اللہ سے مدد کا سوال کرو۔

صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ وہ کن اوصاف کے مالک ہوں گے جو جنت میں بلا حساب داخل ہو سکیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا جو کسی انسان سے دم وغیرہ کا بھی سوال نہیں کرتے اور اپنے پروردگار پر مکمل طور پر اعتماد کرتے ہیں، لیکن بخلاف اس کے آپ کی قبر اطہر سے دعا کی درخواست کرنا قبر کو میلہ بنانا، بت خانہ کی طرح اپنی تمناؤں اور دعاؤں کی قبولیت کا مرکز سمجھنا مدد مانگنا پناہ مانگنا، سجدہ کرنا، طواف کرنا اور حج کرنا یہ سب افعال مشرکانہ ہیں۔ ان سب امور کا تعلق خداوند کریم سے ہے۔ ان میں کسی مخلوق کو شریک بنانا توحید فی الوہیت کے منافی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مشرکانہ کاموں سے باز رکھنے کے لئے آپ

کو حجرہ مبارکہ ہیں دفن کیا گیا تاکہ لوگ آپ کی قبر اطہر کا مشاہدہ نہ کر سکیں اور نہ ہی اعتکاف اور زیارت کرنے کے لیے کسی بے تابی کا اظہار کر سکیں۔ شوق و جذب اور مستی کی تمام کیفیات کے لیے اللہ پاک کی وحدانیت کو برقرار رکھتے ہوئے اسی کے آستانہ کے خصائص سے ہیں جس کا کوئی شریک اور ثانی نہیں۔ یہاں تک کہ تمام خصوصیات اور احترامات کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ پاک کا شریک ٹھہرانا اخلاص و توحید کے منافی ہے، اسی طرح اہل بقیع کی قبروں اور عام اہل اللہ دوں کی قبروں کی زیارت اگرچہ جائز ہے لیکن ان سے استمداد یا طلب حوائج کرنا، وہاں اعتکاف بیٹھنا مشرکانہ رسوم سے ہے اور جب اس قسم کے مشرکانہ کام کسی قبر پر سر انجام پائیں ، تو ان کو ان مشرکانہ کاموں سے روکنا ضروری ہے اور اگر فتنہ کی سرکوبی اور شرکیہ اڈوں کے مٹانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو کہ قبر کو ختم کر دیا جائے، مٹا دیا جائے تو اس کو مٹانا بھی شرعاً جائز ہے، جیسا کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے دانیال پیغمبر کی قبر کی پہچان کو ختم کر دیا تھا۔

قبر اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی عدم مشروعیت کے وجوہات

عام قبروں کی زیارت سے مقصود ان کے لیے دعا اور استغفار کرنا ہوتا ہے، لیکن اگر مسلمانوں کو قبر اطہر کی زیارت اور آپ کے لیے دعا کرنے کی اجازت بخش دی جاتی تو عام زائرین عقیدت اور تعظیم کے پیش نظر آپ کو افضل الرسل عظیم المرتبت اور شفیع المذنبین سمجھتے ہوئے آپ سے ہی حاجتیں مانگنا شروع کر دیتے؛ حالانکہ تمام ضرورتوں کا سوال اللہ پاک سے کرنا چاہیے اور آپ کی ذات پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجنے اور دعا کرنے کی بجائے خود بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی دعوت دینے لگ جاتے کہ آپ کی زیارت سے اصل مقصود صرف اپنی ضرورتوں کو پورا کروانا ہے جیسا کہ عام طور پر

لوگ اللہ پاک کی تعظیم بھی اپنی ضرورتوں کے پیش نظر کرتے ہیں اور جب ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں، تو تعظیم و تکریم کا وہ پہلا داعیہ موجود نہیں رہتا؛ البتہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مالامال ہیں، وہ ہر حال میں اللہ پاک کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

واذا مس الانسان الضر دعانا	اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے،
لجنبہ او قاعدًا او قائمًا فلمّا کشفنا	تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہمیں
عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا الیٰ ضر	پکارتا ہے، پھر جب ہم اس تکلیف کو اس
مسہ کذالک زین للمسرفین ما کانوا	سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا
یعملون۔ (یونس) ۱۲	اور) اس طرح گذر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف

پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو ان کے اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں۔

نیز فرمایا: واذا مسکم الضر	اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے
فی البحر ضلّ من تدعون الا ایاہ	(یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا
فلمّا نجاکم الی البر اعرضتم وکان	کرتے ہو، سب اس (پروردگار) کے سوا گم
الانسان کفورًا۔ (بنی اسرائیل) ۶۷	ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے)

بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے، تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔

نیز فرمایا: واذا مس الانسان	اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو
ضر دعا ربہ منیبًا الیہ ثمّ اذا	اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف
خولہ نعمۃ منہ نسی ما کان یدعو	دل سے رجوع کرتا ہے، پھر جب وہ اس کو
الیہ من قبل وجعل اللّٰہ اندادًا	اپنے طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس
لیضل عن سبیلہ قل تمتع بکفرک	کام کے لئے پہلے اس کو پکارتا ہے، اسے

قلیلاً انک من اصحب النار۔ (الزمر ۸)

بھول جاتا ہے اور خدا کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ لوگوں کو اس کے راستے سے گمراہ کرے، کہہ دو کہ (اے کافرِ نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے پھر تو دوزخیوں میں ہوگا۔

اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ وارد ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اکثر لوگ (اِلاّ ماشاء اللہ) اللہ پاک کی تعظیم و تکریم اپنی ضرورتوں اور اغراض کے پیشِ نظر کرتے ہیں اور جب ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں، تو حقوق اللہ کا کچھ احترام نہیں کرتے اور نہ ہی تعظیم بجا لاتے ہیں اور نہ ہی اطاعت و وفاشعاری کا مظاہرہ کرتے ہیں نہ ہی عبادت میں مصروف نظر آتے ہیں، تو جب بندوں کا اپنے خدا کے ساتھ یہ رویہ ہے تو بندوں کا ایک بندہ کی تعظیم کے بارے میں کیا رویہ ہوگا۔ یقیناً انبیاء، اولیاء کی اس حد تک تعظیم ہوتی رہے گی، جب تک ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں اور جب ضرورتیں پوری ہو جائیں گی، تو ان کی تعظیم جو کہ اغراض پر مبنی تھی، ختم ہو کر رہ جائے گی۔ پس اگر روضۂ رسول کی زیارت کی اجازت دی جاتی، تو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیشِ نظر نہیں، بلکہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے زیارت کرتے، دعائیں مانگتے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترامات سے ہے کہ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے نہ یہ کہ آپ کو حاجتوں کی برآری کا ملجا سمجھا جائے، جیسا کہ عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہوئے اس کو خدائی اختیارات تفویض کر دیئے، رسالت کے تقاضوں کا مطلب یہ تھا کہ اس کے بیان کردہ احکام پر عمل پیرا ہوتے نہ یہ کہ ان سے کنارہ کشی کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھتے اور اس سے حوائج طلب کرتے۔ پس اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ روضۂ اطہر کے قریب جا کر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اور آپ کے لئے دعا کرنا دوسرے مقامات کی بہ نسبت افضل ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ روضۂ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر جو احترام اور

خضوع موجود ہوتا ہے۔ دُور ہونے کی صورت میں وہ جذبہ مفقود ہوجاتا ہے اور صلوٰۃ و سلام کے بھیجنے کی وہ مخلصانہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ ظاہر ہے کہ افضل مقامات میں سرشاری کی جو کیفیت رونما ہوتی ہے۔ غیر افضل مقامات میں اس کا عشر عشیر بھی موجود نہیں رہتا؛ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و احترامات کا ہر جگہ میں مساویانہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص قبرِ اطہر سے دُور ہونے کی صورت میں آپ کی محبت و عقیدت میں کمی محسوس کرتا ہے، تو ایسے ہی لوگوں کے لئے آپ نے فرما دیا تھا:

لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علی حیث کنتم فان صلوتکم تبلغنی۔	تم میری قبر کو میلہ نہ بنانا اور جہاں بھی تم ہو، وہیں سے مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا رہے گا۔

لہٰذا تمام مسلمانوں کے لئے مشروع قرار دے دیا گیا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے رہیں اور اذان کے بعد آپ کے لئے وسیلہ کا سوال کرتے رہیں اور ہر نماز میں آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں، بلکہ جب بھی مسجد میں داخل ہوں یا مسجد سے باہر نکلیں تو آپ کے حقوق اور احترامات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے، یقیناً اس صورتِ حال میں آپ کی عظمت و رفعت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام کے لئے صرف روضۂ اطہر کو خاص کر دیا جاتا؛ حالانکہ ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ جس طرح حقوق اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ تعلق محبت اور اطاعت کے جذبہ کو بیدار رکھا جائے اس طرح حقوقِ رسالت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی قبر اطہر کو صلوٰۃ وسلام کے لئے خاص نہ کیا جائے، بلکہ آپ کی محبت اطاعت اور تعلق کا تقاضا ہے کہ تمام مقامات میں یکساں طور پر آپ کی تعظیم بجالانے کے آداب کا خیال رکھا جائے۔

اہلِ بدعت کا طرزِ عمل

اہل بدعت غیر مشروع اور منہی عنہ افعال کے ارتکاب میں غلط راستہ اختیار

کر چکے ہیں۔ صحابہ کرام تابعین عظام کی مخالفت کرنے سے شرم محسوس نہیں کرتے۔ صحابہ کرام نے جن کاموں کو مکروہ قرار دیا یا جن کاموں سے منع فرمایا، یہ لوگ ان کاموں کو مستحب سمجھتے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ عیسائیوں کے مشابہ ہیں اور جس انہماک کے ساتھ بدعات کے فروغ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اسی نسبت کے ساتھ سنتِ رسول سے روگردانی کے پارٹ ادا کرنے میں مسابقت کر رہے ہیں۔ حالانکہ کسی سنت کے احیاءً میں ان تمام لوگوں کا اجر و ثواب اس انسان کے نامۂ اعمال میں ثبت کر دیا جائے گا، جس نے سنت کا احیاء کیا۔ ارشاد نبوی ہے:

من دعا الیٰ ھدیٰ کان لہ من الاجر مثل اجور من اتبعہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ۔

جو شخص سنت کی طرف دعوت دیتا ہے، اس کو تمام اتباع کرنے والے انسانوں کے ثواب سے نوازا جائے گا۔ اگرچہ ان کے نامۂ اعمال سے بھی ثواب کی کمی نہیں ہو گی۔

ارشاد نبوی ہے: من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا و اجر من عمل بھا الیٰ یوم القیمۃ۔

جو شخص اچھا طریقہ جاری کر دیتا ہے، اس کو نہ صرف اپنے عمل کا ثواب ملے گا بلکہ قیامت تک جو لوگ اس کے مطابق عمل کریں گے، سب کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج ہو گا۔

اور وہ کام جن کو شارع علیہ السلام نے مشروع نہیں فرمایا، ان کو از خود مشروع قرار دینا بدعت و شرک کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے۔ اگر صاحب بدعت کسی وجہ سے معذور رہے تو اس کو گمراہ کہیں گے اور اس کے عمل کا کچھ ثواب نہیں ہو گا اور اگر شارع کی طرف سے اس کے غیر مشروع ہونے پر دلائل موجود ہیں، تو وہ انسان عذاب خداوندی کا مستحق ٹھہرے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ

میری مدح و ثناء میں مبالغہ آرائی نہ

عیسی ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ۔

کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کی ذات میں غلو کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول سمجھنا۔

ایک سوال: وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کو عام قبروں کی زیارت کے مساوی گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے ادب احترام کے پیش نظر لوگوں کو حجرۂ کے اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا البتہ حجرہ کے باہر بصورتِ تخاطب آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے۔

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرنے والا انسان اگر آپ کے لئے طلبِ دعا کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہ حجرہ شریفہ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرے اور اگر زائر کا مقصود وہی ہے جو اہل شرک اور اہل ضلالت کا مقصود ہوتا ہے کہ آپ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کیا جائے اور آپ سے حوائج کی دعا کی جائے تو نص اور اجماع کی روشنی میں یہ فعل مشرکانہ ہے اور اس قسم کے قرب کو ناجائز سمجھا جائے گا۔ اسی طرح عام قبروں کی زیارت سے بھی اگر مقصود شرک وبدعت کے مفسدہ کو روا رکھنا ہے یا وہاں پہنچ کر نوحہ وماتم کا انعقاد کرنا ہے، تو اس کو بھی ناجائز قرار دیا جائے گا اور ایسی زیارت پر پابندی عائد کر دی جائے گی۔

قبر اطہر کی زیارت کی مشروعیت کیونکر ممکن ہے!

قبر اطہر کی زیارت کی مشروعیت کے لئے ضروری تھا کہ قبر اطہر کو کھلے میدان میں بنایا جاتا، لیکن جب آپ کی قبر اطہر کو عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں بنایا گیا ہے تو زیارت کے لئے ضروری تھا کہ حجرہ کے ایک طرف زائرین کے داخل ہونے کے لئے دروازہ

ہوتا اور قبرِ اطہر کے نزدیک زائرین کے ٹھہرنے کے لئے مناسب جگہ کا انتظام ہوتا کہ وہاں زائرین بیٹھ سکتے اور اگر دروازہ بھی نہیں تو کم از کم دیوار میں ایک کھڑکی کا انتظام کیا جاتا تاکہ زائرین گزرتے ہوئے کھڑکی سے قبرِ اطہر پر نظر ڈال سکتے اور دُعا کر سکتے، لیکن آپ جانتے ہیں کہ قبرِ اطہر کی زیارت کے لئے کوئی سہولت موجود نہیں اور کوئی ایسا راستہ نہیں ہے کہ جس کے ذریعے قبرِ اطہر تک پہنچا جا سکے، نہ ہی وہ حجرہ جس میں آپ مدفون ہیں۔ کوئی وسیع رقبہ کا حامل ہے اور نہ ہی حجرہ کی کسی دیوار پر کوئی کھڑکی موجود ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی شخص قبرِ اطہر کے قریب پہنچ سکتا ہے تو وہ مسجد نبوی میں پہنچ جاتے اس کی ایک جانب پر حجرہ عائشہ میں آپ کی قبرِ اطہر موجود ہے۔ اب جو شخص بھی قبرِ اطہر کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں کہ وہ مسجد نبوی میں آئے اگر آپ کی قبرِ اطہر مسجد سے الگ کسی دوسرے مقام پر بنائی جاتی تو اس میں بہت زیادہ قباحتوں کا اندیشہ تھا۔ ایک شخص زبان سے ہزار بار کہے کہ میں قبرِ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کر رہا ہوں، تو اس شخص کا کہنا مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے، اس لئے کہ قبرِ اطہر (حجرہ شریفہ میں ہونے کی وجہ سے) کی زیارت ممکن نہیں۔ اسی قاعدہ کی بنیاد پر سلف صالحین نے اس کلام کے کہنے سے اجتناب کیا، کیونکہ قبرِ اطہر کی زیارت ممکن نہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ حجرۂ عائشہ پر نہ قندیلیں روشن کی جاتی ہیں اور نہ ہی غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ مسجد نبوی کی زینت اور آرائش کے لئے اس میں رنگ برنگ قمقمے اور فانوس لٹک رہے ہیں۔ اسی طرح آپ کی قبرِ اطہر کو کسی خوشبو کے ساتھ معطر کرنا بھی ممکن نہیں اور نہ ہی وہ لوگ جو عام اولیاء اللہ کی قبروں کے لئے مختلف قسم کی چیزوں کی نذر مانتے ہیں اور عملاً ان قبروں پر پہنچ کر نذریں پوری کرتے ہیں۔ آپ کی قبرِ اطہر پر کسی نذر کے پورا کرنے کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض لوگ حجرہ شریفہ کی دیوار کے بیرونی حصّہ کو خوشبو لگاتے ہیں یا رنگین غلاف چڑھاتے ہیں، لیکن آپ کی قبرِ اطہر

ان کے اس فعل سے محفوظ ہے۔ مسجد کی دیوار کو خوشبو لگانا یا اس پر غلاف چڑھانا الگ حیثیت کا حامل ہے۔ حجرہ شریفہ کے اندرون قبر اطہر کے پاس جانا ممکن ہی نہیں رہا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے کہ اے اللہ میری تربت کو بُت خانہ نہ بنانا کہ اس کی پوجا شروع ہو جائے۔ اگرچہ اکثریت ان جاہل انسانوں کی ہے جو آپ کی قبر اطہر کو بُت خانہ بنانے کی فکر میں ہیں اور آپ کی تعظیم و عقیدت میں اس قدر غلو کی حد تک پہنچ چکے ہیں، لیکن ان کے فاسدانہ خیالات کی تکمیل ممکن نہیں اور آپ کی قبر اطہر کے علاوہ کسی ولی اللہ کی قبر کو بُت خانہ بنانے سے اس ولی اللہ پر کچھ گناہ نہیں، جیسا کہ مسیح علیہ السلام پر کچھ گناہ نہیں، حالانکہ لوگوں نے ان کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ ارشاد خداوندی ہے:

واذقال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم ءَانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ قال سبحانک مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیئ شھید۔ (المائدہ ۱۱۶ - ۱۱۷)	اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا، تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے، تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو علام الغیوب ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا

ہے، وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت کرو، جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا، جب تو نے مجھے دُنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار وما للظالمین من انصار (مائدہ) ۷۲

وہ لوگ بے شبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح خدا ہیں، حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی اور جان رکھو کہ جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا، خدا اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللہ فیقول ءانتم اضللتم عبادی ھٰؤلاء ام ھم ضلوا السبیل قالوا سبحنک ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء ولکن متعتھم وآباءھم حتی نسوا الذکر وکانوا قوما بورا (الفرقان) ۱۷-۱۸

اور جس دن (خدا) ان کو اور ان کو جنہیں یہ خدا کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا تو فرمائے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے، وہ کہیں گے تو پاک ہے ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا اوروں کو دوست بناتے لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو برتنے کو نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

پس وہ لوگ جن کی عبادت ہو رہی ہے، خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء و اولیاء وہ اپنے پجاریوں سے برأت کا اظہار کریں گے اور ان کی موالات سے دست کش ہو جائیں گے، لیکن بیان کرنا مقصود یہ ہے کہ امتِ محمدیہ کو خصوصی انعامات سے نوازا گیا ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ پاک کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف مسلسل دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بھرپور جدوجہد کا مظاہرہ کرتے رہیں اور دینِ حق کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ممکن ذرائع اختیار کریں اور آپ کی قبرِ اطہر کو میلہ گاہ بننے سے بچانے کے لئے مستعد رہیں۔ اہلِ کتاب کی گمراہی کا اصل سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا۔ ان پر لعنت فرماتے ہوئے آپ اپنی امت کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی ان کے نقشِ قدم پر چل کر گمراہی اور لعنت کا مستحق نہ بن جانا، یقیناً ایسے لوگ تمام مخلوق سے زیادہ بدترین ہیں۔

صحابہ کرام بدعات سے محفوظ تھے

چونکہ صحابہ کرام دینِ اسلام کی تعلیمات سے بہرہ ور تھے اور سچی عقیدت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھے، اس لئے قبروں کے سلسلہ کی جو بدعات عہدِ صحابہ کے بعد رونما ہونا شروع ہوئیں۔ دورِ صحابہ میں ان کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا، اگرچہ بعض صحابہ بشری تقاضوں سے گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ نہ رہ سکے؛ تاہم ان میں کوئی ایسا انسان نہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھتا ہو، نیز خوارج، روافض اور مرجیہ وغیرہ فرقوں کی ایجاد کردہ بدعات سے بھی انہیں سخت نفرت تھی، ان کا منتہائے مقصود صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استناد تھا۔ نیز رجال غیب کے اجتماع کا نظریہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے بحالتِ بیداری ان سے ملاقات کرنا اور بعض کو عرفات کی طرف اٹھا کر لے جانا جیسے فرسودہ نظریات جو عوام کی گمراہی کا باعث تھے اور وہ لوگ سادہ لوحی سے سمجھتے تھے کہ اس میں اللہ پاک کے ہاں ان کی عزت افزائی ہے، حالانکہ سراسر گمراہی کے راستے تھے اور شیاطین مایوس تھے کہ صحابہ کرام کو اس قسم کے گمراہ راستوں پر ڈال سکیں گے، اس لئے کہ صحابہ کرام خوب سمجھتے تھے کہ یہ تمام شیطانوں کے کرشمے ہیں اور رجال غیب بھی درحقیقت جن ہیں جو اپنی وضع تبدیل کر کے رجالِ غیب کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا۔	اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے (اس سے) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی۔
(الجن) ۶	

اہل قبور کے شرک سے صحابہ کرام محفوظ رضی اللہ عنہم شیطان اپنی پوری کوشش کے باوجود انہیں شرک جیسی مہلک بیماری میں مبتلا نہ کر سکا۔ صحابہ کرام کے دور میں کسی قبر کے بارے نشاندہی نہیں ملتی کہ صحابہ کرام نے اس قبر کی زیارت کے لئے سفر کیا ہو یا تحصیل برکت اور شفاعت کے لئے اس کا قصد کیا ہو، بلکہ افضل الخلق خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کا قصد کیا ہو، تابعین عظام اور ائمہ کرام بھی صحابہ کرام کے طریقہ کے مطابق قبر اطہر کو زیارت گاہ بنانے سے گریز کرتے رہے۔

قبر اطہر پر دُعا کرنا

قبر اطہر پر کھڑے ہو کر آپ کے لئے دُعا کرنے کو بعض علماء نے ناجائز قرار دیا ہے بلکہ آپ پر سلام بھیجنے کیلئے وقوف کو بھی ممنوع قرار دیتے ہیں، لیکن وفات کے بعد آپ سے دُعا

کروانا اور آپ سے مغفرت اور شفاعت کی درخواست کرنا ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی کسی امام سے اس کا جواز منقول نہیں، مسنون دعائیں بھی اس سے خالی ہیں اور نہ ہی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (النساء، ۶۴)

اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور خدا سے بخشش طلب کرتے تو خدا کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔

آیت کی تلاوت کرے۔

مناسک مروزی میں ہے زائرین مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد قبر اطہر اور منبر کے درمیان نوافل ادا کریں اور حسب خواہش مسنون دعائیں کریں، پھر قبر اطہر کے نزدیک پہنچ کر السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیك یا محمد بن عبد اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انك رسول اللہ کے کلمات پر ہی بس نہ کی جاتے، بلکہ ذیل کے کلمات سے آپ کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔

اشھد انك بلغت رسالۃ ربك ونصحت لامتك وجاھدت فی سبیل اللہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وعبدت اللہ حتی اتاك الیقین فجزاك اللہ افضل ما جزیٰ نبیا عن امتہ ورفع درجتك العلیا وتقبل شفاعتك الکبریٰ واعطاك سئولك فی الاخرۃ والاولیٰ کما تقبل من ابراھیم اللھم احشرنا فی زمرتہ

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے اپنے پروردگار کے پیغامات کو (بلا کم وکاست) پہنچا دیا اور اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی فرمائی۔ راہ خدا میں حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ جہاد فرمایا۔ اللہ کی عبودیت میں محو رہے یہاں تک کہ تجھے اس سے بہت بہتر بدلہ عطا فرماتے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے ملتا ہے۔ اللہ پاک تیرے بلند درجات کو مزید اونچا کرے

وتوفنا علیٰ سنتہ و وردنا حوضہ واسقنا بکاسہ شربا لانظمأ بعدہ ابداً۔

اور تجھے شفاعتِ عظمیٰ کی قبولیت کے شرف سے نوازے۔ دنیا و آخرت میں تیری مرادوں کو بر لائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ اے اللہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ سے اٹھانا اور اس کی سنت پر فوت فرمانا، حوض کوثر پر آپ کے ہاتھوں چھلکتے ہوئے جاموں سے ہمیں اتنا سیراب فرمانا کہ پھر کبھی بھی ہم پیاس سے دوچار نہ ہوں۔

کتب حدیث میں ان ثنائیہ کلمات کا تذکرہ نہیں ملتا۔ پس غیر مشروع کلمات کا آپ کی قبر اطہر کے پاس مذاکرہ کرنا مشہور حدیث کے مفہوم کے مخالف ہے کہ میری قبر کو میلے کی حیثیت نہ دینا پس قبرِ اطہر پر کھڑے ہو کر آپ کے لئے دُعا کرنا درست نہیں، چہ جائیکہ وہاں آپ کے غیر کے لئے دُعا کی جائے۔ ہاں ان کلمات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیگر ہر مقام پر دُعا کرنا جائز اور درست ہے اور آپ کے حق میں دعائیہ کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ ہاں عام مسلمانوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے لئے دعا مانگنا ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ آپ جب قبرستان پہنچتے تو فرماتے:

السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین۔

اے مومنو مسلمانو یہاں آکر آباد ہونے والو تم پر سلام ہو، ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ آملیں گے۔ اللہ پاک ہمارے اور تمہارے پہلے اور بعد میں فوت ہونے والوں پر رحم فرماتے۔

یہ کلمات قبروں پر تو کہے جا سکتے ہیں، لیکن دیگر مقامات میں ان کلمات کے کہنے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر اطہر اور عام قبروں کے احکامات میں فرق پایا جاتا ہے اور اگر عام قبروں کی زیارت کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کرنے سے صحابہ کرام روکتے رہتے تو اس میں بھی آپ کے فضائل ہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور امتِ مسلمہ کو انعامات سے نوازا گیا ہے۔ سلف صالحین متفق ہیں کہ آپ کی قبر اطہر کی زیارت کرنے والا انسان نہ آپ سے کسی قسم کا سوال کر سکتا ہے اور نہ ہی قیامت کے روز شفاعت کرنے اور استغفا کا سوال کر سکتا ہے؛ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا روضۂ اطہر پر سلام کہنے کے بعد آپ کے لئے دُعا کر سکتا ہے یا نہیں۔ بعض علماء دُعا کو سلام میں داخل کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض دیگر علما اس کو غیر مستحب کہتے ہیں، اس لئے کہ وہ اس کو سلام میں داخل نہیں سمجھتے۔ نیز آپ پر سلام بھیجنے کا جو حکم قرآن پاک میں وارد ہے۔ صلوٰۃ کے ساتھ اس کا ذکر ہے اور یہ صلوٰۃ و سلام وہ نہیں جس کا آپ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے اور یہ اس سلام سے یقیناً افضل ہے جس کے جواب دینے کے متعلق حدیث وارد ہے کہ جو شخص آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے، میں اس کے سلام کا جواب بھیجتا ہوں۔ افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیجتا ہے اللہ پاک اس پر جواباً صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں اور جس سلام کا جواب آپ کی طرف سے دیا جاتا ہے اس کے متعلق وضاحت ہے کہ وہ مسلمان کا حق ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أو ردوها۔ (النساء) ۸۶

اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں)، تم اس سے بہتر (کلمے) سے (اسے) دُعا دو یا انہیں لفظوں سے دُعا دو۔

اسی لئے آپ جب زندہ تھے تو اگر کوئی کافر سلام کہتا، تب بھی آپ اس کے سلام کا جواب دیتے اور یہود جب آپ پر غلط انداز سے سلام کا تلفظ کرتے۔ لام کو حذف کر کے السام کا لفظ استعمال کرتے جس کا معنیٰ ہلاکت و بربادی کا ہے تو آپ جواباً صرف

علیکم کا لفظ کہتے اور امتِ مُسلمہ کو بھی اسی انداز سے جواب دینے کا حکم فرماتے۔ نیز فرماتے کہ ہمارے حق میں ان کی بد دعائیں قبول نہیں ہو سکتیں، لیکن ان کے بارے ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جب یہود کے جواب میں حضرت عائشہ نے کہا علیکم السام واللعنۃ تو آپ نے فرمایا اے عائشہ رُک جاؤ، بے شک اللہ پاک رحم کرنے والا ہے۔ وہ تمام معاملات میں نرمی اور رحم دلی کو پسند کرتا ہے۔ کیا تم نے میرے جوابیہ کلمات نہیں سنے۔ میں نے صرف علیکم کے الفاظ کہے ہیں؛ لہٰذا ان کے جواب میں یہی کلمہ کہہ دینا کافی ہے، اس سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہے، لیکن جب معلوم ہو جاتے کہ انہوں نے السلام کا لفظ صحیح کہا ہے تو پھر انہیں علیکم کے ساتھ جواب نہ دیا جائے، اس لئے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ بس تم پر ہی سلام ہو، ہم پر نہ ہو۔ پس درست یہ ہے جواب میں وعلیکم کا لفظ استعمال کیا جائے جس کا معنی یہ ہوگا کہ تم بھی امن و سلامتی کی زندگی بسر کرو، اسی طرح جو شخص بھی کسی پر سلام کہتا ہے۔ وہ اجمالاً اس کی سلامتی کے لئے دُعا کر رہا ہے اور یہ ناممکنات سے ہے کہ ہر سلام کہنے والے کے جواب میں آپ اس کے لئے دنیا اور آخرت کے عذاب سے سلامتی کی دُعا فرماتے ہوں۔ عہدِ نبوت میں منافق آپ پر سلام کہتے آپ ان کے سلام کا جواب دیتے اسی طرح گناہگار مسلمانوں کے سلام کا جواب بھی دیتے، چونکہ سلام کا لفظ امن و سکون کا متقاضی ہے، اسی لئے کسی کافر حربی کو سلام کہنے میں ابتدا نہ کی جاتے، بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصرِ روم کو خط تحریر فرمایا کہ یہ مکتوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بادشاہ قیصر کی طرف بھجوایا جا رہا ہے۔ سلام کا حقدار وہ شخص ہے جو ہدایت کی اتباع کرتا ہے۔ اسی طرح کے الفاظ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ مکالمہ میں استعمال فرمائے تھے۔ صراحتاً ایک حدیث میں آپ نے یہودیوں کو پہلے سلام کہنے سے منع فرمایا ہے۔ بعض علماء اس حدیث کے حکم کو عمومیت پر محمول کرتے ہیں اور بعض علماء کا

خیال ہے کہ اگر کسی مسلمان کو ان سے کچھ کام نکالنا مقصود ہو تو انہیں پہلے سلام کہا جا سکتا ہے۔ یہودی، عیسائی آپ کو سلام تحیۃ کہتے اور آپ ان کے سلام کا جواب دیتے؛ البتہ مطلق سلام کا معاملہ آپ پر صلوٰۃ جیسا ہے امت محمدیہ آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیجتی رہتی ہے، لیکن یہود و نصاریٰ آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ نہیں بھیجتے۔ ہاں جب آپ سامنے آجاتے۔ تو آپ پر سلام کہتے تھے۔ پس افضل یہ ہوا کہ نہ صرف آپ کی قبر اطہر پر بلکہ جہاں کہیں بھی ہم موجود ہوں۔ آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ برابر بھیجتے رہیں وگرنہ آپ کو دیکھ کر تو یہود و نصاریٰ بھی آپ پر سلام کہتے؛ لہٰذا قبر اطہر کو سلام کے ساتھ خاص کرنا کہیں ہمیں افضل صورت سے بیگانہ نہ کر دے اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ کفار کے سلام تحیۃ کے جواب میں اللہ پاک ان پر دس بار سلام کہتا ہے، بلکہ جواب کی صورت بالکل اس طرح ہے جیسا کہ آپ کسی کافر کے قرض کی ادائیگی کر رہے ہوں۔ پس ایمانداروں کے ساتھ جو صلوٰۃ و سلام خاص کیا گیا ہے۔ کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں اسے کسی مقام کے ساتھ مختص کرنا درست نہیں۔ قبر اطہر پر کھڑے ہو کر سلام کہنے والے انسان اور ہزاروں میلوں سے سلام کا ہدیہ بھیجتے والے لوگوں کے درمیان کچھ فرق نہیں اور ایک بار صلوٰۃ و سلام کے بدلہ میں اللہ پاک اس انسان پر دس بار صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اور قبر اطہر پر کھڑے ہو کر سلام کہنے کے بارے میں صحابہ اور تابعین جو مدینۃ الرسول میں قیام پذیر تھے۔ ان کا معمول یہ نہ تھا کہ جب بھی وہ مسجد نبوی میں داخل ہوں یا مسجد نبوی سے باہر نکلیں تو آپ کی قبر اطہر پر جا کر سلام کہیں اور اگر اس سلام کا حکم اس سلام کی طرح ہوتا جس کو آپ کی زندگی میں صحابہ کرام آپ پر کہتے تھے تو یقیناً صحابہ کرام مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت ضرور وہاں پہنچ کر سلام کہتے جیسا کہ جب آپ بقید حیات تھے اور مسجد میں تشریف فرما ہوتے، تو صحابہ کرام کو حکم تھا کہ وہ آپ پر سلام کہیں بلکہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اور مسجد میں کچھ لوگ موجود ہوں تو اس کے لئے

ان پر سلام کہنا مسنون ہے، اسی طرح مسجد سے نکلتے وقت سلام کہنا بھی مسنون ہے، بلکہ ایک حدیث میں صراحت موجود ہے کہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ حیثیت کا حامل نہیں ہے اور اس قسم کے سلام کو قبر اطہر کے پاس مشروع قرار دینا اجماع امت کے خلاف ہے۔ نیز صحابہ کرام کی عادت معروفہ کے بھی مخالف ہے۔ اگر حجرۂ عائشہ کے باہر سلام تحیۃ کہنا مستحب ہوتا، تو اس کا استحباب عام ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اسلاف اس مسئلہ میں عمومیت کے قائل ہیں۔ اہلِ مدینہ اور دیگر لوگوں کے درمیان فرق کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی حالتِ سفر اور غیر سفر میں کچھ فرق کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ اہلِ مدینہ کے لئے مکروہیت کا حکم اور غیر کے لئے استحباب کا حکم دلیل شرعی کا محتاج ہے جبکہ اس فرق کے لئے کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے۔ کوئی محقق ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے مشروع قرار دیا ہو کہ مدینہ سے الوداع ہوتے وقت قبر اطہر پر حاضری دیا کریں یا سفر سے واپسی پر قبر اطہر کی حاضری کو ضروری قرار دیا ہو اور نہ ہی مدینۃ الرسول سے باہر رہنے والوں کو حکم ہے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہوں یا مسجد سے نکلیں تو ان کے لئے قبر اطہر پہ حاضری دینا مستحب ہو، البتہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کے متعلق منقول ہے کہ جب وہ سفر سے آتے، تو قبر اطہر پر جا کر سلام کہتے۔ عبداللہ بن عمر سے جذبۂ اتباع رسول کے پیش نظر بعض دیگر تفردات بھی منقول ہیں جو جمہور صحابہ کرام کے تعامل کے خلاف ہیں، مثلاً عبداللہ بن عمر ہمیشہ کوشاں رہتے کہ جہاں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر اترے ہیں، وہاں اترا کرتے اور جہاں آپ نے نماز ادا فرمائی، وہاں اتر کر نماز ادا کیا کرتے، بلکہ جس راستہ سے آپ گزرتے اسی راستہ کو اختیار کرتے، لیکن ان کے والد حضرت عمر انہیں اسی تشدد سے باز رکھنے کی کوشش کرتے۔

سنن سعید بن منصور میں بواسطہ الاعمش عن المعرور بن سوید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

خرجنا معه فی حجة حجها فقرء بنا	المعروف فرماتے ہیں کہ حج کے سفر
فی صلواة الفجر الم ترکیف فعل	میں ہم حضرت عمر کے ساتھ تھے۔ آپ
ربك باصحاب الفیل ولایلف	نے فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ فیل
قریش فی الثانیة فلما رجع من	اور دوسری میں سورہ ایلاف تلاوت
حجه رای الناس ابتدروا المسجد	فرمائی۔ جب آپ حج سے واپس لوٹے
فقال ما هذا فقالوا مسجد صلّی فیه	تو آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھنے کے لئے
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم	اس جگہ کا قصد کر رہے ہیں جہاں آپ نے
فقال هذا ملّة اهل الکتاب قبلکم	نماز ادا فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ
اتخذوا آثار انبیاءهم بیعًا من	طریقہ اہل کتاب کا ہے۔ انہوں نے اپنے
عرضت له منکم فیه الصلوٰة	انبیاء کے آثار کو عبادت خانوں میں تبدیل
فلیصل ومن لم تعرض له فلیمض۔	کر دیا۔ یاد رکھو کہ اگر ایسے مقام پر نماز کا

وقت آجائے تو نماز ادا کرنے میں رکاوٹ نہیں ہے اور نماز کا وقت نہ ہو تو قصدًا نماز کے لئے ایسے مقام کی طرف جانا درست نہیں۔

عبداللہ بن عمر سمیت تمام صحابہ کرام متفق ہیں کہ اہل مدینہ کے لئے مستحب نہیں ہے کہ جب بھی وہ مسجد نبوی میں داخل ہوں یا نکلنے لگیں تو سلام کہنے کے لئے قبر اطہر پر وقوف کریں بلکہ اس طرز عمل کو مکروہ سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جو علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے (کہ جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو مجھ میں میری روح کو واپس کیا جاتا ہے اور میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں) اس کے جواز کے قائل ہیں، ان کا استدلال ضعیف ہے۔ اگر اس حدیث سے سلام کا استحباب ثابت ہوتا، تو صحابہ کرام کا اس کے ترک پر اجماع نہ ہوتا بلکہ اگر یہ عمل جائز بھی ہوتا تو کسی ایک صحابی سے تو اس کا تعامل منقول ہوتا۔ معلوم ہوا کہ وہ اس فعل کو

ناجائز سمجھتے تھے۔ احادیثِ صحیحہ بھی اس کے ناجائز ہونے پر صراحتاً دلالت کر رہی ہیں۔

مامن احد یسلم علی الحدیث کے جوابات

پہلا جواب، حدیث ضعیف ہے۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے آنحضرتؐ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس سے اس شخص کی فضیلت کا کچھ تعلق نہیں جو آپ پر سلام کہہ رہا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ سلام اور جواب دراصل جزا اور مکافات کی ایک صورت ہے۔ نیک، فاجر، فاسق سبھی قسم کے انسانوں کے لئے سلام کہنا شروع ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر اس کا دائرہ محدود کر دیا جائے تو اس کا جب تک تعین نہ کیا جائے گا۔ بات واضح نہ ہو سکے گی؛ لہذا کہنا پڑے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حجرہ شریفہ میں داخل ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں۔ حدیث کا حکم ان کے لئے مخصوص ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں سلام کہنے والے انسان کی مدح و توصیف کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی ترغیب و تحریص کے الفاظ موجود ہیں اور نہ ہی کسی اجر و ثواب کے عطیہ کا تذکرہ ملتا ہے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور جو شخص مجھ پر ایک بار سلام بھیجتا ہے اللہ پاک اس پر دس بار سلام نازل فرماتا ہے۔ اس انداز سے صلوٰۃ و سلام کہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص شریعت کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، وہ قابلِ تعریف ہوتا ہے۔ عند اللہ اس کے اجر و ثواب کا مستحق بھی ہوتا اور اس کے عمل کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے بھی دیکھا جاتا ہے لیکن زیر بحث حدیث کسی فضیلت پر دال نہیں ہے۔ صرف سلام کہنے والے کے جواب پر مشتمل ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ جب تم پر سلام کہا جائے، تو تم اس سے بہتر انداز میں سلام کہنے والے کے مثل الفاظ کے ساتھ جواب دو اور عدل و انصاف

کا بھی یہی تقاضا ہے۔

مثال: حدیث میں ہے کہ جو شخص ہم سے سوال کرے گا، ہم اس کے سوال کو پورا کریں گے اور جو شخص سوال نہ کرے قناعت اختیار کرے، وہ ہمیں زیادہ محبوب ہے۔ اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے، کیا اس حدیث میں سوال کرنے کی ترغیب معلوم ہو رہی ہے، ہرگز نہیں۔ بس حدیث میں سائل کو عطیہ دینے کا ذکر ہے۔ پس سلام والی حدیث میں سلام کہنے کی ترغیب پر کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو دلالت کر رہا ہو پھر جب اہل مدینہ کے لئے حجرہ مبارکہ کے قریب قیام اور سلام مشروع نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ حدیث میں بھی اس کی رغبت نہیں دلائی گئی ہے۔

مسجد نبوی کی خصوصیت

تمام مساجد عبادات، ذکر، اعتکاف تعلیم و تعلم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے وغیرہ احکام میں مشترک ہیں، کسی مسجد کو کسی خاص عبادت کے لئے مخصوص نہیں کیا جا سکتا؛ البتہ مسجد حرام میں طواف کرنا، حجرِ اسود کا بوسہ لینا وغیرہ مسجد حرام کی خصوصیات میں سے ہے، لیکن مسجد نبوی صلوٰۃ و سلام کے لئے خاص ہے ہرگز نہیں۔ آپ پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیجنے میں تمام مسجدیں مساوی ہیں؛ البتہ مسجد نبوی مسجد بیت المقدس میں بہ نسبت دوسری مساجد کے نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور ثواب کے زیادہ حاصل ہونے کی وجہ مسجد نبوی ہے روضۂ نبوی نہیں ہے۔

زیارتِ قبر نبوی کا جواز

کسی ایک صحابی سے منقول نہیں ہے کہ اس نے قبر نبوی کی زیارت کے جملہ کو استعمال کیا ہو اور نہ ہی زیارت کے لئے ترغیب دلائی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ زیارت کے لفظ کی

کچھ حقیقت نہیں، اسی لئے علماء نے مطلقاً اس لفظ کو مکروہ جانا ہے۔ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ سے لفظ زیارت وغیرہ کا منقول نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ روضۂ نبوی پر سلام کہتے، لیکن اس میں بھی تو سلام کہنے کا ذکر ہے، زیارت کا لفظ نہیں ہے۔ حدیث وفقہ کی تمام کتابیں ملاحظہ کر لیجئے کسی میں بھی آپ کو یہ لفظ نہیں ملے گا، اسی طرح جمہور علماء کی اکثر تصنیفات میں مدینہ منیبہ کی فضیلت اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا ذکر تو ملتا ہے، لیکن روضۂ نبوی کی زیارت کا تذکرہ نہیں ملتا صحیحین، سنن، مسانید کتب حدیث میں سلام کہنے کا ذکر ہے۔ زیارت یا اس کے ہم معنی لفظ تک کا کہیں نام ونشان دکھائی نہیں دیتا۔ معلوم ہوا اگر آپ کے روضہ کی زیارت امت مسلمہ کے نزدیک ثابت ہوتی تو صحابہ، تابعین ائمہ کرام سے اس کا ذکر ضرور ملتا، ہاں سلام کہنے کا ذکر ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب روضۂ نبوی کی زیارت کے قائلین نے اپنے مخالفین سے اس مسئلہ پر مناظرے کئے تو انہیں اپنے مدعیٰ کے اثبات میں کمزور موضوع حدیثوں کا سہارا لینا پڑا، لیکن وہ کسی صحابی، کسی تابعی کا ایسا قول پیش نہ کر سکے، جس میں روضۂ نبوی کے لئے سفر کرنے کو مستحب کہا گیا ہو یا دیگر انبیاء، صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو مستحب گردانا گیا ہو۔

سوال: جس طرح عام قبروں کی زیارت مسنون ہے، اسی طرح روضۂ نبوی کی زیارت کو کیوں مسنون نہیں کہا جاتا اور بعض اوقات اس سے بھی انکار ممکن نہیں کہ عام قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کو مستحب نہ جانا جائے۔

جواب: مدینۂ منورہ سے دُور رہنے والے لوگوں کے لئے تو روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے لازماً سفر کرنا ہوگا۔ اس بنا پر ان لوگوں کو اس مقصد کے لئے سفر کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے؛ البتہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ مسجد نبوی

کی زیارت کے ضمن میں روضۂ نبوی کی زیارت کا ہو جانا اس بات کا متقاضی نہیں کہ سفر محض روضۂ نبوی کی زیارت کے لئے کیا گیا ہے ۔ صحابہ کرام نے اس مسئلہ میں جو تحقیقی راستہ اختیار کیا ہے وہ مسجد نبوی کی زیارت ہے اور مسجد نبوی میں آپ پر صلوٰۃ وسلام کا بھیجنا ہے اب تو اتفاق کے ساتھ وہاں روضۂ نبوی ہے ۔ اگر نہ بھی ہوتا تو بھی مسجد نبوی میں آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجا جاتا اور آپ کی تعریف کی جاتی ۔ اور جنہوں نے کمزور اور موضوع روایات کی بنا پر زیارتِ قبر نبوی کو مستحب کہا ہے تو یہ بالکل غلط ہے ۔ ائمہ کرام سے یہ قول قطعاً منقول نہیں ۔ اس سلسلہ میں صرف دو قول منقول ہیں ۔ نہی اور اباحت ۔ اور اگر اسے تسلیم کیا جائے تو یہ اس مسئلہ میں تیسرا قول ہوگا ۔ دریں صورت اس متنازعہ فیہ اقوال میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاخر ذالك خیر و احسن تاویلا (النساء) ۵۹	مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں، ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف

رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے ۔

مگر کسی معتبر روایت سے قبر نبوی کی زیارت کے سفر کا استحباب ثابت نہیں ہوتا ۔

رہی یہ حدیث کہ جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے ۔ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں نہ تو ان لوگوں کے لئے خاص ہے جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور نہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مدینہ سے باہر سے آتے ہیں اور نہ ہی جب حجرۂ عائشہ کا دروازہ کھلا تھا تو جو لوگ حجرہ میں داخل ہو کر سلام کہتے تھے ۔ ان کے ساتھ خاص ہے کہ آپ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں، لیکن آپ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا سلام کہنا مستحب ہے۔ اگر سلام کہنا مستحب ہوتا تو جب بھی صحابہ کرام مسجد میں داخل ہوتے یا مسجد سے نکلتے تو آپ پر سلام کہتے حالانکہ ان سے یہ فعل ثابت نہیں، بلکہ صحابہ، تابعین کا اجماع اس کے خلاف پر ہے۔ اگر روضۂ نبوی کی زیارت کے آداب میں اس کو شامل کر لیا جائے کہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت روضۂ نبوی پر سلام کہا جاتے تو کیا بلادلیل اس کی مشابہت بیت اللہ کے ساتھ نہ ہوگی جس طرح بیت اللہ کے آداب میں داخل ہے کہ اس کی زیارت کرنے والا طواف قدوم کرے اور واپس جانے والا طواف وداع کرے۔ ظاہر ہے شریعت حقہ میں بلادلیل کسی حکم کو داخل کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حجرہ عائشہ کا طواف کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ صحیح مسلم میں ہے؛

عن ابی مرثد الغنوی انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا۔	حضرت ابو مرثد غنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تم قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی جانب منہ کر کے نماز پڑھو۔

پس اہل مدینہ اور غیر اہل مدینہ کسی کے لئے قبرِ نبوی پر وقوف کرنا ثابت نہیں۔

قبرِ نبوی پر ہاتھ پھیرنا

اسی طرح قبرِ نبوی پر ہاتھ پھیرنا بھی ثابت نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا قبرِ نبوی پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے. فرمایا میں نہیں جانتا کہ کسی نے جائز رکھا ہو، البتہ منبر نبوی کے متعلق عبداللہ بن عمر سے ہاتھ پھیرنے کا ذکر منقول ہے۔ نیز امام مالک کے استاذ یحییٰ بن سعید انصاری جب عراق جانے لگے تو انہوں نے منبر کو ہاتھ لگایا اور

دعا کی۔ نیز امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اگرچہ بعض لوگ اپنا جسم قبر نبوی کے ساتھ ملاتے ہیں، جبکہ اہل علم ہاتھ نہیں لگاتے، ایک جانب کھڑے ہو کر دُعا کرتے ہیں عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے اگر قبر نبوی کو ہاتھ لگانا ثابت ہوتا، تو اس کے اثبات پر کوئی شرعی دلیل ہوتی۔ چند لوگوں کا فعل کسی حکم کو ثابت نہیں کرسکتا جبکہ جمہور صحابہ کرام کا عمل اس کے خلاف ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ امتِ محمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں، آپ کی اطاعت کریں جن چیزوں کو آپ نے واجب قرار دیا ہے ان کو واجب سمجھیں اور جن چیزوں کو آپ نے حرام ٹھہرایا ہے ان کو حرام جانیں آپ کی اتباع میں ہدایت مضمر ہے اور آپ کی نافرمانی میں گمراہی ہی گمراہی ہے؛ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود اللہ کریم گواہی دیتے ہیں کہ وہ لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء) ۸۰	جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔
نیز فرمایا: وما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللہ (النساء) ۶۴	اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

پس نجات اخروی کا دار و مدار آپ کی اطاعت پر ہے۔ محشر کے میدان میں بھی سوال ہوگا کہ تم آخر الزمان پیغمبر پر ایمان رکھتے تھے، تم نے اس کی پیروی کی تھی، قبر میں

بھی آپ کی اطاعت کے بارے سوال ہوگا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں :

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین (الاعراف) ۶

تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے

آپ کی رسالت پر انبیاء سے عہد لینا

اللہ کریم نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ اگر تمہاری موجودگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو تم نے ان پر ایمان لانا ہوگا، ان کی تصدیق کرنا ہوگی۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی اپنی امتوں سے عہد لیں کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو انہیں اس کی اطاعت کرنا ہوگی۔ اس پر ایمان لانے سے انہیں اخروی نجات حاصل ہو سکے گی اور وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ ارشادِ خداوندی ہے :

ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا وذالک الفوز العظیم۔ (النساء) ۱۳

اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا خدا اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے

دنیا اور آخرت میں سعادتوں کا حصول آپ کی فرمانبرداری کے ساتھ معلق ہے اور وہ لوگ دونوں جہانوں میں بدبخت ہیں جو آپ کی اطاعت سے دست کش ہو گئے آپ کی اطاعت کرنے والے ہی اللہ کے اولیاء ہیں جو تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں اور کامیاب ہیں، البتہ آپ کی اطاعت سے سرمو انحراف کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں، ابلیس کے ساتھی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے :

ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یاویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلاً لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطان للانسان خذولاً۔ (الفرقان ۲۷-۲۹)

اور جس دن نا عاقبت اندیش، ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے گا اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

نیز فرمایا: یوم تقلب وجوههم فی النار یقولون یالیتنا اطعنا الله واطعنا الرسولا وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ربنا اٰتهم عذاباً ضعفاً من النار والعنهم لعنا کبیراً۔ (الاحزاب ۶۶-۶۸)

جس دن ان کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے، کہیں گے اے کاش ہم خدا کی فرمانبرداری کرتے اور رسولِ خدا کا حکم مانتے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو راستہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار، ان کو دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

نیز فرمایا: قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا یحب الکفرین۔ (آل عمران ۳۲)

کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

نیز فرمایا: فلا وربك لا یؤمنون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینهم ثمّ لا یجدوا فی انفسهم حرجاً ممّا قضیت

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو، اس سے

ویسلموا تسلیما (النساء) ۶۵

اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے

نیز فرمایا: فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ (النور) ۶۳

تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

اور فرمایا: ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (النساء) ۶۹

اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر خدا نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

تمام انبیاء نے لوگوں سے کہا کہ اللہ کا حکم ہے کہ تم انبیاء کی تابعداری کرو؛ چنانچہ اللہ کریم نے فرمایا: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ (النساء) ۶۴

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

تمام انبیاء ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتے رہے۔ تقویٰ اختیار کرنے پر ترغیب دیتے رہے اور اپنی اطاعت کا اعلان فرماتے رہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون۔ (النور) ۵۲

اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں

نوح علیہ السلام فرماتے ہیں :

ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون (نوح ۳)

علیٰ ہذا القیاس تمام پیغمبروں نے لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بُلایا، وہ خوب جانتے تھے کہ تمام لوگ ہر جگہ ہر وقت رات دن ظاہراً باطناً سفر حضر انفراداً اجتماعاً کھانے پینے اور سانس لینے کے اتنے محتاج نہیں جتنے کہ وہ پیغمبروں پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے کے محتاج ہیں اور جو لوگ پیغمبروں کی تکذیب کریں گے اور ان کی اطاعت سے سرتابی کریں گے، ان کا بدلہ جہنم ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

فانذرتکم نارا تلظیٰ لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولیٰ۔ (اللیل ۱۴-۱۶)

تو میں نے آپ کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا، اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

نیز فرمایا : فلا صدق ولا صلیٰ ولکن کذب وتولیٰ۔ (القیٰمۃ ۳۱)

تو اس عاقبت نااندیش نے نہ تو کلام خدا کی تصدیق کی نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔

نیز فرمایا : انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا فعصیٰ فرعون الرسول فاخذناہ اخذا وبیلا۔ (المزمل ۱۵-۱۶)

اے اہلِ مکہ! جس طرح ہم نے فرعون کے پاس موسیٰ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، اسی طرح تمہارے پاس بھی محمد رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے تو فرعون نے ہمارے پیغمبر کا کہا نہ مانا تو ہم نے اس کو بڑے وبال میں پکڑ لیا۔

نیز فرمایا : فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ

بھلا اس دن کیا حال ہوگا، جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے

هؤلاء شهید ا (النساء) ۴۱ — کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔

نیز فرمایا: یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض۔ (النساء) ۴۲ — اس دن کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کاش ان کو زمین میں مدفون کرکے مٹی برابر کردی جاتی اور خدا سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً کہا گیا

عوام الناس کس قدر آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کے پابند ہیں اس کا اندازہ اس سے لگانا آسان ہے کہ سورج جس کو قرآن پاک میں سراج وہاج کہا گیا ہے اور جس کی روشنی کے لوگ محتاج ہیں، اس سے زیادہ ضرورت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اسی لئے آپ کو سراجاً منیراً کے لقب سے نوازا گیا۔ ظاہر ہے کہ منیرا کے لفظ میں فائدہ ہی فائدہ ہے جبکہ وہاج میں فائدہ اور نقصان دونوں کا احتمال ہے یہی وجہ ہے کہ جس قدر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و احترامات ہیں کسی اور کے نہیں، آپ کی تعظیم، توقیر، محبت سب کے دل میں ہر وقت اور ہر جگہ میں ایک جیسی ہو، یہ کیا تعظیم اور محبت کا انداز ہے کہ جب آپ روضۂ نبوی پر کھڑے ہوں، تو اس وقت آپ کا دل و دماغ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو اور جب وہاں سے چل دیں، تو آپ کے دل میں محبت و اجلال کی تند و تیز موجیں خاموش ہو جائیں اور آپ کے ساتھ محبت میں وہ پہلا جذب عنقا ہو جائے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ درحقیقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ سے آشنا نہیں ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جو شخص آپ کی اطاعت کا دم بھرتا ہے، وہ کیسے آپ کی قبر مبارک

کے پاس ان بدعات کا مرتکب ہوتا ہے جن سے آپ نے منع فرمایا ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص آپ کی قبر مبارک یا کسی دوسرے انسان کی قبر کے قریب بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو گویا کہ وہ آپ کی اطاعت سے گریز کرتا ہے۔ حالانکہ آپ کی اطاعت ہی سعادت اور نجات کا پیش خیمہ ہے۔ جب اصل معیار آپ کی اطاعت ہے تو جو شخص ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے جس کو لوگ محبوب جانتے ہیں، اس کی نماز اس شخص کی نماز سے افضل ہوگی جو ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے جس کو لوگ کراہت کے ساتھ دیکھتے ہیں، اسی طرح اگر آپ ایسے مقام پر نماز ادا کریں جہاں آپ کو اطمینانِ قلب نصیب ہو اور خشوع وخضوع قائم رہے تو یقیناً وہاں نماز ادا کرنا اس مقام سے افضل ہوگا جہاں آپ کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس جگہ نماز ادا کرنے سے شارع علیہ السلام نے منع نہ کیا ہو اور بظاہر وہاں نماز ادا کرنے میں حرج بھی نہ ہو، اسی طرح کبھی غیر افضل عمل بعض لوگوں کے حق میں زیادہ فضیلت والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے لئے زیادہ نفع والا ہے اور اس کے بارے میں ترغیب موجود ہے اور افضل کام اس لئے فضیلت والا نہیں کہ وہ اس سے عاجز ہے۔ مثلاً دلائل شرعیہ کی روشنی میں نماز ادا کرنا ذکر کرنے سے افضل ہے، لیکن بعض اوقات ذکر، دعا وغیرہ کا عمل نماز سے افضل ہوتا ہے، مثلاً فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل نماز ادا کرنا ممنوع ہے اور ذکر وغیرہ جائز ہے، حالانکہ ذکر نماز سے افضل نہیں ہے۔

نیز مثلاً سبحان اللہ وغیرہ کہنا قرآن پاک کی تلاوت کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت کا حامل نہیں، لیکن رکوع، سجود میں قرآن پاک پڑھنا جائز نہیں، اگرچہ وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔ سبحان اللہ وغیرہ ہی مشروع ہے، اسی طرح قعدہ میں درود شریف کے بعد دعائیہ کلمات کہنے افضل ہیں اور قرآن پاک کی آیات تلاوت کرنا اگرچہ اپنی جگہ پر زیادہ فضیلت کا حامل ہے، لیکن چونکہ وہ مقام دُعا کا ہے، اس لئے دُعائیہ کلمات ہی افضل

ہوں گے۔

قبروں کا حج اور مرے ہوئے لوگوں سے دعائیں مانگنا

بالکل اسی طرح قبروں کی زیارت عبرت اور مغفرت طلب کرنے کے لئے جائز ہے، لیکن جو لوگ بیت اللہ کے حج کی طرح قبروں کی تعظیم کے پیش نظر ان کے حج کے لئے جاتے ہیں اور وہاں ان سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ ان کو شریک بنا رہے ہیں۔ جبکہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر لینے کے بعد ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی حالت میں بھی توحید کے دامن کو نہ چھوڑتے اور ایمان بالانبیاء کی نعمت سے محروم ہونے کو گوارا نہ کرتے؛ چنانچہ قیامت کے دن ان ہی دو چیزوں کے متعلق تمام مخلوق سے سوال ہو گا کہ تم نے کس کی عبادت کی تھی؟ اور کیا تم پیغمبروں کی اطاعت بجا لائے تھے؟

عہد صحابہ کرام اور قبر نبوی

خلفاء راشدین کے عہد میں صحابہ کرام مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کہتے، نماز ادا کرتے اور واپس گھروں میں چلے آتے۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ نماز کی ادائیگی سے پہلے یا بعد حجرۂ نبوی پر صلوٰۃ و سلام کہنے کے کھڑے ہوتے ہوں۔ خیال رہے کہ خلفاء راشدین اور عہدِ صحابہ میں حجرۂ نبوی مسجد کے حدود میں داخل نہ تھا۔ ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں (جبکہ مدینہ منورہ میں بسنے والے اکثر صحابہ کرام فوت ہو چکے تھے۔ ان میں سب سے آخر میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ولید کی خلافت سے قبل ۷۳ھ میں فوت ہوئے، جبکہ ولید ۸۶ھ میں خلافت کے منصب پر جلوہ افروز ہوتے اور ۹۶ھ میں فوت ہوئے) حجرۂ نبوی کو

مسجد میں داخل کیا گیا

حجرہ عائشہ کو کب مسجد نبوی میں داخل کیا گیا

چنانچہ ابوزید نمیری اخبار المدینہ میں رقمطراز ہیں کہ ۹۱ھ میں جبکہ عمر بن عبدالعزیز ولید کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے، تو انہوں نے مسجد نبوی کو گرا کر منقش پتھروں کے ساتھ تعمیر کروایا۔ سنگِ مرمر کے استعمال کے ساتھ مختلف قسم کے اعلیٰ درجہ کے رنگ و روغن کرنے اور سونے کا پانی پھیرنے سے مسجد کی توسیع کے پروگرام کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ازواج مطہرات کے حجروں کو گرا کر مسجد میں داخل کر دیا اور حجرہ عائشہ جس میں آپ مدفون تھے، اس کو بھی مسجد میں ملا دیا گیا اور مسجد نبوی اور حجروں کی پرانی اینٹوں کو وہاں سے اٹھوا کر حرۃ میں ان سے اپنا مکان تعمیر کروایا۔ اس سلسلہ میں ہارون بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے ان پرانے پتھروں سے مسجد بنی حرام کے ساتھ دو کمرے تعمیر کروائے اور وردان بیان کرتے ہیں کہ ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو مسجد نبوی میں توسیع کرنے کا حکم دیا،

چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں توسیع کرنے کی غرض سے اردگرد سے کچھ پلاٹ خریدے۔ قبلہ کی جانب میں حضرت حفصہ کی زمین تھی۔ اس کے متعلق حضرت حفصہ کے بھتیجے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر نے کہا کہ یہ حفصہ کا مکان ہے، اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، اس لئے ہم اس کو فروخت نہیں کریں گے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اصرار کیا اور کہا کہ میں بہر حال اس کو مسجد نبوی کے حدود میں داخل کر کے ہی رہوں گا۔ اس مسئلہ پر آپس میں کافی بحث و تکرار ہوتی رہی، بالآخر عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم مسجد کی جانب سے اپنے گھر میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ نکالو اور اس کے عوض میں تمہیں دارالرقیق دیتا ہوں،

اور باقی زمین تم اپنے قبضہ میں رکھو، مسجد کی توسیع کے سلسلہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کے تین گھروں کو بھی مسجد میں داخل کر دیا گیا اور مسلسل تین سال تک مسجد کی تعمیر ہوتی رہی، لیکن قبلہ کی دیوار کو حضرت عثمان کے نقشے پر برقرار رکھا گیا؛ البتہ قبلہ کی جانب سے حضرتِ عائشہ کے گھر کو مسجد میں داخل کیا گیا اور قبلہ کی دیوار کو دیگر تین دیواروں کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت بنایا گیا اور چھت میں ساگوان استعمال کیا گیا۔ چنانچہ قبلہ کی دیوار کے خرچے کا تخمینہ ۴۵ ہزار درہم بتایا جاتا ہے۔ ولید نے ان سے کہا کہ دیگر دیواروں کو قبلہ کی دیوار کے مانند منقش کیوں نہیں کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا اس کے لئے بہت زیادہ رقم کی ضرورت تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مسجد کی تعمیر کے وقت اہل مدینہ کے مشائخ سے مشورہ

محمد بن عمار وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے قبلہ کی دیوار بناتے وقت قریش، انصار کے مشائخ کو جمع کر کے ان سے کہا کل یہ نہ کہنا کہ عمر بن عبدالعزیز نے قبلہ والی دیوار کی بنیاد بدل دی ہے لہٰذا میں نے حکم دیا ہے کہ جہاں سے پتھر اٹھایا جائے وہیں رکھا جائے۔ گویا کہ حضرت عثمان کی تعمیر کردہ دیوار ہی کو برقرار رکھا گیا لیکن حضرت عائشہ، حفصہ کے حجروں کو حدودِ مسجد میں داخل کیا گیا۔

حجروں کی کیفیت

مسجد نبوی کے ارد گرد حجروں کو اس ترتیب سے بنایا گیا کہ ان کے دروازے صحنِ مسجد کی طرف کھلتے تھے؛ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جمعۃ المبارک کے دن جب مسجد میں گنجائش نہ رہتی، تو لوگ حجروں میں نماز ادا کرتے۔

سعید بن مسیب کا قول

کاش مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجروں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تاکہ ان سے عبرت حاصل ہوتی، اس لئے کہ گھروں کی چھت اتنی نزدیک تھی کہ کھڑے انسان کا سر چھت کو لگتا اور باہر ڈیوڑھیوں کی چھت پر ٹاٹ ڈالے ہوئے تھے جبکہ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں اور شاخوں سے تھی اور دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور جس روز ولید نے ازواج مطہرات کے حجروں کو مسجد نبوی میں داخل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس قدر زار و قطار رو رہے تھے کہ اس سے زیادہ آہ و زاری کرتے ہوئے انہیں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ آثار و کھنڈرات لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آباد تھے اور پھر آپ کی بود و باش اور کچے مکانات میں جن کی چھتیں سر کو چھو رہی تھیں۔ ایسے لوگوں کے لئے باعثِ عبرت تھے جو فخر و مباہات کے ساتھ محلات کی تعمیر میں بے جا مال خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ام سلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا بدترین وہ مقام (جہاں لوگ مال خرچ کرتے ہیں)، مکانات ہیں۔

کیا صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ تبدیلی ہوئی؟

اگر یہ روایت ثابت ہو جائے کہ ان میں صحابہ کرام بھی تھے۔ جب حجروں کو مسجد نبوی کے حدود میں داخل کیا گیا تو ہم کہیں گے کہ ان سے مراد وہ صحابہ ہوں گے جو عہد نبوت میں بچپن میں تھے۔ مثلاً ابو امامہ بن سہل بن حنیف، محمود بن ربیع، سائب بن یزید، عبداللہ بن ابی طلحۃ البتہ وہ صحابہ جو عہدِ رسالت میں سنِ شعور کو پہنچ چکے تھے، ان میں سے کوئی زندہ نہ تھا۔

حجروں سے کیا مراد ہے؟

ظاہر ہے کہ تمام گھر کو تو حجرہ نہیں کہا جا سکتا۔ قرآن پاک میں ہے کہ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں، ان میں سے اکثر لوگ وہ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈیوڑھی کو حجرہ کہا جاتا تھا اور یہ ڈیوڑھیاں کھجور کے تنے اور شاخوں سے بنی ہوئی تھیں ان سے پیچھے رہائشی کمرے اینٹوں سے بنے ہوئے تھے؛ البتہ حضرت ام سلمہ کا حجرہ اینٹوں سے بنا ہوا تھا اور یہ بھی مروی ہے کہ بعض ازواج کے حجرے نہ تھے اور دروازوں پر پردے کی چکیں جانوروں کے بالوں سے بنی ہوئی تھیں۔ حضرت علی کا گھر جس میں وہ حضرت فاطمہ کے ساتھ رہتے تھے، حضرت عائشہ کے حجرہ کے عقب میں تھا، اس کو بھی ولید نے مسجد میں داخل کر دیا تھا۔

دلیل: ہم نے کہا ہے کہ حجرہ سے مراد وہ ڈیوڑھی ہے جو دروازے کے پاس بنائی جاتی ہے۔ ابوداؤد میں ابن عمر سے مروی حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ المرءۃ فی بیتھا افضل من صلوٰتھا فی حجرتھا وصلوٰتھا فی مخدعھا افضل من صلوٰتھا فی بیتھا۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا گھر میں نماز ادا کرنا حجرہ میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے اور اس کا گھر کے اندر کوٹھڑی میں نماز ادا کرنا گھر میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ اصطلاح حدیث میں گھر اور حجرہ کے درمیان واضح فرق ہے اور عورت جس قدر زیادہ پردے میں نماز ادا کرے گی، اسی قدر اس کو زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔

ازواج مطہرات کے حجرے وقتاً فوقتاً بنائے گئے

یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسجد نبوی کے ساتھ ہی حجروں کو تعمیر نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ اس وقت آپ کے نکاح میں نو بیویاں نہ تھیں۔ حضرت عائشہ کے ساتھ آپ کا نکاح مکہ میں ہو چکا تھا، لیکن رخصتی مدینہ میں ہوئی۔ اس کے بعد سودہ سے آپ نے نکاح کیا اور سودہ کے بعد آپ کا نکاح حفصہ سے ہوا، اسی لئے ان تینوں کے حجرے مسجد نبوی کے ساتھ بالکل ملے ہوئے تھے اور ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد سب سے آخر میں آپ نے صفیہ بنت حیی سے نکاح کیا اور اس کے لئے مکان بنوایا۔ اس کا مکان مسجد سے دور تھا۔ صحیحین میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکفاً فاتیتہ ازورہ لیلاً فحدثتہ ثم قمت فانقلبت فقام معی لیقلبنی وکان مسکنہا فی دار اسامۃ بن زید فمر رجلان من الانصار فلما رایا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسرعا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رسلکما انہا صفیۃ بنت حیی فقال سبحان اللہ یا رسول اللہ فقال ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شراً او شیئاً۔

حضرت صفیہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ میں رات کو آپ کی ملاقات کے لئے آئی۔ آپ کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ جب میں واپس جانے لگی تو آپ کھڑے ہوئے تاکہ مجھے واپس لوٹا آئیں اور صفیہ کا مکان اسامہ بن زید کے گھر میں تھا۔ اس دوران دو انصاری گزرے انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تیز تیز چلنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا ٹھہرو! یہ تو صفیہ ہے۔ وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! تعجب ہے۔ آپ نے فرمایا شیطان ابن آدم میں خون کی مانند گردش

کرتا ہے۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں کسی قسم کا شر یا وہم نہ ڈال دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفیہ کا گھر مسجد سے دُور تھا، اس لئے آپ اس کو چھوڑنے کے لئے اس کے ساتھ گئے۔ اگر اس کا گھر مسجد کے قریب ہوتا تو آپ کو کیا ضرورت تھی کہ آپ اس کے ساتھ چلتے اور پھر گزرنے والے دونوں آدمی بھی راستہ سے گزر رہے تھے اور مسجد تو راستہ نہ تھا اور آپ بھی مسجد میں نہ تھے اگر وہ دونوں آپ کو مسجد میں دیکھتے تو آپ کو ان کلمات کے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

معلوم ہوا کہ تمام حجرے مسجد کے ساتھ ملحق نہیں تھے اور مروی ہے کہ حضرت جویریہ اور صفیہ کے ساتھ نکاح سے قبل صحابہ کرام نے مسجد کے ساتھ متصل اپنے گھر بنا لیے تھے، اسی لئے ان کے مکانات مسجد سے دُور بنائے گئے۔

مسجد نبوی میں حضرت عثمان کی توسیع

مذکور ہے کہ حضرت عثمان نے جب مسجد نبوی میں توسیع فرمائی تو حضرت عباس کے گھر اور حضرت حفصہ کے گھر کے کچھ حصہ کو مسجد کی حدود میں داخل کیا۔ جانب شام سے پچاس ہاتھ کا اضافہ کیا؛ البتہ جانب مشرق سے اضافہ نہیں کیا اور باقی حجروں کو مسجد میں داخل نہ کیا۔ ولید کے دور میں جب مزید توسیع کی گئی تو اس وقت باقی حجروں کو بھی داخل کر لیا گیا۔

مسجد نبوی میں ملحقہ جگہ کا حکم

اس قسم کے آثار مروی ہیں کہ نماز کے ثواب کا جو حکم اصل مسجد میں ہے۔ اتنا ہی

ثواب اس جگہ میں بھی حاصل ہوگا جس کو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح مسجد حرام میں بھی جس قدر اضافہ ہوتا جائے گا۔ مزید داخل شدہ جگہ کو وہی فضیلت حاصل ہوگی جو اصل کو حاصل ہے۔ اصل کی طرح وہاں بھی طواف کرنا درست ہوگا۔ اسی لئے مسجد نبوی میں صفِ اوّل والی جگہ جس کا اضافہ حضرت عمرؓ نے کیا۔ اس میں نماز ادا کرنے سے اتنا ثواب ہوگا جتنا ثواب قدیم مسجد میں حاصل ہوگا۔

اگر اس کو مسجد کا حصّہ نہ سمجھا جاتا تو صحابہ کرام وہاں نماز ادا کرنے سے احتراز کرتے حالانکہ یہ ثابت نہیں چنانچہ خباب بن ارت بیان کرتے ہیں ؛

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوما وھو فی مصلاہ لوزدنا فی مسجدنا واشار بیدہ نحو القبلۃ فلما ولی عمر قال ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لوزدنا فی مسجدنا واشار بیدہ نحو القبلۃ۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا اس حال میں کہ آپ نے جہاں نماز ادا فرمائی، وہیں تشریف فرما تھے قبلہ کی جانب ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مسجد میں اضافہ کر دیا جائے۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو کہنے لگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے قبلہ کی جانب مسجد میں بقدر ہاتھ اضافہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی

حضرت عمرؓ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا اگر ذوالحلیفہ تک مسجد میں توسیع ہو جائے تو بھی جگہ مسجد متصور ہوگی۔ نیز حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر صنعاء تک مسجد میں اضافہ ہو جائے تو تمام جگہ یہ ہی مسجد ہے۔ اسی بنا پر ابوہریرہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر میرے گھر تک مسجد آ جائے تو میں یہیں نماز ادا کر لیا کروں گا۔

ان آثار کی روشنی میں متقدمین ائمہ کرام کہتے ہیں کہ فرض نماز کا امام کی اقتدا میں ہی ادا کرنا افضل ہے۔ اور بعض متاخرین جو اسے مسجد کا حصہ شمار نہیں کرتے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں

مگر یہ صحیح نہیں۔ اور حضرت عمر کی جانب سے اضافہ شدہ مقام جو قبلہ کی دیوار کی جانب کیا گیا تھا۔ آپ اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تاکہ لوگوں کو اس بات کا قائل کریں کہ یہ حصہ بھی قدیم مسجد کے حکم میں ہے۔ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان نے بھی مسجد نبوی میں توسیع فرمائی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ان کے بعد ولید بن عبدالملک کے دَورِ خلافت میں ان کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز نے توسیع فرمائی اور ۹۳ھ میں تکمیل ہوئی۔

اس سال کو سنۃ الفقہا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سال فقہا کثرت کے ساتھ فوت ہوئے چنانچہ فقہاء سبعہ سعید بن مسیب وغیرہ اسی سال فوت ہوئے۔ جابر بن عبداللہ سابقین اولین سے شمار ہونے والے اور بیعت العقبہ اور بیعت الرضوان میں شریک ہونے والے مسجد کی توسیع سے دو سال قبل فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان جیسا کوئی صحابی نہ تھا؛ البتہ انس بن مالک تھے، لیکن وہ بجائے مدینہ کے بصرہ میں سکونت پذیر تھے سہل بن سعد ساعدی ۸۸ھ میں فوت ہوئے، وہ عہدِ رسالت میں بالکل بچے تھے۔ سن رشد کو نہیں پہنچے تھے۔ سائب بن یزید کندی ۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ عبداللہ بن ابی طلحہ اس کے بعد فوت ہوئے اور محمود بن ربیع جس کے چہرے پر آپ نے پانی کی کلی پھینکی تھی جبکہ وہ پانچ سال کے تھے ۹۳ھ میں فوت ہوئے اور ابوامامہ بن سہل بن حنیف ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔ یہ تمام وہ صحابہ کرام ہیں جو عہدِ رسالت میں سنِ تمیز کو نہیں پہنچے تھے کہ وہ آپ کے اقوال و افعال کو نقل کرتے اور عبداللہ بن عمر تو عبداللہ بن زبیر کے قتل سے پہلے ۷۲ھ میں فوت ہوئے اور عبداللہ بن عباس ان سے بھی پہلے ۶۳ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔ ان صحابہ کرام میں سے کوئی بھی صحابی اس وقت موجود نہ تھا جبکہ مسجد میں تبدیلی کی گئی اور اس میں حجرے داخل کئے گئے۔ یہ حجرے مسجد کی مشرقی قبلہ جانب اور شامی جانب تھے۔ ازواجِ مطہرات کے ورثا سے ان کو قیمتاً خریدا گیا اور مسجد میں داخل کیا گیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس اہم کام کو سرانجام دیا اور حجرۂ عائشہ جس میں آپ مدفون تھے اس کے دروازے کو بند کر دیا اور اس کے گرد ایک اور دیوار بنا دی گئی۔ اس کے

بعد آپ پر سلام بھیجنے والے لوگ قبر اطہر سے بہ نسبت پہلے لوگوں کے زیادہ دُور ہو گئے

سلام التحیّۃ

جاننا چاہیئے کہ وہ حدیث (جس میں مروی ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے، تو اللہ مجھ پر میری رُوح کو لوٹاتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) سلام تحیۃ پر مشتمل ہے۔ اس کی سند میں ابوصخر راوی مختلف فیہ ہے۔ یحییٰ بن معین نے کبھی اس کو ضعیف کہا جیسا کہ امام نسائی نے بھی اس کو ضعیف کہا اور کبھی امام احمد بن حنبل کی طرح کہا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔ اس مضمون کی مروی ایک حدیث بھی قابل استناد نہیں اور پھر اس مضمون کی حدیثوں سے قبر نبوی کی زیارت کے استحباب کو ثابت کرنا ممکن نہیں اور زیارت کے مفہوم کی تمام حدیثیں کذاب، ضعیف، سیئی الحفظ رواۃ پر مشتمل ہیں۔ سلام التحیۃ جس کا جواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا جاتا ہے، اس کی حد بندی کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے کیا اس کو مسجد نبوی کے ساتھ خاص کیا جائے گا؟ کیا اس سے صرف وہ لوگ مراد ہیں جو روضۂ نبوی کے قریب کھڑے ہو کر سلام کہتے ہیں؟ کیا اس سے مراد روئے زمین کے تمام لوگ مراد ہیں جو آپ پر کہیں سے بھی سلام التحیۃ بھیجتے ہیں ان میں سے کسی تعین پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ اسی طرح سلام التحیۃ اونچی آواز سے کہا جائے یا پست آواز سے سلام التحیۃ کہنے والے کو بھی شامل ہے اور کیا اگر اونچی آواز سے سلام التحیۃ کہا جائے تو آپ سنتے ہیں، حالانکہ وہ احادیث صحیح ہیں جن میں مروی ہے کہ آپ پر صلوٰۃ و سلام پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں، لیکن اس بات پر کوئی دلیل موجود نہیں کہ جو شخص حجرہ سے باہر آپ پر سلام بھیجتا ہے، آپ اس کے سلام کو سنتے ہیں۔ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا انسان اگر اپنی آواز کو اونچا کرے تو وہ

گستاخی ہے ادب ہے۔ پس مسجد میں اونچی آواز کے ساتھ سلام کہنا جب بے ادبی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ سلام آہستہ آواز کے ساتھ کہا جائے تو کیا جب پست آواز کے ساتھ سلام کہا جائے گا۔ تو سلام کہنے والے کی آواز آپ تک پہنچ سکے گی۔ معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں جس صلوٰۃ وسلام کا ذکر ہے اور حدیث پاک میں جو وارد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں کسی جگہ یا وقت کے ساتھ خاص نہیں، اس میں وہ لوگ جو مسجد نبوی سے یا روضہ نبوی کے قریب آپ صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اور جو لاکھوں کروڑں میلوں سے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے ہیں، برابر ہیں ان سب کا صلوٰۃ وسلام آپ پر وہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں جو اس کام پر مامور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر شرعاً مشروع نہیں ہے۔ بالفرض زیارت قبر نبوی کے مضمون کی کوئی حدیث صحیح موجود ہوتی تو مدینہ منورہ میں سکونت پذیر صحابہ، تابعین پر اس قسم کی حدیث کیسے مخفی رہ سکتی تھی اور امام مالک جیسے ائمہ یہ فتوی کیسے صادر فرما سکتے تھے کہ وزرت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کہنا مکروہ ہے یعنی یہ کہنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے، مکروہ ہے۔

مسجد نبوی کی زیارت

قبر نبوی کی زیارت کو مکروہ یا غیر مکروہ جاننے والے تمام اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ آپ کی قبر کی زیارت کا اصل مقصد مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا نام ہے۔ اگرچہ کوئی شخص یہ قصد بھی کرے تب بھی سفر مسجد کی طرف ہوگا اس لئے کہ جس طرح دیگر قبروں کی زیارت ممکن ہے، آپ کی قبر کی زیارت ممکن نہیں جبکہ اس پر قدرت حاصل نہیں، اس لئے کہ آپ کی قبر اطہر کے گرد کتنی دیواریں ہیں۔ پس آپ کی قبر کی زیارت ممکن

ہی نہیں، غالباً اسی لئے زیارت مشروع بھی نہیں ہے۔ پس ان لوگوں کا قول اقرب الی الصواب ہے، جو کہتے ہیں کہ آپ کی قبر کی زیارت کا جملہ استعمال کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں عبادت وغیرہ کے لئے سفر کرنا نص صریح اور اجماع کے ساتھ ثابت ہے صحابہ کرام سے تواتر کے ساتھ ایسے آثار مروی ہیں جن میں مسجد نبوی کی زیارت کی ترغیب موجود ہے، بلکہ بعض تابعین اور جلیل القدر اہل علم سے وجوب بھی منقول ہے اور شروع اسلام سے ہر دور میں علماء قولاً عملاً اس مسئلہ پر متفق رہے ہیں اور اس کے استحباب پر کچھ شبہ نہیں اور جو مسند ابن ابی شیبۃ میں ہے: من صلیٰ علی عند قبری سمعتہ و من صلیٰ علی نائیاً سمعتہ۔

جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اس کا درود سنتا ہوں اور جو شخص دُور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود بھی سنتا ہوں۔

اس حدیث میں سمعتہ کے بجائے بلغتہ صحیح ہے سمعتہ غلط ہے، چنانچہ قاضی عیاض نے بلغتہ کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز یہ حدیث بیہقی میں بلغتہ کے لفظ کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن امام بیہقی اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن مروان سدی راوی میں نظر ہے۔ پس امت محمدیہ کی جانب سے کثرت کے ساتھ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جانا چاہیئے۔ ابوداؤد کی حدیث میں اس کی تاکید موجود ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم کی تخلیق ہوئی، اسی میں وہ فوت ہوئے اسی میں نفخہ ہوگا، اسی میں بے ہوشی ہوگی۔ پس اس دن تم مجھ پر کثرت

علی قالوا وکیف تعرض صلواتنا علیک وقد ارمت یقولون بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

کے ساتھ درود بھیجا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا آپ پر کس طرح ہمارا درود پیش ہوگا، جبکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نا جائز کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو بوسیدہ کرے۔

یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ نسائی، ابن ماجہ، ابوحاتم بیہقی میں موجود ہے۔ نیز ابن ماجہ وغیرہ میں اس کے شواہد اور بھی موجود ہیں، ابن ماجہ میں ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو، وہ ایسا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کے درود مجھ پر پیش کرتے ہیں۔ صحابی نے کہا حضرت کیا موت کے بعد بھی فرمایا ہاں موت کے بعد بھی اس لیے کہ مٹی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔

اسی مضمون کی حدیث کو ابن جریر طبری نے تہذیب الآثار میں روایت کیا ہے۔ نیز ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجتے رہو۔ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے جہاں سے بھی تم بھیجو اس کی شواہد مرسل روایات موجود ہیں جو اس کو تقویت پہنچا رہی ہیں۔ سنن سعید بن منصور میں ان الفاظ کے ساتھ روایت موجود ہے۔ نیز سنن سعید میں ہے:

قال سھیل بن ابی سھیل رأنی الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب عند القبر فنادانی وھو فی بیت فاطمۃ یتعشیٰ فقال ھلم الی العشاء فقلت لا اریدہ فقال مالی رأیتک عند القبر فقلت سلمت علی النبی صلی

سہیل بن ابی سہیل بیان کرتے ہیں کہ مجھے حسن بن حسن بن ابوطالب نے قبر نبوی کے قریب دیکھا تو مجھے آواز دی (جبکہ وہ فاطمہ کے گھر میں شام کا کھانا کھا رہے تھے) کہ آؤ شام کا کھانا کھاؤ، میں نے عدم رغبت کا اظہار کیا، اس پر اس نے پوچھا کہ تو قبر نبوی

اللہ علیہ وسلم فقال اذا دخلت المسجد فسلم علیہ ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تتخذوا بیتی عیدا ولا بیوتکم مقابر لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیثما کنتم انتم ومن بالاندلس منہ الا سواء۔

کے پاس کس لیے کھڑا ہے۔ میں نے کہا کہ سلام کہنے کے لیے۔ اس نے کہا مسجد میں داخل ہوتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہو، پھر اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے گھر کو میلہ نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا یہودیوں، عیسائیوں پر لعنت ہو اللہ کی جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کر ڈالیں اور مجھ پر درود بھیجو، بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ جہاں بھی تم ہو تم اور اندلس کے لوگ ایک جیسے ہو۔

اسی طرح اسماعیل بن اسحاق قاضی نے فضل الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایک فرشتہ اس کام پر متعین ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، وہ آپ تک پہنچا دیتا ہے اور سلام کے پہنچانے کا ذکر نسائی میں موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ایسے فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

نیز علی بن حسین سے روایت ہے کہ اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قبر نبوی کے قریب ایک کھڑکی میں داخل ہوا، تو اس نے اسے روکا اور کہا کہ میں تمہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے گھر کو میلہ نہ بنانا اور اپنے گھر کو قبریں نہ بنانا تم جہاں بھی ہو تمہارا سلام مجھ تک پہنچتا ہے۔ اس مضمون کی معروف حدیثیں متعدد طرق سے مروی ہیں، ان سب کا ملخص یہی ہے کہ امت سے جو شخص بھی آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے۔ اس کا صلوٰۃ وسلام آپ پر پہنچتا ہے، لیکن کسی روایت میں مذکور نہیں کہ آپ درود وسلام

کی آواز کو سنتے ہیں، البتہ وہ لوگ جو آپ کی قبرِ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں تو آپ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں جس طرح کہ تمام مومن بھی جب ان پر سلام کہا جاتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور یہ سلام وہ نہیں ہے جس پر اللہ پاک دس بار سلام بھیجتا ہے جس طرح کہ ایک بار درود بھیجنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہ درود و سلام وہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور یہ درود کسی خاص جگہ کے ساتھ خاص نہیں اور قبرِ اطہر کے قریب سلام کہنے اور آپ کا اسے جواب دینے کی حدیث پہلے گزر چکی ہے، اس کی سند قابلِ حجت نہیں، اگرچہ بعض دوسری حدیثوں سے اس کا مفہوم ثابت ہے، لیکن سند میں محمد بن مروان ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے۔ جوزجانی نے اس کو ذاہب الحدیث کہا۔ نسائی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بھی جارحین نے اس کی جملہ روایات کو غیر محفوظ قرار دیا ہے: البتہ دیگر احادیث کو ملاتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ آپ پر صلوٰۃ و سلام کو پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں، ورنہ آپ کا سننا ثابت نہیں۔ اسی طرح بعض جاہل لوگوں کا یہ کہنا کہ آپ جمعہ کی رات اور دن کو خصوصیت کے ساتھ سنتے ہیں بالکل باطل ہے اور اسی طرح یہ نظریہ کہ آپ تمام مخلوق کی آوازوں کو سنتے ہیں بالکل لغو ہے۔ یہ وصف تو رب العالمین کا ہے جو تمام کی آواز کو سنتا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

ام یحسبون انا لا نسمع سرھم ونجواھم بلیٰ ورسلنا لدیھم یکتبون۔ (الزخرف) ۸۰

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟ ہاں ہاں (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کی سب باتیں لکھ لیتے ہیں

نیز فرمایا: ما یکون من نجویٰ ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو

کسی جگہ تین شخصوں کا مجمع اور کانوں میں صلاح مشورہ نہیں ہوتا، مگر وہ ان میں چوتھا

سادسھم۔ (المجادلہ ۷) ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے۔

پس جو لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اللہ پاک کی طرح کوئی انسان بھی تمام بندوں کی آواز دل کو سنتا ہے۔ ان کا یہ نظریہ عیسائیوں والا ہے جو مسیح کو اللہ مانتے ہیں اور جو کام لوگ کرتے ہیں، ان کو وہ جانتا ہے، ان کی آوازوں کو سنتا ہے، ان کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں:

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار وما للظلمین من انصار۔ (المائدہ ۷۲)

وہ لوگ بے شبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح خدا ہیں، حالانکہ مسیح یہود سے کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی اور جان رکھو کہ جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا، خدا اس پر بہشت حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

نیز فرمایا: لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ

وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اگر یہ لوگ ایسے اقوال و عقائد سے باز نہیں آئیں گے، تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں، وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے، تو یہ کیوں خدا کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے اور خدا تو بخشنے والا مہربان

صدیقۃ کانا یا کلان الطعام انظر کیف نبین لھم الآیٰت ثم انظر انیٰ یؤفکون قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرًا ولا نفعا واللہ ھو السمیع العلیم۔

(المائدہ ۷۵-۷۶)

ہے۔ مسیح ابن مریم تو صرف خدا کے پیغمبر تھے۔ ان میں سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ (مریم خدا کی) ولی اور سچی فرماں بردار تھی، دونوں انسان تھے اور کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم ان لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں

پھر یہ دیکھو کہ کدھر الٹے جا رہے ہیں، کہو کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور خدا ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

پس نہ حضرت مسیح علیہ السلام اور نہ ہی مخلوق سے کوئی جن و بشر وغیرہ کسی کو نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

سید الانبیاء کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدًا۔

(الجن) ۲۱

یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

نیز فرمایا: قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک (الانعام) ۵۰

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ پاک کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

نیز فرمایا: قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔ (الاعراف) ۱۸۸

کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا، مگر جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

الاماشاء اللہ کا استثناء

اس کے متعلق دو قول ہیں، استثناء متصل کی صورت میں یہ معنیٰ ہوگا کہ آپ اس چیز کے مالک ہیں جس کا آپ کو اللہ نے مالک بنا دیا ہے۔ استثناء منقطع کی صورت میں معنیٰ یوں ہوگا کہ کسی صورت میں مجھے نفع، نقصان کا اختیار نہیں ہے، وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا:

ولا اخاف ماتشرکون به الا ان یشاء ربی شیئاً۔ — جن کو تم شریک بناتے ہو، میں ان سے نہیں ڈرتا، ہاں میرا رب جو چاہتا ہے۔

یعنی مجھے تمہارے شرک وغیرہ سے کچھ خوف نہیں، ہاں میرا رب جو چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے اور اگر وہ نہیں چاہتا تو نہیں ہوتا وہ کچھ نہیں کر سکتے، اسی طرح اللہ پاک کے ارشاد

ولا یملک الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق۔ (الزخرف) ۸۶ — وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں جو علم و یقین کے ساتھ گواہی دیں۔ وہ سفارش کر سکتے ہیں۔

میں بھی صحیح قول یہی ہے کہ استثناء منقطع ہے؛ البتہ جو حق کی شہادت دیتا ہے اس کو شفاعت فائدہ دیتی ہے جس طرح دوسرے مقام میں فرمایا:

ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له۔ (السبا) ۲۳ — اور خدا کے ہاں کسی کے لئے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔

اور فرمایا قل لله الشفاعة جمیعاً۔ (الزمر) ۴۴ — کہہ دو کہ سفارش صرف خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

قاضی عیاض کا نقطہ نظر

قاضی عیاض ذکر کرتے ہیں کہ قبر نبوی کی زیارت کرنا مسنون ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ نیز زیارت کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، لیکن اس اجماع کی کچھ حقیقت نہیں یاد رکھیں سلف خلف کا اجماع اس پر ہے کہ مسجد نبوی کے لئے سفر کیا جائے۔ وہاں آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جائے اور آپ کے لئے وسیلہ طلب کیا جائے، اس کا نام بدل کر اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ قبر نبوی کی زیارت پر اجماع ہے تو ہم اسے کیا کہیں سوائے اس بات کے کہ یہ نظریہ حقیقتِ ثابتہ کے منافی ہے۔

اسحاق بن ابراہیم فقیہ کا نقطہ نظر

اسحاق بن ابراہیم رقمطراز ہیں کہ ہمیشہ سے لوگوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب وہ بیت اللہ کے حج کا سفر کرتے ہیں، تو مدینہ منورہ کا بھی قصد کرتے ہیں مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرتے ہیں رجنت کی کیاریاں، منبرِ رسول، قبر اطہر جہاں جہاں آپ مجلس فرما رہے جس جگہ آپ کے قدم مبارک لگے جس چیز کو آپ کے ہاتھوں نے پکڑا کھجور کا وہ تنا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے رہے جس جس مقام پر حضرت جبرئیل وحی لے کر اترے اور جہاں جہاں صحابہ کرام کے آثار موجود ہیں، ان کی زیارت سے مشرف ہونے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے رہے اور عبرت حاصل کرتے رہے۔

مغالطہ کا رد

یاد رکھئے جس طرح عام قبروں کی زیارت ممکن ہے، اس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر تک پہنچنا ہی بڑا مشکل ہے، جبکہ دوسری عام قبروں تک پہنچنا مشکل

نہیں، اس لئے کہ مسلمان عموماً کھلی فضا میں دفن کئے جاتے ہیں اور آپ حجرہ میں دفن کئے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا یہودیوں، عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا۔ یہ کہہ کر آپ اپنی امت کو اس کام سے ڈرا رہے ہیں جس کو وہ کر کے لعنتِ خداوندی کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آپ کو کھلے میدان میں نہ دفن کیا گیا تا کہ آپ کی قبر کو مسجد، میلہ وغیرہ نہ بنایا جائے۔ آپ کو حجرۂ عائشہ میں دفن کیا گیا تاکہ کوئی شخص وہاں نہ جا سکے؛ چنانچہ حضرت عائشہ اسی میں سکونت پذیر رہیں جس کی وجہ سے کوئی شخص اندر داخل نہ ہوا، جب وہ فوت ہو گئیں تو حجرہ کو مقفل کر دیا گیا تا آنکہ ولید کے عہد سلطنت میں مسجد نبوی کی حدود میں داخل کر دیا گیا اور اس کے گرد مزید ایک دیوار کھڑی کر دی گئی، اس طرح قبر اطہر کی زیارت ناممکن ہو گئی۔ اس کے باوجود متاخرین کے دور میں زیارتِ قبر اطہر کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی بدعتوں نے جنم لیا جن کو ائمہ اربعہ میں سے کسی نے مستحب نہ جانا۔

قبر نبوی پر بدعات

چنانچہ کثرت کے ساتھ جب زائرین نے قبر اطہر کی زیارت کو باعث سعادت سمجھا تو زیارت کے ساتھ ساتھ آپ سے مغفرت طلب کرنے لگے، بلکہ حجرۂ عائشہ کا طواف ہونے لگا اور سجدہ ہونا شروع ہو گیا جو کہ بالاجماع کفر ہے۔ زائرین کے دلوں میں یہ باطل نظریہ جاگزیں ہو گیا کہ انبیاء کے مدفن کو مسجدوں پر فضیلت ہے اور نہ صرف یہ کہ ان کی زیارت کی جائے۔ بلکہ ان سے حوائج طلب کی جائیں اور ان پر مسجدیں تعمیر کی جائیں اور وہ مسجدیں جو رضائے

الٰہی کے لئے تعمیر کی گئی ہیں، ان پر ان مساجد کو فضیلت حاصل ہے، بلکہ یہاں تک بیت اللہ کے حج کرنے سے وہ فضیلت حاصل نہیں ہوتی جو انبیاء، صالحین کی قبروں کا حج کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ کیا یہ ایسے نظریات نہیں جن کو بالاتفاق کفر، ارتداد سمجھا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی کچھ گنجائش نہیں۔ اسلام میں مسجد نبوی کو مسجد حرام کے بعد فضیلت والا بتایا گیا، اسی لئے اس کی زیارت کے لئے سفر کی اجازت دی گئی، لیکن قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیارت کے مضمون کی کوئی حدیث صحیح نہیں۔

امام مالک کا قول

اہل مدینہ جب مسجد نبوی میں آئیں یا باہر جائیں، ان کے لئے قبرِ اطہر پر وقوف کرنا لازم نہیں ———— البتہ باہر سے آنے والے قبرِ اطہر پر وقوف کر سکتے ہیں اور آپ کے لئے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر کے لئے دُعا کر سکتے ہیں، چنانچہ صحابہ کرام سے ثابت نہیں کہ وہ آپ کی قبر پر وقوف کرتے ہوں۔ پس اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اسی راہ پر چلنے سے ہو سکتی ہے، جس راہ پر امت کے سلف چلتے رہے۔

قبر نبوی کی زیارت کے لئے نذر ماننا

امام مالک فرماتے ہیں کہ جو شخص قبر نبوی کی زیارت کی نذر مانتا ہے اس کو نذر پوری نہیں کرنی چاہیئے؛ البتہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے نذر پوری کی جائے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ صرف تین مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا جائے۔ پس قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرعاً ممنوع ٹھہرا۔ اس کو نہ تو عبادت کہا جائے گا اور نہ ہی یہ سفر اللہ اور

اس کے رسول کی اطاعت کا سفر ہوگا، بلکہ یہ سفر شرک، بدعت کا سفر ہوگا، اس میں نیت کو معیار قرار دیا جائے گا۔ اگر نیت مسجد نبوی کی زیارت ہے تو سفر مستحب ہے۔ مسجد نبوی کی زیارت کے ساتھ قبر نبوی پر وقوف کر سکتا ہے۔ صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیج سکتا ہے اگر نیت قبر نبوی کی ہے تو پھر نیت کی تبدیلی اس کو معصیت میں مبتلا کر دے گی۔ اسی طرح جو شخص مدینہ منورہ، بیت المقدس کا سفر اس لئے اختیار کرتا ہے تاکہ وہاں قبروں اور انبیاء کے آثار کی زیارت کرے گا تو بھی اس کا یہ سفر شرعًا ناجائز ہوگا اس سفر کو مستحب کہنا یا استحباب پر اجماع کی چھاپ لگانا سراسر جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کو مستحب قرار دینے والے اسلام میں اپنی طرف سے پیوند کاری کر رہے ہیں۔ اس قسم کی غلط بیانیوں سے احتراز کرنا چاہیئے اور شریعت کے واضح احکام کو بدلنے سے ڈرنا چاہیئے۔

اعتراض: صحیح مسلم میں ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ اثناء سفر میں ایک فرشتہ انسانی شکل میں اس سے ملا۔ اس نے پوچھا کدھر جا رہے ہو جواب دیا فلاں بستی میں میرا بھائی رہتا ہے۔ اللہ کی رضا کے لئے اس کی زیارت کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے دریافت کیا کیا تیرا اس پر کچھ احسان بھی ہے؟ اس نے جوابًا کہا بالکل نہیں، صرف اللہ کے لئے اس سے محبت ہے، اس نے بیان کیا کہ میں تیری جانب اللہ کا قاصد بن کر آیا ہوں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ جب تو اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے تو اللہ تیرے ساتھ محبت کرتا ہے۔ نیز مؤطا امام مالک میں معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ پاک نے فرمایا وہ لوگ میری محبت کے حقدار ہو گئے جو میری رضا جوئی کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ملاقات کرتے ہیں، ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں پس ان دو حدیثوں کی روشنی میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جب ایک مسلمان دوسرے

مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے سفر کر سکتا ہے اور وہ اس سے اللہ کی محبت کا حقدار ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جن کا احترام فوت ہونے کے بعد بھی اتنا ہی رہنا چاہیئے جتنا کہ زندگی میں تھا اور جن کو اللہ پاک نے تمام مخلوقات پر شرف بخشا ہے اور جن کی وجہ سے ہمیں ہدایت حاصل ہوئی اور جن کی برکت سے ہم شیطان سے محفوظ ہوئے اور جو ہم پر اس قدر رحیم ہیں کہ جہنم سے بچانے کے لئے زندگی بھر کوشاں رہے) کی قبر کی زیارت کے لئے سفر نہ کیا جائے۔

جواب : جن احادیث سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے استحباب پر استدلال کیا گیا ہے، ان میں صراحتاً ذکر ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی زیارت کے لئے جاتا ہے جبکہ وہ زندہ ہے۔ زندگی کے بعد اس کی قبر کی زیارت کا ذکر حدیث میں نہیں ہے پس جس شخص کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہوئی، وہ صحابہ کرام ہیں جن کو خیر القرون کا لقب ملا، لیکن کیا جب آپ فوت ہو گئے ہیں، تو آپ کی قبر کی زیارت بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ آپ کی زیارت صحابہ کرام نے کی

جب کہ آپ ان کے درمیان تھے، ظاہر ہے کہ اس کو اس پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے کسی بھی امام سے یہ استدلال منقول نہیں کہ اس نے آپ کی قبر کی زیارت کو آپ کی زندگی کی زیارت کے مساوی قرار دیا ہو یا اس پر قیاس کیا ہو۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کی اس کی زندگی میں ملاقات کرتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ اس کا مشاہدہ کرتا ہے، بلکہ اس سے گفتگو کرتا ہے، اس کی کلام کو سنتا ہے۔ آپس میں سوال جواب ہوتا ہے، لیکن اس کا بھائی جب فوت ہو جائے تو کیا اس کی قبر کی زیارت کرنے سے اس کا مشاہدہ کر سکے گا یا اس کا کلام سن سکے گا ہرگز نہیں۔ اس طرح جو شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرے گا یا اس دیوار کا مشاہدہ کرے گا جو آپ کے حجرہ کے گرد بنی ہوئی ہے،

اس کو نہ تو آپ کا دیدار حاصل ہوگا نہ آپ کا کلام سن سکے گا نہ اس کو آپ کی مجلس کا شرف حاصل ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ اس کو یہ تمام سعادتیں ضرور حاصل ہوں گی تو پھر اس کو صحابہ کرام سے شمار کرنا چاہیئے، لیکن اس کے باطل اور غلط ہونے میں کچھ شبہ نہیں کیا کوئی شخص ان کو صحابہ کرام میں داخل سمجھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

آپ کی زندگی میں آپ کی طرف سفرِ ہجرت

فتح مکہ سے پہلے جب ہجرت کا حکم دیا گیا تو صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچنے لگے، لیکن جب آپ نے آرڈر فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، تو آپ کی جانب ہجرت کرنے سے صحابہ کرام رُک گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ ہجرت کرکے مدینہ آئے تو آپ نے اس کو واپس مکہ جانے کا حکم دیا، اسی طرح وہ اسیر لوگ جو فتح مکہ کے وقت رہا کر دیئے گئے، انہوں نے بھی مدینہ کی جانب ہجرت نہ کی۔

وفود کا اسلام کے لئے سفر کرنا

ہم دیکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفود آتے آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے ضروری تعلیم حاصل کرتے اور واپس چلے جاتے۔ خصوصیت کے ساتھ ۹ھ میں کثرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں وفود پہنچے اسی لئے اس سال کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔ مرض الموت میں وفود کے بارے میں آپ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا یہودیوں، عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو اور جس طرح میں وفود کو انعام و اکرام کے ساتھ نوازتا تھا، اسی طرح تم بھی ان کے ساتھ مروت وہمدردی کے ساتھ پیش آؤ؛ چنانچہ وفد عبدالقیس کا آپ کی خدمت میں آنا اور ضروری تعلیم حاصل کرکے قوم کی جانب واپس جانا مشہور و معروف ہے۔

معلوم ہوا جب آپ زندہ تھے، آپ کی خدمت میں دُور دراز سے سفر کر کے آنے والے علم شریعت سیکھتے، آپ کا کلام مبارک سنتے اور آپ کی زیارت کے لئے آتے تھے، ان کا آنا نیکی کا کام تھا، وہ آپ کا احترام کرتے تھے، لیکن کیا ان میں سے کسی نے آپ کی عبادت کی ہرگز نہیں۔ آپ تو لوگوں کو معمولی غلطیوں سے باز رہنے کی تلقین فرماتے، چہ جائیکہ آپ اپنی آنکھوں کے سامنے شرک جیسے بڑے گناہ کا ارتکاب ہوتا دیکھیں۔ آپ تو اتنا بھی گوارا نہ فرماتے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہوں اور صحابہ کرام کھڑے ہوں۔ ایک بار آپ نے ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا کہ تم فارس، روم کی طرح احتراماً کھڑے ہوتے ہو اس سے باز آؤ۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ صحابہ کرام کو آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، لیکن بایں ہمہ وہ آپ کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ ان کے کھڑے ہونے کو بنظرِ کراہت دیکھتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک لونڈی نے جب کہا کہ ہم میں وہ نبی ہے جو مستقبل کی باتیں جانتا ہے تو آپ نے غیظ و غضب کے عالم میں فرمایا یہ کلمہ نہ کہو، اس سے پہلے جو کہہ رہی تھی، اسے دہراتی رہو۔ آپ جب بھی اپنے سامنے کسی غلط کام کو دیکھتے اس سے منع فرماتے اور اب جو لوگ قبروں کی زیارت کرتے ہیں، وہاں مختلف قسم کے شرک و بدعت کے کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں جیسا کہ مشرک اور یہودی اپنے عقیدت مندوں کی قبروں پر نہ صرف بدعات و خرافات کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ شرک اور غلو فی المحبۃ میں اس قدر متجاوز ہوتے ہیں کہ ان کو مشکل کشا سمجھنے لگ جاتے ہیں، اسی لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی جو اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بناتے ہیں۔ پس کسی قبر کو مسجد بنانا لعنت کے استحقاق کا فعل ہے۔ آپ کی قبر مبارک کا قصد کرنا بھی آپ کی قبر کو مسجد بنانا ہے جس سے روکا گیا ہے اور جو لعنت کا کام ہے اور یہ بھی یاد رکھئے کہ آپ کی قبر کی زیارت میں کوئی دینی مصلحت نہیں ہے اور نہ ہی اس سے اللہ کا قرب

حاصل ہوتا ہے۔ ہاں آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے لئے قبر اطہر پر حاضر ہونا ضروری نہیں۔ اگر آپ کے دل میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور احترام موجود ہے تو آپ ہر جگہ سے ان پر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ بھیج سکتے ہیں۔ پس زندگی میں آپ کی زیارت میں مصلحت کارفرما رہی اور قبر اطہر کی زیارت میں مفسدہ تو موجود ہے مصلحت راجحہ موجود نہیں ہے؛ البتہ مسجدِ نبوی کی طرف سفر کرنے میں مصلحت راجحہ موجود ہے۔

مَن زارني بعد مماتي الحدیث کی حقیقت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے استحباب پر بعض لوگ یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اسی طرح عبداللہ بن عمر سے مروی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ یہ حدیث انتہا درجہ کی کمزور ہے۔ اس حدیث کے راوی حفص بن سلیمان غاضری کے بارے میں یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری اس کو متروک کہتے ہیں۔ علی بن مدینی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیگر جرح تعدیل کے ائمہ نے اس کی جملہ احادیث کو منکر قرار دیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت کردہ اکثر حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ حافظ طبرانی معجم میں یہ روایت ایک اور سند سے لائے ہیں مگر اس میں لیث اور زوجہ جدہ دونوں مجہول ہیں نیز اس حدیث کا متن بھی قابلِ اعتبار نہیں ہے کیا وہ شخص جو آپ کی قبر اطہر کی زیارت کرتا ہے۔ وہ صحابہ کی مانند ہو سکتا ہے، جبکہ صحیحین میں صحابہ کرام کی فضیلت کے متعلق حدیث وارد ہے کہ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو بھی وہ صحابہ کرام کے ایک مد اور نصف مد کے ثواب کے برابر بھی ثواب حاصل نہیں کر سکتا۔ اس قدر فضیلت کے ہوتے ہوئے غیر صحابی کو صحابی

کی صف میں کھڑا کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ پھر اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جہاد کرنا، حج کرنا ایسے اعمال ہیں جن کو بہر حال زیارت قبر نبوی پر برتری حاصل ہے، تو لازم آئے گا کہ جہاد، حج کرنے والے لوگ گویا کہ آپ کی زیارت کرنے والے ہیں اور آپ کی زیارت کے لئے سفر کرنے والے ہیں۔ پس وہ شخص (جو کہتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر اطہر کی زیارت کرنا اس طرح ہے جس طرح کہ آپ کی زندگی میں آپ کی زیارت کرنا ہے) لغو قول کہہ رہا ہے اور اس کی عقل صحیح نہیں ہے۔ یاد رکھئے میت کی قبر کی زیارت شرعیہ سے مقصود صاحب قبر کے لئے دُعا کرنا استغفار کرنا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جو دُعا مشروع ہے، وہ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے، خواہ کہیں سے آپ بھیجیں۔ اس کے لئے آپ کی قبر اطہر پر آنا لازم نہیں اور نہ ہی زیادہ فضیلت کا حامل ہے، البتہ مسجد نبوی میں آنا اور وہاں آپ پر درود و سلام بھیجنا زیادہ فضیلت والا ہے، اس لئے کہ مسجد نبوی کو دیگر مساجد پر فضیلت حاصل ہے اور مسجد نبوی کی فضیلت قبر نبوی کی وجہ سے نہیں ہے۔ آپ کے وہاں مدفون ہونے سے پہلے، نیز آپ کی قبر اطہر کے مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے بھی اس کو فضیلت حاصل تھی اور جو عبادات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسجد میں ادا کی جاتی تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد بھی انہیں مسجد میں ادا کیا جاتا رہا۔ اسی طرح سلام و درود بھی جس طرح آپ کی مسجد میں بھیجا جاتا رہا، دیگر تمام مساجد میں سے بھی بھیجا جاتا رہا، بلکہ ہر وہ جگہ جہاں نماز پڑھنا جائز ہے، وہاں سے درود و سلام بھیجنا بھی جائز ہے۔ امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ تمام روئے زمین اس کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے پس صلوٰۃ و سلام کے لئے قبر اطہر پر حاضری دینے کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ عبداللہ بن عمر بھی آپ کی قبر کے لئے مدینہ کی جانب سفر نہیں فرماتے تھے بلکہ مدینہ کو وطن سمجھ کر وہاں آتے اور مسجد میں آتے نفل ادا کرتے پھر آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے۔

کسی بھی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں

قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے؛ چنانچہ عبداللہ بن عمر جب بیت المقدس جاتے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر اطہر کی زیارت نہیں کرتے تھے، اسی طرح حضرت عمر اور دیگر مہاجرین و انصار جب بیت المقدس گئے، تو ان میں سے کوئی بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قبر اطہر کی زیارت کے لئے نہیں گیا، نیز وہ صحابہ جو بیت المقدس میں مقیم تھے ان کے بارے معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ حضرت ابراہیم یا کسی دوسرے پیغمبر کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرکے گئے ہوں۔ حضرت معاذ بن جبل، ابوعبیدہ بن جراح، عبادہ بن صامت، ابوالدرداء دیگر صحابہ کرام جو شام میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے ملک شام میں کسی قبر کی زیارت کے لئے کبھی سفر نہیں کیا جس طرح انہوں نے مدینہ منورہ کی جانب آپ کی قبر کے لئے سفر نہیں کیا۔

کیا قبر نبوی کی زیارت آپ کے ساتھ محبت کی علامت ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی زیارت کے لئے وہی لوگ آتے تھے جن کو آپ کے ساتھ محبت تھی اور آپ کے ساتھ محبت ہی کا تقاضا تھا کہ وہ کشاں کشاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے کہ آپ کی قبر اطہر پر حاضری دی جائے۔ اس طرح محبت کا اظہار کیا جائے۔ اس قسم کی باتوں کا اظہار ان لوگوں کی جانب سے کیا جا رہا ہے جو قبر اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو باعثِ سعادت سمجھتے ہیں، لیکن ان کے اس مغالطہ کی تردید کرتے ہوئے ہم کہیں گے۔

مغالطہ کی تردید

بلاشبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنا دینِ اسلام کے واجبات سے ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی ان کی وجہ سے اسے ایمان کی سرشاری حاصل ہو گی جس کی محبت اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دیگر تمام لوگوں سے زیادہ ہو اور جس کی محبت کسی انسان کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے اور جو شخص کفر کی جانب لوٹنے کو اتنا ہی بڑا جانتا ہے جتنا کہ وہ جہنم میں ڈالے جانے کو بڑا جانتا ہے۔

نیز ارشادِ نبوی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس کو اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت نہ ہو نیز بخاری شریف میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنے نفس کے علاوہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تیرا ایمان تب صحیح ہے جبکہ تو مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب جانے۔ اس پر حضرت عمر کہنے لگے اللہ کی قسم اب مجھے آپ اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا عمر! اب تیرا ایمان صحیح ہے، قرآن پاک میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ۔ (الاحزاب) ۶

پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا: قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے

وتجارة تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لایھدی القوم الفسقین۔ (التوبۃ) ۲۴

سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو۔ خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو، یہاں تک کہ خدا اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

نیز فرمایا، لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولوکانوا اٰباءھم اواخوانھم اوعشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ (المجادلہ) ۲۲

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے ہی لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کردیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا وآخرت میں ہر ایمان دار آدمی سب سے زیادہ میرے ساتھ محبت رکھنے والا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایمان داروں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا مومن کے مال کا وارث اس کے عصبتہ ہیں اور جب وہ مقروض ہو یا نابالغ بچہ چھوڑ جاتے تو میں اس کا ہر طرح معاون ہوں، اسی لئے آپ نے فرمایا کوئی آدمی اس وقت تک ایماندار نہیں کہلا سکتا، جب تک کہ وہ میرے احکام پر عمل نہ کرے۔

پس ثابت ہوا کہ ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ دل میں محبت موجزن ہو، اس کے ساتھ ساتھ آپ کے جملہ حقوق و احترامات اور احکام کی تعمیل میں کاہلی سستی اختیار نہ کرے اور جہاں کہیں بھی ہو اس کا دل آپ کی محبت میں سرشار ہو، لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر اطہر پر آکر محبت کا زیادہ اظہار کرنا اور جملہ احترامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت تواضع کے ساتھ جھکے رہنا ______ اور دیگر مقامات میں آپ کے ساتھ اس شوق جذب مستی، وارفتگی کا اظہار نہ کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس انسان کی وہ محبت نہیں ہے جس کا حکم کتاب و سنت میں موجود ہے۔ غور کیجئے قبر اطہر کی زیارت نہ تو عبادت ہے، بلکہ زیارت ممکن ہی نہیں۔ اگر زیارت کو شرعاً عبادت سمجھا جاتا تو حجرۂ عائشہ کے دروازے کو کھلا رکھا جاتا تاکہ آپ کی قبر کے پاس پہنچ کر لوگ عبادت کر سکتے اور حجرہ کی دیواروں کو دیکھ لینا تو قبر کو دیکھنا نہیں ہے اور کیا یہ صحیح نہیں کہ جو انسان مسجد نبوی میں حجرہ عائشہ کی دیواروں کو دیکھ رہا ہے اور جو آدمی ہزاروں میل دُور ہے، دونوں برابر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی قبر اطہر کی زیارت نہیں کر رہا ہے اسی لئے تو آپ نے منع فرما دیا تھا کہ میری قبر کو میلہ نہ بنانا، دراصل آپ یہ خطرہ محسوس فرما رہے تھے کہ کہیں وہ حوائج جن کو اللہ پاک سے طلب کرنا چاہیئے، لوگ مجھ سے نہ طلب کرنے لگ جائیں اور مجھے خالق کے ساتھ نہ ملا دیں جبکہ کلمہ شہادت میں مجھے اللہ کا رسول کہا گیا ہے کہ معبودِ حقیقی اللہ کی ذات ہے اس خدشہ کے پیشِ نظر اپنی قبر کی زیارت سے منع فرمایا تاکہ ان میں کامل توحید قائم رہے اور میری اطاعت کریں۔ پس جو لوگ آپ کی اطاعت کرنے والے ہیں، وہ اولیاء اللہ ہیں، وہی کامیاب ہیں اور جو لوگ آپ کی نافرمانی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کے دشمن ہیں۔ اولیاء الشیطان ہیں۔ پس آپ کی قبر اطہر یا کسی قبر کا حج کرنے والے اس کو ملجا و ماویٰ سمجھنے والے آپ کے نافرمان ہیں، اگرچہ وہ سمجھتے ہوں کہ

یہ تو ہماری محبت کا اقتضاء ہے، ہم کیسے آپ کی قبر اطہر پر آنے سے رُک سکتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ خیال عیسائیوں سے کم نہیں جو حضرت مسیح علیہ السّلام کے ساتھ محبت میں غلو کئے ہوئے تھے اور شرک کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ خطرہ ہے کہ کہیں امتِ محمدیہ کے لوگ جو اس غلو تک آپ کی محبت میں پھنس جائیں، وہ شرک کی دلدل میں نہ پھنس جائیں اور قیامت کے دن اللہ کے رسول اس قسم کے لوگوں سے برأت کا اظہار نہ کرنے لگیں۔ ارشادِ ربانی ہے

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدًا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ۔ (الممتحنہ) ۴

تمہیں ابراہیم اور ان کے رفقاء کی نیک چال چلنی (ضرور ہے) جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو، بے تعلق ہیں (اور) تمہارے (معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہوسکتے) اور جب تک خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ، ہم میں تم میں ہمیشہ کھُلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔

پس حقیقی مسلمان تو وہ ہیں جو تمام اوقات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن فضائل اور احوال کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ جہاں کہیں رہتے ہیں، وہیں سے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے رہتے ہیں اور جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسانات خداوندی اور انعاماتِ ربانی کا شمار کرتے ہیں تو آپ کے ساتھ ان کی محبت اور عقیدت میں اضافہ ہوتا ہے۔ صرف آپ کی قبر اطہر کی زیارت سے ان کے دلوں میں محبت بڑھتی ہے، بالکل غلط ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو قبروں پر اعتکاف بیٹھتے ہیں، ان کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، پھولوں کی چادریں چڑھاتے ہیں، ان کی عملی زندگی ان نیک لوگوں کی زندگی سے بالکل مختلف ہوتی ہے جن پر وہ دل وجان سے قربان ہونے کا اظہار کرتے

ہیں، قبروں پر میلہ لگانے اور عرس منانے سے ان کا مقصد وحید یہ ہوتا ہے کہ انہیں مال و دولت حاصل ہو اور ان کی سیادت تسلیم کی جائے نہ یہ کہ جن کا وہ عرس مناتے ہیں، ان کے ساتھ انہیں کچھ محبت ہے۔ مسند احمد اور صحیح ابو حاتم میں مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت آئے گی۔ نیز وہ لوگ بھی بدترین ہیں جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں۔

پس قبروں کی زیارت کے لئے شد رحال کرنا سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، جبکہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے شد رحال کرنا جائز نہیں، اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس پر وہ لوگ ملعون قرار دیئے گئے ہیں جو پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور ان پر عرسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔

عافانا اللہ عن ذالك۔

کیا قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا معصیت ہے؟

اگر قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا درست نہیں تو کیا اس کو معصیت کہا جائے؟ اور کیا اس سفر کی نذر ماننا جائز نہیں؟ اور کیا اس سفر میں نماز قصر کرنا بھی جائز نہیں؟ ان سوالات کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو لوگ قبروں کا حج کرتے ہیں اور اس کو بیت اللہ کے مساوی قرار دیتے ہیں یا آپ کی قبر اطہر کا حج کرتے ہیں، بلکہ بیت اللہ کے حج کو اس کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں دیتے، بلکہ بعض لوگ اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر متجاوز دکھائی دیتے ہیں کہ وہ اپنے شیخ کی قبر کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ یہ ہم خاص لوگوں کا قبلہ ہے جبکہ عام لوگوں کا کعبہ قبلہ ہے اور مشاہد کے حج کی ترغیب دلاتے ہیں، ان کے فضائل و مناقب میں کتابیں تحریر کرتے ہیں اور انکی زیارت کی نذر مانتے ہیں۔ وہ لوگ نہ صرف یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

کر رہے ہیں، بلکہ شرک کر رہے ہیں اور محرمات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کسی شہر، مسجد، قبر کے لئے سفر کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ ہاں طلب علم، تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ قبر نبوی کی شرعی زیارت یہ ہے کہ مسجد نبوی کے لئے سفر کیا جائے۔ وگرنہ صرف مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا (جبکہ ان کی زیارت کا قصد نہ ہو) جائز نہیں اور نہ ہی اس سفر میں نماز قصر کرنا جائز ہے اور جب یہ سفر جائز نہیں، تو پھر اس سفر کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔ یہی دین اسلام کا حکم ہے اور یہی حکم دے کر اللہ پاک نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الٰهة يعبدون۔ (زخرف) ۴۵	اور (اے محمد) جو اپنے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ہیں، ان کے احوال دریافت کر لو۔ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔
نیز فرمایا: وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ (الانبیاء) ۲۵	اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے، ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری ہی عبادت کرو۔
نیز فرمایا: ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت۔ (النحل) ۳۶	اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے اجتناب کرو۔
نیز فرمایا: ما کان لبشر ان یؤتیه الله الکتٰب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادالی من	کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر

دُونِ اللہ۔ (آل عمران ۷۹) میرے بندے ہو جاؤ

پس جو لوگ کسی قبر کے حج کا حکم دیتے ہیں، تو وہ اللہ کے ساتھ غیر کو شریک بنا ...
ہیں۔ صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں محکمات سے روگردانی کرتے ہیں اور متشابہات
سے استدلال کر رہے ہیں۔ ان میں اور یہود و نصاریٰ میں کچھ فرق نہیں جس طرح وہ اللہ
کی نافرمانی کر کے اللہ کی ناراضگی کے مستحق ہوئے، اسی طرح یہ لوگ بھی اللہ کے غیظ و غضب
کو دعوت دے رہے ہیں اور گمراہی کے عمیق گڑھے میں گر چکے ہیں۔ عیسائیوں میں خاص
طور پر راہب لوگ زہاد، عباد کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ گمراہ
ہیں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صراطِ مستقیم کی توفیق مانگیں اور جن پر اللہ کی ناراضگی ہے ا...
جو لوگ گمراہ ہیں، ان کے راہ سے دُور ہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص کسی شیخ ...
امام، نبی کی قبر کی جانب سفر کرنے کو بیت اللہ کے حج سے افضل جانتا ہے، اس کے کافر
ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اس کا یہ گناہ کسی نفس کو قتل کرنے کے گناہ سے بڑا ہے، اس
لئے کہ قبر کی زیارت کے لئے سفر کی صورت میں قبر کی حیثیت ایک بُت کی ہو جاتی ہے، اسی
بنا پر آپ نے ڈرتے ہوئے دُعا فرمائی "اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ لوگ اس
کی عبادت شروع کر دیں"؛ چنانچہ اللہ پاک نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور وہ مشرک
ذلیل ہو گئے جو آپ کی قبر کو دیگر قبروں کے ساتھ مشابہت دیتے ہیں، جبکہ آپ کی قبر کو

حجرہ میں محفوظ کر دیا کہ کوئی شخص وہاں پہنچ نہیں سکتا، البتہ مسجدِ نبوی میں حاضری دیں جو اللہ
کا گھر ہے۔ اگر کچھ لوگ مسجدِ نبوی میں پہنچ کر شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں تو اس میں کچھ
تعجب کی بات نہیں، جبکہ مشرکینِ مکہ بیت اللہ میں صریحاً شرک کرتے تھے۔ بہرحال شرک
کی ان آلودگیوں سے قبرِ نبوی بالکل محفوظ ہے۔ وَالحمدللہ ربّ العالمین۔

بدعت، شرک اور معصیت

قبروں پر حاضری دینے والے لوگ عیسائیوں کی طرح شرک و بدعت میں مبتلا ہیں اور بدعت کی قباحت معصیت سے زیادہ ہے، چنانچہ سفیان ثوری فرماتے ہیں:

سُفیان ثوری کا قول

البدعة احب الی ابلیس من المعصیة لان المعصیة قد یتاب منها والبدعة لا یتاب منها۔	ابلیس کو نافرمانی اس قدر محبوب نہیں، جس قدر بدعت محبوب ہے، اس لئے کہ نافرمانی کے کام سے توبہ ثابت ہے، جبکہ بدعت سے توبہ ثابت نہیں۔

اس کا واضح ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک آدمی شراب پیتا تھا، اس کو عبداللہ حمار کہتے تھے۔ ایک آدمی نے اس پر لعنت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو، تمہیں معلوم نہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بدعتی جس کو ذوالخویصرہ کہتے تھے جس کی پیشانی ابھری ہوئی آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں اور داڑھی گھنی تھی، آپ کے پاس آکر کہنے لگا اے محمد! انصاف کر تو انصاف نہیں کر رہا ہے۔ اس کے گستاخانہ لہجہ پر بعض صحابہ نے اس کو جان سے مار دینا چاہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اسے کچھ نہ کہو اس کی نسل میں سے ایسے لوگ ہوں گے کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو معمولی سمجھو گے۔ علیٰ ہذا القیاس روزوں اور تلاوتِ قرآن کو بھی بہت کم سمجھو گے، وہ قرآن پاک کی تلاوت تو کریں گے، لیکن اس کا اثر ان کے دلوں پر کچھ نہ ہوگا۔ وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے صاف آر پار ہو جاتا ہے۔

پس یہ عبادت گذار لوگ سنتِ رسول کی مخالفت اور اپنے مخالفین کے خون گرانے کو صحیح سمجھنے کی وجہ سے بدعتی قرار دیئے گئے اور ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ شرابی کے بارے میں حکم دیا کہ اس پر لعنت نہ کرو، اس لئے کہ وہ نافرمانی ضرور کر رہا ہے لیکن سنتِ رسول کے ساتھ والہانہ شغف رکھتا ہے۔

اعتراض : صحیح حدیث میں قبروں کی زیارت کی ترغیب موجود ہے اور جب زیارت مستحسن عمل ہے تو سفر کرنا زیارت کا وسیلہ ہے، بلا سفر تو زیارت ممکن نہیں پس سفر کو پھر کیسے معصیت کہا جا سکتا ہے۔ نیک کام کے حصول کے لئے جو ذریعہ بروئے کار لایا جائے گا، اس کے اچھے ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

جواب : قبروں کی زیارت بلا سفر اور چیز ہے اور سفر کر کے قبروں کی زیارت کرنا ایک دوسرا مسئلہ ہے۔ اسی لئے ہم برملا کہتے ہیں کہ سفر کے جواز پر کتاب و سنت اور اجماع سے کوئی دلیل نہیں پیش کی جا سکتی اور معترض کتاب و سنت کے فہم سے عاری معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ متنازعہ فیہ میں صحیح محکم حدیثیں اور ائمہ دین کے اقوال صحیحہ موجود ہیں، تو انہیں درخور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے کیوں متشابہ دلائل کا سہارا لے رہا ہے۔ راسخ فی العلم لوگوں کا کبھی یہ وطیرہ نہیں رہا ہے کہ وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے دوڑتے پھریں، ان سے قبل یہودی، عیسائی علماء سوء کا یہی طرزِ عمل رہا ہے۔ اہلِ بدعت، خوارج، روافض، جہمیہ، قدریہ بھی نصوصِ صریحہ سے اعراض کر کے متشابہات سے استدلال کرتے ہیں۔ کیا مسیحی علماء نے نہیں کہا جو

شخص مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہتا ہے، وہ اس کو گالی دے رہا ہے اور اس کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان پر لا رہا ہے؟ کیا حضرت علی کے پیروکاروں نے برملا اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ جو شخص حضرت علی کے بارے میں ان نظریات کا پرچار کرے گا جو اہل سنت کی کتابوں میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خود حضرت علی سے منقول ہیں تو وہ حضرت علی کی توہین کر رہا ہے اور اس کی شان میں تنقیص کا مرتکب ہو رہا ہے۔ کیا اہل قبور نے نہیں کہا کہ جو شخص قبروں کا حج نہیں کرتا۔ ان سے دعائیں نہیں کراتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضری نہیں دیتا۔ وہ رسول اکرم کی شان میں گستاخی کر رہا ہے اور قبروں میں لیٹے ہوئے بزرگوں کی بے ادبی کر رہا ہے۔

یاد رکھئے یہ سب لوگ گمراہ ہیں ان کے پاس دلائل نہیں ہیں؛ البتہ متشابہات اور من گھڑت حدیثیں ان کا سرمایۂ افتخار ہیں کیا احادیث صحیحہ میں زیارت کے لفظ سے قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کے جواز پر استدلال کرنا صحیح ہے جبکہ واضح صحیح حدیثوں میں تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف سفر کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ نیز دوسری حدیث میں ایسے لوگوں کو ملعون قرار دیا گیا جو پیغمبروں کی قبروں پر میلہ وغیرہ لگاتے ہیں، یا قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں، حالانکہ مسجدیں تو اللہ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں، چونکہ وہ مسجد اس قبر کو بت بنا رہی ہے، اس لئے مسجد بنانے سے روک دیا گیا تاکہ شرک نہ ہونے لگے۔ یاد رہے کہ زیارتِ قبر کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے۔ مطلق زیارت بلا سفر مشروع ہے، لیکن قبروں کی زیارت کی مشروعیت صرف مردوں کے لئے ہے اور اہل بدعت جو ہمارے خلاف صف آرا ہیں اور ہمیں پیغمبروں کا دشمن قرار دیتے ہیں، جس طرح کہ پیغمبروں کو ان کے دشمنوں نے دیوانہ اور پاگل کہا، اسی طرح اہل بدعت ہمیں پاگل سمجھتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

کذالک ما اتی الذین من　　　　اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس

قبلھم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون (الذاریات) ۵۲	جو پیغمبر آتا، وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔
اور قوم نوح نے کہا۔ وقالوا مجنون وازدجر (القمر) ۹	اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔
اور فرعون نے کہا: ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون (الشعراء) ۲۷	یہ پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، دیوانہ ہے۔
ارشاد ربانی ہے:- وقالوا یاایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ (الحجر) ۶	نیز فرمایا: اور کفار کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت کی کتاب نازل ہوئی ہے، تو تو دیوانہ ہے۔

اہل قبور کے مناقشات

جو لوگ صالحین یا دیگر لوگوں کی قبروں پر آمدورفت رکھتے ہیں، دُور دراز سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے دیوانہ وار مزارات پر حاضری دینے کو ثواب سمجھتے ہیں، وہ اپنے اس مشرکانہ فعل کو مباح باور کرانے پر غلط اور موضوع حدیثیں پیش کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل کی قبر کی زیارت کے متعلق وہب بن منبہ کا قول ذکر کرتے ہیں۔

وہب بن منبہ کا قول

اذا کان اٰخر الزمان حیل بین النّاس و بین الحج فمَن لم یحج ولحق بقبر ابراھیم فان زیارتہ	آخر زمانہ میں حج کرنے سے روکا جائے گا تو جو شخص حج نہ کر سکے اور حضرت ابراہیم کی قبر کی زیارت کر لے تو اس کو حج کے

تعدل حجة۔ برابر ثواب حاصل ہوگا۔

یہ قول جھوٹ ہے، اہل علم نے تفحص کے بعد کہا ہے کہ جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو فتح کیا اور عیسائیوں کو مغلوب کیا تو اس دوران عیسائیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کا کھوج لگایا، صحابہ تابعین کے عہد میں جبکہ وہب بن منبہ زندہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کا کوئی نشان نہیں ملتا تھا اور نہ ہی کوئی صحابی یا تابعی کسی بھی پیغمبر کی قبر کی طرف سفر کرکے گیا۔ پھر وہب بن منبہ تو شام میں سکونت پذیر ہی نہ تھے ان کی رہائش یمن میں تھی اور وہ کعب احبار اور محمد بن اسحاق کی مانند بنی اسرائیل اور گذشتہ پیغمبروں سے حدیثیں بیان کرتے تھے؛ لہٰذا ان کا یہ قول ساقط الاعتبار ہے، بلکہ اس قول کی ان کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں، اسی طرح وہب منبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی وزار ابی فی عام واحد ضمنت له علی اللہ الجنة۔	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میری اور میرے باپ کی زیارت کرے، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

یہ حدیث بھی جھوٹ ہے، . . . اور، اللہ کے رسول پر افترا . . . . ہے۔ اہل بدعت اپنے مدعا کے اثبات کے لئے اس قسم کے جھوٹے آثار گھڑنے میں بڑے مشاق ہیں، اس طرح وہ بدعات کو رواج دے رہے ہیں جس طرح کہ اہل بیت بھی وسیع پیمانے پر اس قسم کی افترا پردازیوں سے نہیں چوکتے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ حضرت علی حضرت حسین دیگر گیارہ ائمہ کی قبروں کا حج کریں۔ بارھواں امام تو ان کے نزدیک ایک غار میں چھپا ہوا ہے، اس کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس قسم کے ہفوات کا پلندہ ان کا علمی سرمایہ ہے۔ یہ لوگ ان مشرکین کی مانند ہیں جو آپ کے عہد میں بتوں کا حج کرتے تھے۔ یہ لوگ بھی قبروں کا حج کرتے ہیں۔ خصوصاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے حج کو کافی

سمجھتے ہیں۔ بیت اللہ کے حج کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جبکہ اسلام مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کی اجازت دیتا ہے اور چونکہ آپ کی قبر اطہر کے پاس مسجد نبوی ہے' اس لئے مسجد نبوی کی زیارت سے قبر اطہر کی زیارت لازماً ہوتی ہے جبکہ دیگر قبروں کے پاس مسجدیں نہیں ہیں' اس لئے زائرین محض قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے والے ہیں پس ان کا یہ حج شرک ہے۔

کیا انبیاء کی قسم اٹھانا جائز ہے؟

جس طرح تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد، قبر وغیرہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں، اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے علاوہ فرشتوں، پیغمبروں، بیت اللہ کی قسم نہ اٹھاؤ۔ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم اٹھانے کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ صحیح مسلک یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قسم نہ اٹھاؤ۔ جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اس لئے کہ جب مخلوق کی عبادت سے روکا گیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخلوق میں داخل ہیں: لہٰذا آپ کے لئے نذر ماننا اللہ کی قسم نہ اٹھانا' آپ کی قسم اٹھانا' آپ کی عبادت کرنا ہے۔ جب ان چیزوں سے منع کیا گیا ہے تو قبروں کا حج کرنا' ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا ان سے زیادہ شنیع ہے۔

قبر نبوی کی زیارت کی قسمیں

زیارتِ شرعی یہ ہے کہ مسجدِ نبوی کی زیارت مقصود ہو اور مسجد نبوی پہنچ کر قبر نبوی کی زیارت بھی کرے۔ زیارت غیر شرعی یہ ہے کہ صرف قبر نبوی کی زیارت مقصود ہو مسجدِ نبوی

کی زیارت مقصود نہ ہو۔ ایک زیارت یہ ہے کہ زائر دونوں کا ارادہ کرتا ہے۔ مسجد نبوی کے اندر نماز ادا کرنے سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور ایک زیارت یہ ہے کہ زائر صرف قبر نبوی کی زیارت کا قصد کرتا ہے، جب وہ مسجد نبوی میں پہنچتا ہے، تو وہاں نمازیں ادا کرتا ہے۔ آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجتا ہے، بلاشبہ اس کی عبادت وغیرہ پر اس کو ثواب ملتا ہے، لیکن چونکہ قبر نبوی کی زیارت ممکن ہی نہیں، وہ حجرہ کی دیواریں یا مسجد نبوی ہی دیکھ سکتا ہے، اس لئے اس کو مقصود حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے اس سفر کو عمل صالح نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح وہ لوگ جو پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت کو تقرب الٰہی اور عبادت سمجھتے ہیں، وہ اجماع امت کی مخالفت کر رہے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ حدیث میں شد رحال کی نہی سے مراد استحباب کی نفی ہے، درست نہیں، یعنی اباحت کی نفی نہیں ممکن ہے اگر یہ لوگ دیانتاً یہ رائے رکھتے ہیں تو ان کی یہ غلطی عنداللہ معاف ہو جائے اور اس فعل پر ان کو کچھ سزا نہ ملے جس طرح وہ شخص عقاب خداوندی کا حق دار نہیں جو اوقاتِ منہیہ میں نماز پڑھتا ہے۔ جبکہ اس کو نہی کا علم نہیں ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ (الاسراء ۱۵) اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں دیا کرتے۔

ابو حامد اسفرائنی، ابو علی، ابو محمد مقدسی، امام غزالی اور امام رافعی وغیرہ عدم استحباب کے قائل ہیں۔

قاضی عیاض کی وضاحت

قاضی عیاض، امام مالک اور اس کے اصحاب تین مسجدوں کے غیر کی طرف سفر کو حرام قرار دیتے ہیں، اس میں پیغمبروں کی قبریں بھی داخل ہیں، لیکن قاضی عیاض سے اس

قول کا مروی ہونا کہ وہ قبرِ نبوی کی زیارت کو سنت سمجھتے ہیں، کا مطلب زیارتِ شرعیہ ہے، یعنی اصل مقصود مسجدِ نبوی کی زیارت ہے اور وہاں سے آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ قاضی عیاض زیارت کی فصل میں رقمطراز ہیں کہ حضرت انس کے شاگرد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس کو دیکھا کہ وہ قبرِ نبوی پر کھڑے ہوکر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ میں سمجھتا کہ آپ نے نماز شروع کرلی ہے، لیکن آپ پر سلام کہنے کے بعد واپس لوٹ آتے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قبلہ رُخ نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ قبرِ اطہر کی جانب رُخ کرتے تھے اور دُعا مانگتے تھے، البتہ یہ صحیح ہے کہ وہ قبر کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے صرف سلام کہتے جیسا کہ عبداللہ بن عمر بھی سلام کہتے تھے۔ حضرت نافع اپنے استاذ عبداللہ بن عمر کے بارے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سو بار سے زیادہ دیکھا کہ وہ قبرِ نبوی پر آتے اور السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا ابت کہتے اور واپس چلے جاتے۔ ابن وہب کی روایت کے مطابق السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته کہتے۔ نیز قاضی عیاض اپنے استاذ ابن قسط، قعنبی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مسجدِ نبوی میں آتے، منبر کو ہاتھ لگاتے، پھر قبلہ رُخ کھڑے ہوکر دعائیں مانگتے اور ان کی کوشش یہ ہوتی کہ وہ جنت کی کیاریوں میں منبر کی جانب کھڑے ہوکر دعائیں کریں۔ روضۂ نبوی کی جانب کھڑے ہونے سے کنارہ کش رہتے۔ امام مالک دُعا کے وقت حجرہ کی جانب رُخ کرنے کے قائل نہیں، جبکہ امام ابوحنیفہ قبلہ کی جانب رُخ کرنے کو پسند فرماتے ہیں امام احمد سلام کے وقت حجرہ کی دیوار کی جانب رُخ کرنے کے قائل نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حجرہ کے قریب صحنِ مسجد میں ہی آپ پر اور ابوبکر اور عمر پر سلام بھیجا جائے اور مسجدِ نبوی کو الوداع کہتے وقت دو رکعت نفل ادا کیے جائیں اور قبلہ جانب رُخ کرکے پہلے کی طرح سلام کہا جائے اور نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ سے اپنی حاجت کو طلب کیا جائے تو یقیناً اللہ کریم حاجت روائی فرماتے ہیں۔

کیا قبر نبوی کو ہاتھ لگانا ثابت ہے؟

قاضی اسماعیل بن اسحاق فضل الصلوٰۃ علی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں؛

ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر صلی السجدتین فی المسجد ثم اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع یدہ الیمنی علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستدبر القبلة ثم یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسلم علی ابی بکر وعمر۔

حضرت عبداللہ بن عمر جب سفر سے آتے تو مسجد نبوی میں دو نفل ادا کرتے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر دایاں ہاتھ رکھتے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے آپ پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر سلام کہتے۔

روایت پر بحث

یہ روایت محل نظر میں ہے، اس لئے کہ امام مالک، امام احمد نے عبداللہ بن عمر کا یہ فعل نقل کیا ہے کہ وہ قبر نبوی کے قریب تو جاتے تھے، لیکن ہاتھ نہیں لگاتے تھے، اسی طرح مدینہ کے علماء نے ہاتھ لگانے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل کے شاگرد ابوبکر اثرم کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا قبر نبوی کو ہاتھ لگانا اور اسکا مسح کرنا کیسا ہے؟

فرمایا میں صحیح نہیں سمجھتا۔سوال کیا منبر پر ہاتھ پھیرا جا سکتا ہے ؟ اس کا اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ وہ منبر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

اسی طرح سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ وہ بھی منبر پر ہاتھ پھیرنے کو جائز سمجھتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کے بارے منقول ہے کہ جب اس نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو منبر پر ہاتھ پھیر کر دعا کی پھر کہا کہ سفر وغیرہ کے وقت منبر پر ہاتھ پھیرنا چاہیئے۔ عبداللہ بن عمر کی روایت (جس میں قبر نبوی کو ہاتھ لگانے کا ذکر ہے) میں اسحاق بن محمد فروی اس زیادتی کے ساتھ منفرد ہے اور اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کر رہا ہے۔ دیگر صحیح طرق میں یہ زیادتی نہیں ہے ؛ چنانچہ ابواسامہ عبداللہ سے وہ نافع سے وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبر نبوی پر ہاتھ پھیرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ خیال رہے کہ ابواسامہ قطعی طور پر فروی سے زیادہ ثقہ ہے اور فروی اگرچہ فی نفسہٖ صدوق ہے، لیکن آخر عمر میں نابینا ہو گیا تھا۔جب حفظ سے بیان کرتا تو غلطی کر جاتا تھا اور جب کسی لفظ کی تلقین کیا جاتا، اس کو قبول کر لیتا تھا، اسی لئے اس کی حدیثیں جو دیگر رواۃ کے خلاف ہوں، ان کو منکر کہا جاتا ہے۔ جس طرح کہ افک کی حدیث کو دیگر رواۃ کے خلاف بیان کیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث بھی دیگر رواۃ کے خلاف ہے۔ ابو عبید آجری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوداؤد سے فروی کے بارے پوچھا تو اس نے اس کو کمزور کہا۔ امام نسائی نے غیر ثقہ قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اس سے روایت کی ہے۔ ابوحاتم رازی نے فرمایا وہ صدوق ہے، لیکن بینائی جانے کے بعد تلقین کو قبول کرتا تھا۔ جرح تعدیل کے ائمہ کی کلام اس حدیث کو کمزور ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور پھر جب علماء قبر اطہر پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت پر متفق ہیں، تو عبداللہ بن عمر سے کیوں کر قبرِ اطہر پر ہاتھ پھیرنا صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر ابن عمر سے اس کا نقل کرنا صحیح ہوتا تو اتنے جلیل القدر ائمہ پر کیسے مخفی رہ سکتا تھا، جبکہ انہوں نے ابن عمر سے منبر پر ہاتھ پھیرنے کو تو نقل

کیا ہے۔ پھر عبداللہ بن عمر سے ثابت ہے کہ انہوں نے قبرِ اطہر کے چھونے کو مکروہ کہا ہے۔

سفیان بن عیینہ کا قول

ان کے شاگرد حماد بن دلیل نے ان سے استفسار کیا' بتائیے قبر نبوی پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟ فرمایا جائز نہیں اور نہ ہی قبر اطہر کے ساتھ لپٹنا جائز ہے۔ اس اثر کی سند میں حماد بن دلیل ہیں جو امام احمد اور امام ابو داؤد کے استاذ ہیں۔ ان کی شخصیت اہل علم میں متعارف ہے اور مدائن میں عہدۂ قضا پر فائز تھے۔

ابراہیم بن سعد کا قول

ابراہیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو کبھی قبر نبوی پر آتے نہیں دیکھا اس لیے وہ قبر نبوی کی زیارت کو بنظر کراہت دیکھتے تھے۔ اس اثر کی سند میں نوح بن یزید راوی ثقہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے استاذ ہیں' انہوں نے اس کو ثقہ کہا ہے، نیز ابن حبان نے اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے اور ابراہیم بن سعد مدینہ کے اکابر علماء سے تھے۔ خیال رہے کہ تابعین کے آثار بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ صالحین کا موقف کیا تھا۔ اس سند میں ابراہیم بن سعد راوی تو مدینہ کے اکابر علماء سے شمار ہوتے ہیں۔ ان کے علمی تفوق کے لئے یہ شہادت کافی ہے کہ لیث بن سعد جیسے جلیل القدر امام بھی ان سے روایت کرتے ہیں اور ابراہیم بن سعد کے باپ سعد بن ابراہیم عابد صالح انسان تھے۔ عہد تابعین میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ان کی زندگی میں ہی حجرۂ عائشہ کو مسجد نبوی میں داخل کیا گیا۔ سفیان ثوری، شعبہ جیسے جلیل القدر ائمہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

فقہا سبعہ اور دیگر اکابرین کی ان سے ملاقات ثابت ہے ۱۰۶ھ میں فوت ہوئے (من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد) روایت کو قاسم عن عائشہ سے بیان کرتے ہیں پس ان کا عمل جمہور صحابہ کے موافق تھا کہ قبر نبوی پر حاضر ہونے کو مکروہ سمجھتے۔ اس لحاظ سے حضرت عبداللہ بن عمر کے مخالف تھے کہ وہ قبر نبوی پر آنے کو مکروہ نہیں جانتے تھے جیسا کہ اس کی وضاحت متعدد بار پہلے ہو چکی ہے۔ صحیح حدیث نہی میں تاکید کے ساتھ موجود ہے کہ آپ نے فرمایا میری قبر کو معبد خانہ نہ بنانا۔ نیز آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! میری قبر کو عبادت خانہ نہ بنانا۔

ائمۂ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک

ائمۂ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد، قبر یا متبرک مقام کی جانب سفر کرنا مستحب نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص نذر مانتا ہے کہ وہ کسی پیغمبر یا کسی نیک آدمی کی قبر کی زیارت کرے گا تو اس کے لئے نذر کا وفا ضروری نہیں۔

امام ابن حزم کا نظریہ

البتہ امام ابن حزم کا نظریہ یہ ہے کہ جو شخص نذر مانتا ہے کہ وہ پیدل یا سوار ہو کر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس یا کسی نبی کی قبر کی جانب جائے گا تو اس کے لئے نذر کا وفا ضروری ہے۔ ہاں تین مسجدوں کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی مسجد کی جانب جانے کی نذر مانتا ہے تو اس کا ایفا ضروری نہیں جبکہ لیث بن سعد ان کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں کہ تین مسجدوں کے علاوہ دیگر مساجد کی جانب جانے کی نذر ماننے کی صورت میں بھی اس کا ایفا ضروری ہے۔

ابن حزم کا استدلال

ارشادِ نبوی (لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد) کا سیاق اس بات کا متقاضی ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی جانب تو شدِ رحال جائز نہیں البتہ غیر کی جانب شدِ رحال جائز ہے مگر یہ محض ابن حزم کی ظاہریت ہے جس کی حسب ذیل امثلہ سے وضاحت ہوتی ہے

مثالِ اوّل: ارشادِ نبوی ہے (کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس سے غسل کرے) ان الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی برتن میں پیشاب کرے، پھر پیشاب کو پانی میں گرائے تو اس پانی سے غسل کرنے میں کچھ ممانعت نہیں۔ داؤد ظاہری سے بھی ایک روایت اسی طرح کی منقول ہے، لیکن جمہور علماء حافظ ابن حزم کے استدلال کو غلط قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ پانی نجس ہو جائے گا خواہ پیشاب پانی میں کیا جائے یا کسی دوسرے برتن میں پیشاب کر کے اس کو پھر پانی میں گرا دیا جائے۔ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں جس طرح کہ جنوں کے طعام کے ساتھ استنجا کرنے سے منع کرنے سے یہ مطلب نہیں کہ جو چیز انسانوں کی خوراک ہے، اس سے استنجا کیا جا سکتا ہے۔

مثالِ ثانی: ارشادِ خداوندی ہے (کہ ماں باپ کو اف نہ کہو) اس کے ظاہری مفہوم کے پیشِ نظر حافظ ابن حزم قائل ہیں کہ ماں باپ کو اُف کہنا ناجائز ہے جبکہ ان کو گالی دینا مارنا پیٹنا حرام نہیں، ظاہر ہے کہ حافظ ابن حزم کا یہ قول فاسد ہے۔ کسی بھی امام نے ان کی موافقت نہیں کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ماں باپ کو اُف کہنا جائز نہیں تو ان کو مارنا گالی گلوچ دینا بالاولیٰ ناجائز ہوگا، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کی طرف سفر نہ کیا جائے تو انہوں نے صحیح سمجھا کہ مثلاً طورِ سینا کی جانب سفر کرنا بھی نہی میں داخل ہے، اگرچہ طورِ سینا مسجد نہیں ہے۔

چنانچہ بصرۃ بن ابی بصرۃ، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام اس حدیث کی روشنی میں طور پہاڑ کی جانب سفر کرنے کو منع جانتے تھے، حالانکہ طور پہاڑ کو قرآن پاک میں جو عظمت عطا کی گئی ہے، وہ کسی دوسرے پہاڑ کو حاصل نہیں، جبکہ اس کو وادی مقدس اور بقعہ مبارکہ کا لقب عطا گیا ہے۔ پس جب اس قسم کی پاک وادی کی جانب سفر کرنا جائز نہیں ہے، تو کسی غار، پہاڑ، مسجد، قبر وغیرہ کی جانب سفر کرنا جائز کیسے ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح صحابہ کرام طور پہاڑ کی جانب سفر نہیں کرتے تھے، اسی طرح جب وہ مکہ جاتے، تو غار حرا، غار ثور کی زیارت نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ غار حرا وہ مقدس غار ہے، جہاں ابتداءً قرآن پاک نازل ہوا اور غار ثور وہ مقام ہے، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے اور اسی غار میں تھے کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا (لا تحزن ان اللہ معنا) (غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے بعد کبھی ان غاروں کی جانب نہیں گئے، صرف مسجد الحرام اور مشاعر کا قصد فرماتے، اس لئے کہ اس کو تمام روئے زمین پر شرف فضیلت حاصل ہے۔

وہ مقامات جہاں شیاطین رہتے ہیں

معلوم ہوا کہ مسجدیں جن کو اللہ نے قرآن پاک میں بیوت اللہ کہا ہے، تین مسجدوں کے علاوہ جب ان کی جانب بھی سفر کرنا جائز نہیں، تو ان کے علاوہ کوئی مقام کتنا ہی مقدس کیوں نہ ہو، اس کی جانب سفر کرنا درست نہیں، مساجد کے علاوہ ان مقامات کو شیاطین کا مسکن کہنا درست ہے۔ پس جس طرح اونٹوں کے باڑوں اور غسلخانوں میں اس لئے نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ ــــــ کہ وہ شیطانوں کے مسکن ہیں۔ اسی طرح وہ وادیاں، غاریں اور پہاڑ جو شام، مصر، جزیرہ، خراسان میں واقع ہیں، عوام الناس ان کی تعظیم کے

لئے ان کا رُخ کرتے ہیں اور ہر وہ مقام جو مساجد اور مشاعرِ حج کے علاوہ ہے اور لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کو شیطانوں ہی کا مسکن کہنا چاہیئے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایسے مقامات میں شیاطین انسانوں کی شکلوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ عوام الناس انہیں رجال غیب اور ابدال کا لقب دیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

وانہ، کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا (الجن) ۶

اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے۔ اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی۔

کیا رجال غیب ہیں؟

رجال غیب کے واقعات کثرت کے ساتھ عوام النّاس میں مشہور ہیں۔ عام طور پر لوگوں میں یہ تاثر دکھائی دیتا ہے کہ رجال غیب درحقیقت نیک لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بعض انسانوں کو اللہ پاک بعض لوگوں کی نظروں سے (ان کی عزت یا ان کو ظلم سے بچانے کے لئے) بعض اوقات اوجھل کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں؛ البتہ کسی انسان کا تمام عمر لوگوں کی نظروں سے مخفی رہنا واقعہ کے خلاف ہے۔ یہ وصف تو جنوں کا ہے جبکہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ ارشادِ ربانی ہے:

انہ، یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم۔ (الاعراف) ۲۷

بے شک وہ ابلیس اور اس کا قبیلہ تم کو دیکھتا ہے، اس طرح کہ تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہو۔

پس جو لوگ بعض پہاڑوں، وادیوں، خانقاہوں کی جانب حصول برکت کے لئے سفر کرتے ہیں۔ وہ دراصل شیطانی اڈوں کی جانب جاتے ہیں اور اگر انہیں وہاں کچھ محیر العقول واقعات

دکھائی دیتے ہیں، تو وہ شیطانی کرشمے ہیں۔ شیاطین لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ بُت سے آواز آرہی ہے۔ سادہ لوح لوگ ان تلبیسات کو کرامات سمجھنے لگ جاتے ہیں، اس طرح ان میں مشرکانہ عقائد مزید تقویت پا رہے ہیں۔

طُور پہاڑ کی طرف سفر کی ممانعت کی حدیثیں

بصرۃ کی حدیث، سنن اور مؤطا میں منقول ہے:

قال لابی ھریرۃ وقد اقبل من الطور لو ادرکتک قبل ان تخرج الیہ ما خرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصٰی۔

ابوہریرہ طور کی جانب سے واپس آئے تو بصرہ نے ان سے کہا اگر میری ان سے طور کی جانب جانے سے پہلے، تجھ سے ملاقات ہو جاتی، تو پھر تو طور کی جانب سفر نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ تین مسجدوں (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کسی مسجد کی جانب سفر نہ کیا جائے۔

ابن عمر کی حدیث

مسند احمد میں مروی ہے:

عن قزعۃ قال اتیت ابن عمر فقلت انی ارید الطور فقال انما تشد الرحال الی ثلثۃ مساجد

قزعہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر کے پاس آیا، میں نے کہا میں طور پہاڑ جانا چاہتا ہوں، اس نے منع کیا اور کہا کہ صرف تین مسجدوں مسجد حرام، مسجد مدینہ

المسجد الحرام و مسجد المدینۃ والمسجد الاقصٰی فدع عنک الطور فلا تأتہ	مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کیا جائے لہٰذا طور کی جانب سفر نہ کیجئے

ابو سعید خدری کی حدیث

صحیحین میں مروی ہے:

قال شھر بن حوشب سمعت اَبا سعید وذکر عندہ الصلوٰۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد رحالھا الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی و مسجدی ھٰذا۔	شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں میں نے ابو سعید خدری سے سنا۔ جب اس کے ہاں طور پہاڑ میں نماز پڑھنے کے بارے سوال ہوا تو وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، میری اس مسجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے کہ اس میں نماز ادا کرنا مقصود ہو۔

ان تینوں حدیثوں کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ صحابہ کرام جس طرح تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی جانب سفر کی ممانعت فرماتے تھے، اس طرح مسجدوں کے علاوہ دیگر مقامات بھی ان کے ہاں نہی میں بالاولی داخل ہیں۔

جائز حکم کے وسائل

جب قبروں کی زیارت شرعاً جائز ہے، تو جائز حکم کے وسائل کو بھی جائز کہنا چاہیئے

ظاہر ہے کہ زیارت کا وسیلہ سفر ہے ؛ لہٰذا زیارتِ قبور کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہونا چاہیئے لیکن یہ نظریہ غلط ہے، اس لئے کہ جب صراحتاً سفر کر کے زیارت کرنے سے روکا گیا ہے تو اس سفر کو سفرِ معصیت کہا جائے گا جس طرح اگر کوئی شخص تین مسجدوں کے غیر کی طرف وہاں نماز، اعتکاف، ذکر، تلاوت قرآن کے لئے سفر کرتا ہے تو اس کے سفر کو ناجائز کہا جائے گا، اسی طرح کسی عورت کا نفل حج کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر سفر کرنا حرام ہے، اسی طرح کسی غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر حج کے لئے سفر کرنا معصیت کا سفر ہے، لیکن بلا سفر کسی عورت کا مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ معلوم ہوا شرعاً وہ عمل جو ثواب والا ہے، سفر کی صورت میں وہ عمل ناجائز ہو جاتا ہے جبکہ بلا سفر وہی عمل باعثِ رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ پس تمام مساجد میں بلا سفر آنا ثواب کا کام ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ حدیث بھی ملحوظ خاطر رہے جس میں وارد ہے کہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جتنے زیادہ قدم ہوں گے۔ اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ یہ حدیث بلا سفر مسجد میں آنے کو شامل ہے جس طرح کہ آپ بقیع قبرستان کی زیارت فرمایا کرتے تھے اسی بناء پر تمام مسلمانوں کے لئے اپنے اپنے شہر کے قبرستانوں کی زیارت کرنا مسنون ہے۔ البتہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی زیارت کی مشروعیت اس لئے ثابت نہیں تاکہ آپ کے حقوق و احترامات ہر جگہ ایک جیسے ثابت ہوں اور آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے اور وسیلہ طلب کرنے کو آپ کی قبرِ اطہر پر حاضری کے ساتھ خاص نہ کیا جائے، بلکہ آپ کی محبت تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہر چیز سے زیادہ ہو اور ہر مقام سے آپ پر درود و سلام بھیجا جائے اور خطرہ ہے کہ اگر ہم لوگ صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے لئے آپ کی قبرِ اطہر پر حاضری دینے کو خاص کریں گے، اس حدیث کی زد میں نہ آجائیں جس میں آپ نے منع فرمایا ہے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا تم جہاں کہیں سے بھی مجھ پر درود بھیجو گے، تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔

قبر نبوی کی زیارت کے مجوزین

اگرچہ شوافع علماء سے غزالی اور حنبلی علمائے سے ابوالحسن بن عبدوس، ابو محمد مقدسی قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کو مباح قرار دیتے ہیں جبکہ امام مالک، ابو عبداللہ بن لبطہ، ابوالوفا ابن عقیل اور دیگر مقتدر علماء اس سفر کو ناجائز قرار دیتے ہیں، ارشاد نبوی ہے؛

کل عمل لیس علیہ امرنا فھو رد   ہر وہ کام جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ سفر کو ناجائز قرار دینے والے علماء منصب علمی اور اجتہاد کے لحاظ سے ان علماء سے کم درجہ کے ہرگز نہیں ہیں جو جواز کے قائل ہیں۔ پھر امام شافعی کے اصحاب میں سے جو درجہ اور مقام ابو محمد جوینی کا تھا جو سفر کے عدم جواز کے قائل ہیں، وہ امام غزالی کا نہ تھا جو جواز کے قائل ہیں۔ امام غزالی منصب اجتہاد پر فائز نہ ہو سکے اور نہ ہی اُن کا قول اصحاب الشوافع کے ہاں کچھ وقیع ثابت ہو سکا، جبکہ ابو محمد جوینی جو کہ ابوالمعالی کے کے والدین انہیں امام شافعی کے اصحاب میں ایک منفرد حیثیت حاصل ہے؛ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے اگر اللہ کریم نے ان کے دور میں کسی نبی کو بھیجنا ہوتا، تو ان کا وفور علم، حسن طریقت اور دینی جذبہ اس بات کا متقاضی تھا کہ ان کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

ابن لبطہ عکبری

اور ابن لبطہ عکبری سنت اور آثار کے علم میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ ان کا زہد و ورع اور مستجاب الدعوات ہونا اہل علم سے مخفی نہیں۔ اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حسین ابن علی جوہری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

دیکھا تو آپ سے دریافت کیا کہ کس مذہب پر عمل کیا جائے، آپ نے فرمایا ابن بطہ کے مذہب کو اختیار کرو، چنانچہ وہ اس کے ہاں حاضر ہوا اور اس کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ فی الحقیقت اس انسان کا علم بالسنتہ زہد و ورع اور دینداری قابلِ رشک ہے۔

ابوالوفا ابن عقیل

یہ بھی اپنے دور کے علماء فضلاء سے سبقت لے گئے تھے، ان کی علمی جلالت اور فہم و ذکا کے پیش نظر تمام گروہ ان کی تعظیم کرتے اور علم و فقہ، کلام، حدیث اور قرآن پاک کے معانی غامضہ میں ان کو امام غزالی پر فوقیت دیتے۔ ان خصوصیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی دینداری کی حسن کی چمک کے سامنے امام غزالی کا فلسفہ۔ تصوف ماند پڑ چکے تھے، بلکہ ابوالوفا تو امام غزالی کے فلسفہ کو زندقہ قرار دیتے تھے اور صوفیاء کے توہمات کو ادلہ شرعیہ کے ساتھ باطل قرار دیتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ جو مقام اجتہاد پر فائز تھے۔ دیگر تابعین عظام و ائمہ کرام بھی زیارتِ قبر نبوی کے لئے سفر کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ہم ائمہ کرام کے اختلاف کو قرآن پاک کے اس ارشاد سے ختم کرتے ہیں کہ اگر کسی بات میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رد کرو، اور مخلوق میں جو مقام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں۔ آپ ہی کو اس خصوصیت کے ساتھ نوازا گیا کہ آپ کے علاوہ ہر شخص کے قول کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو ماننا ضروری ہے اور آپ کی اطاعت واجب ہے جیسا کہ امام مالک سے منقول ہے کہ وہ آپ کی قبر اطہر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اس قبر والے کے علاوہ تمام

کے قول کو رد بھی کیا جا سکتا ہے اور قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ قبرِ نبوی کی زیارت کے لیئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی حدیث مروی نہیں اور زیارت کے جواز کے قائلین جو احادیث پیش کرتے ہیں۔ محدثین بالاتفاق ان تمام کو کمزور قرار دیتے ہیں، بلکہ درحقیقت وہ موضوع ہیں۔ قابلِ اعتماد سنن کی کتابوں میں ان کا وجود نہیں ملتا، اسی لیئے امام مالک جو اس مسئلہ کی تمام جزئیات سے واقف ہیں، وہ ان الفاظ کے کہنے کو مکروہ جانتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے قبرِ نبوی کی زیارت کی ہے۔ اگر زیارت کا لفظ ان کے ہاں مستعمل ہوتا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوتا تو کیا امام مالک جیسے جلیل القدر فاضل انسان اس لفظ کو بنظرِ کراہت دیکھ سکتے تھے۔ نیز امام احمد بن حنبل جو سنّت سے خوب واقف تھے، ان سے بھی جب قبرِ نبوی کی زیارت کے متعلق سوال ہوا تو ان کی وسعتِ نظری نے جب کتبِ حدیث کا تفحص کیا تو سوائے ابوہریرہ کی اس روایت کے کہ جو مجھ پر سلام کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری رُوح کو لوٹاتے ہیں تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں [۱] کوئی حدیث نظر آئی، لیکن اس حدیث پر ناقدانہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

زیارتِ قبرِ نبوی اور اجماع

قبرِ نبوی کی زیارت کے لیئے سفر کرنے کو مباح یا مستحب قرار دینے والے اس پر نادانی اور کم فہمی کی وجہ سے اجماع کا اطلاق کرتے ہیں، حالانکہ سابقہ اوراق میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کا سفر کرنا ناجائز ہے تو گویا یہ لوگ ایک ناجائز کام پر ائمہ کا اجماع پیش کر رہے ہیں جس کا باطل ہونا بدیہی ہے کیا امتِ محمدیہ کے علماء گمراہی پر جمع ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کی کذب بیانی پر ہم اس کے علاوہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: اگر لوگوں کو ان کے دعوؤں کی بنا

پر حقوق دیئے جائیں، تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بلا وجہ لوگ آپس میں خونوں اور مالوں کا دعویٰ کرنے لگیں گے؛ لہٰذا مدعی کو دلیل پیش کرنی چاہیئے۔ اگر وہ دلیل نہ پیش کر سکے تو مدعیٰ علیہ قسم اٹھا کر بری ہو جاتے۔

معلوم ہوا کہ مجرد دعویٰ کی کچھ حیثیت نہیں، اس کو کسی صورت میں قبول نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ اس پر چند امثلہ پیش کی جا رہی ہیں تاکہ مسئلہ نکھر کر سامنے آ جائے۔

مثال اوّل: ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو باطل نظریات کا پرچار کرتے ہیں۔ ضلالت و گمراہی ان کے دل و دماغ پر حاوی ہے۔ وہ اہلِ حق کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے سے باز نہیں آتے۔ ان کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں، مثلاً یہودیوں نے دعویٰ کیا اگرچہ اللہ پاک نے ہفتہ کے روز عبادت کے علاوہ دیگر کاموں کو حرام قرار دیا ہے، لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن میں کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس لئے اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

مثالِ ثانی: عیسائیوں نے مسلمانوں کے بارے میں کہا کہ ان لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہہ کر ان کی شان میں گستاخی کی ہے حقیقت یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام تو حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام سے بھی افضل تھے، انہیں خدا کا بیٹا یا خدا کہا جائے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے دعویٰ پر کچھ دلیل نہیں اور نہ ہی امتِ محمدیہ ان کو اللہ کا بندہ سمجھتی ہوئی ان کی بے ادبی کر رہی ہے، ان کے اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

مثال ثالث: یہودی، عیسائی لونڈی بنانے کو حلال نہیں سمجھتے، عیسائی عورت کو طلاق دینا حرام سمجھتے ہیں جبکہ یہودی مدعی ہیں کہ جب مطلّقہ کسی دوسرے انسان سے نکاح کر لیتی ہے تو وہ طلاق دینے والے پر ابداً حرام ہو جاتی ہے۔ عیسائی مدّعی ہیں کہ چچا، پھوپھی

ماموں، خالہ کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ نیز ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ لوگ مدعی ہیں کہ اللہ پاک نے جن عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا تھا، امتِ محمدیہ نے ان کے ساتھ نکاح کو حلال کر دیا ہے۔ ان کے اس دعوے کو بنظرِ تحقیق دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس دعویٰ کے اثبات میں کوئی دلیل نہیں ہے؛ لہٰذا ان کے دعووں کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اہلِ حق کے دعویٰ کو بھی بلا دلیل تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

مثال رابع: اہلِ تشیع مدعی ہیں کہ صحابہ کرام نے مسئلہ خلافت میں نصِ صریح کی مخالفت کی جب کہ انہوں نے حضرت علی کو پس پشت ڈال کر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کو بالترتیب خلیفہ منتخب کیا۔ اہلِ تشیع کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے۔ حضرت علی کے خلیفہ بلافصل پر کوئی نص موجود نہیں۔ نیز وہ مدعی ہیں کہ صحابہ کرام اور جمہور امت نے حضرت علی اور ائمہ اہلِ بیت کے مرتبہ کو گرایا، حالانکہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔ ان سے غلطی کا کچھ امکان نہیں تھا۔ ان لوگوں نے عصمت انبیاء میں اسی لئے غلو اختیار کیا تاکہ ائمہ اہلِ بیت کی عصمت ثابت کر سکیں، بلکہ شیعہ کا ایک فرقہ ائمہ کو انبیاء سے بھی افضل سمجھتا ہے جبکہ عموماً تمام اہلِ شیعہ قائل ہیں کہ جس قدر لوگ اماموں کے محتاج ہیں، اس قدر وہ انبیاء کے محتاج نہیں ہیں، یعنی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مستغنی ہو سکتے ہیں لیکن ائمہ اہلِ بیت سے استغنا نہیں ہو سکتا اور جس طرح نبی نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے اسی طرح ائمہ بچپن سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔ بعض شیعہ اس حد تک غلو اختیار کر گئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح ائمہ اہلِ بیت بھی جن کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، ان کی تمام زبانوں سے ان کو واقفیت ہوتی ہے۔ نیز صنعت و حرفت اور تجارتی امور سے ان کی واقفیت ضروری ہے تاکہ ان کو دین، دُنیا کے کسی علم میں کسی کی احتیاج نہ ہو، وگرنہ لازم آئے گا کہ معصوم غیر معصوم سے علم حاصل کرے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ

کرے۔ تو کیا اس کا بدیہی نتیجہ یہ نہیں ہوگا کہ انبیاء، ائمہ اولیاء کا وہ مقام جو انہیں حاصل ہے ختم ہو جائے گا اور ان کی قدر و منزلت کو بھرپور دھچکا لگے گا۔

پس جو لوگ انبیاء کی مثل ائمہ کو معصوم تسلیم نہیں کرتے ہیں، وہ دیدہ دلیری کے ساتھ ان کی حیثیت کو مجروح کر رہے ہیں؛ لہٰذا ان سے جہاد کرنا ضروری ہے تاکہ اسلامی معاشرہ میں ائمہ کا جو مقام ہے انہیں دیا جائے اور ان کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے والے اس لائق ہیں کہ ان سے جنگ و جدال کیا جائے۔ ان کے خون، مال کو مباح سمجھا جائے۔ ان کی بیویوں کو چھین کر لونڈیاں بنا لیا جائے اور ان کے بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ غرض کہ انہی جیسے دانستہ طور پر ایسے لوگوں پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ تاریخ کے صفحات پتہ دے رہے ہیں کہ کس طرح تاتاریوں نے اہل اسلام کے خونوں کے ساتھ ہولی کھیلی اور علم و ادب کے چمنستانوں کو کھنڈرات میں تبدیل کیا اور کس طرح عراق، خراسان، جزیرہ، شام، مصر مغرب میں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ ان کی خونچکاں داستانیں وحشت و بربریت کا المناک منظر پیش کر رہی ہیں اور تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے لوگ انگشت بدنداں ہیں کہ کس طرح اہل بدعت نے اہلِ حق کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ان کے استیصال میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اہلِ حق کو نیست و نابود کرنے میں اہلِ بدعت شیعہ نے جس بربریت اور قتل و غارت کا مظاہرہ کیا۔ شاید اس قدر اہلِ کفر نے بھی اہلِ حق کو ملیا میٹ نہ کیا ہو اور بلاوجہ ایک مفروضہ کی بنیاد پر جس کی کچھ حقیقت نہ تھی، اتنا دردناک ناٹک رچایا۔

فہم کا اختلاف

ہاں بعض اوقات فہم کا اختلاف ہوتا ہے یا اجتہاد کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔

اگر فی الحقیقت ایک مجتہد کی رائے صائب ہوتی ہے تو وہ دوہرا ثواب حاصل کرتا ہے، اور دوسرے مجتہد کو بھی ایک ثواب ضرور حاصل ہوتا ہے، جبکہ اس کا اجتہاد صحیح نہ ہو۔ اس قسم کا اختلاف اسلام میں قابل برداشت ہے اور خطا کار انسان کی خطا معاف ہو جاتی ہے لیکن ان کے متعلق ہم اس پوزیشن میں بالکل نہیں ہیں کہ ہم ان کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے یہ کہیں کہ انہوں نے حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرایا یا حلال چیزوں کو حرام قرار دیا۔ بہرکیف اختلاف کو دیانت پر محمول کرتے ہوئے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جائے گا۔ چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں:

مثال اول: امام شافعی کے ہاں چونکہ زنا مصاہرت کی حرمت ثابت نہیں کرتا، اس لئے وہ ایسی لڑکی سے نکاح کرنے کی اجازت دیتے ہیں جس کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرنے والے نے زنا کیا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اس نکاح کو جائز قرار نہیں دیتے، اس لئے کہ ان کے ہاں زنا کرنے سے بھی رشتۂ مصاہرت ثابت ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف فہم کا اختلاف ہے جو قابلِ برداشت ہے۔

مثال ثانی: کنایات طلاق مثلاً الخلیۃ، البریہ، البائن البتہ وغیرہ الفاظ سے بیوی کو طلاق دینے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمرؓ، امام شافعی اس کو ایک طلاق رجعی قرار دیتے ہیں، جبکہ حضرت علی اور امام مالک اس کو تین طلاق کہتے ہیں اور عبداللہ بن مسعود کے نزدیک ایک طلاق بائنہ ہوگی۔ امام احمد کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی، وگرنہ ایک بائنہ ہوگی۔

مثال ثالث: ایک شخص اپنی بیوی کو دو طلاق دینے کے بعد اس سے خلع کرتا ہے تو کیا خلع طلاق متصور ہوگا یا نہیں۔ ائمہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ابن عباس، طاؤس عکرمہ احمد دیگر فقہا محدثین اس کو طلاق قرار نہیں دیتے ہیں، جبکہ حضرت عثمان اور کچھ دیگر صحابہ اس کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں، لیکن امام احمد بن حنبل، ابن خزیمہ اور محدثین

ابنِ عباس کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ اکثر تابعین کا یہی قول ہے۔ نیز امام ابو حنیفہ، امام مالک اور شافعی بھی اسی کے قائل ہیں، لیکن ائمہ کا یہ اختلاف اجتہادی ہے۔ وہ سب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تابعداری کرنے والے ہیں۔ اگرچہ فی الحقیقت ایک قول صائب ہے، لیکن بظاہر دونوں قول صائب سمجھے جائیں گے۔

بلا دلیل کسی کو اجماع کا مخالف کہنا صحیح نہیں

ان لوگوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ انبیاء کے ناموں کے ساتھ قسم نہ اٹھانے والے ان کے لئے نذر نہ ماننے والے ان کی قبروں کو سجدہ نہ کرنے والے ان کی قبروں کا حج نہ کرنے والے اور ان کی قبروں پر مسجدیں نہ بنانے والے ہی وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، ان کی تنقیص کرتے ہیں۔ حالانکہ انبیاء کرام کا احترام ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ ان کا احترام نہ کرنے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ان لوگوں کی اس قسم کی فرسودہ باتوں کا جواب ہم اس کے علاوہ کیا دے سکتے ہیں کہ ان کاموں کے سر انجام دینے سے انبیاء کی شان میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے شرکیہ اعمال کے مرتکبین عذابِ خداوندی کو دعوت دے رہے ہیں اور ان کے ان کاموں سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے ارشادات سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے زوردار الفاظ میں اپنے متبعین کو منع فرمایا کہ تم میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا اور نہ ان کے حج کے لئے آنا۔ پس اجماع کا دعویٰ کرنے والے افترا پرداز ہیں اور درحقیقت یہ لوگ ہیں جو پیغمبروں کے گستاخ ہیں، جبکہ ان کی اطاعت سے کھلم کھلا باغی ہو چکے ہیں اور پھر بلا دلیل اجماع کا دعویٰ عدم واقفیت پر مبنی ہے۔

امام احمد کا قول

امام احمد فرماتے ہیں (ایاک ان تتکلم فی مسئلة لیس لک فیھا امام) (تجھے ایسے مسئلہ میں رائے زنی سے احتراز کرنا چاہیئے جس میں تجھے کسی امام کی رائے معلوم نہ ہو) پس جب ہم اسلاف کے اقوال کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں تو کس طرح ہم اجماع کی مخالفت کر سکتے ہیں کلا ثم کلا۔ وہ لوگ جو کسی مسئلہ میں ائمہ کے اختلاف کا علم نہیں رکھتے ہیں، وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے، حالانکہ یہ فن ایسا ہے جس میں پورے حزم و احتیاط کی ضرورت ہے! ورنہ پھر استفسار کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کرنے کے لئے وُسعت علمی اور بالغ نظری کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی، امام احمد نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ اجماع کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کسی بھی اختلاف کا علم نہیں۔ امام احمد اکثر کہا کرتے تھے کہ اجماع کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف کیا ہے۔ ہاں یہ کہنا صحیح ہے کہ اس مسئلہ میں مجھے اختلاف کا علم نہیں ہے۔ ابوثور کا قول ہے کہ اجماع کا معنی یہ ہے کہ ہمیں مخالفت کا علم نہیں، پس متنازع فیہ مسئلہ کہ تین مساجد کے غیر یعنی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا اجماعاً مستحب ہے۔ یہ اجماع بھی اسی قبیل سے ہے۔ کیا مشہور حدیث کہ تین مسجدوں کے غیر کی طرف سفر کرنا جائز نہیں کی موجودگی میں اس کے خلاف کیسے اجماع ہو سکتا ہے اور بلا دلیل اس قسم کے اجماع کو ثابت کرنے والے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے ہیں اور علماء امت کے راہ سے انحراف کرنے والے ہیں۔ ارشاد

ومن یشاقق الرسول من بعد	اور جو شخص سیدھا راستہ
ما تبین له الھدیٰ ویتبع غیر	کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے

سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا (النساء) ۱۱۵ کے راستہ کے سوا اور راستہ پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے۔ ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

پس مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کے استحباب پر اور تین مساجد کے غیر قبروں کی زیارت کے لئے سفر کے عدم جواز پر اجماع ہے اور ان دونوں کے ساتھ نص صریح بھی موجود ہے۔

قبروں کی زیارت ان کی تعظیم کے لئے ہے؟

قبروں کی زیارت کے لئے سفر کی مشروعیت کے قائلین اس طرف گئے ہیں کہ زیارت میں دراصل صاحب قبر کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور اس کے علو مرتبت کا اعتراف ہوتا ہے۔ پس اگر شد رحال کی حدیث کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے لئے سفر کو ممنوع ٹھہرایا جائے، اس سے آپ کی قدر و منزلت میں نقص لازم آئے گا اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ آپ کی تعظیم میں کوتاہی کرے یا ایسے اسباب بروئے کار نہ لائے جو آپ کی عظمت کو نمایاں کرتے ہوں، لیکن یاد رکھیئے قبروں کی زیارت سے مقصود ہرگز ان کی تعظیم نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت اس لئے مشروع فرمائی تاکہ زائرین ان کے حق میں دعا کریں اور ان کے لئے مغفرت طلب کریں، جبکہ وہ مومن ہوں۔ اگر مومن نہیں تو عبرت اور موت کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے زیارت کی جائے .... لیکن صاحب قبر کی تعظیم اس کے سامنے خشوع و خضوع سے سر جھکا کر کھڑے ہونا زیارت مکروہہ ہے جس سے شارع علیہ السلام نے سختی کے ساتھ منع فرما دیا ہے تو جب قبروں کی زیارت سے مقصود ان کی تعظیم نہیں تو نہ زیارت کرنے سے عدم تعظیم کیسے لازم آئے گی، ظاہر ہے اگر زیارت کرنا ان کی شان میں

نقص کا باعث ہے، تو پھر زیارت کو واجب قرار دیا جاتا حالانکہ وہ واجب نہیں ہے۔

ہاں جو لوگ انبیاء کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے یا ان کی اطاعت کو واجب نہیں گردانتے یا ان کی بعض باتوں کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یا طعن کرتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہے، لہٰذا ان کے کافر اور مرتد ہونے میں کچھ شک نہیں جبکہ وہ ببانگ دہل انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کر رہے ہیں اور اگر درپردہ مخالفت کرتے ہیں، تو ان کو منافق زندیق کہا جائے گا۔ پھر زیارتِ شرعیہ میں صاحب قبر کے لئے دعا ہوگی، جبکہ زیارتِ مکروہہ یعنی محرمہ میں صاحب قبر سے دُعا کے لئے کہا جائے گا۔ اس سے شفاعت کا سوال ہوگا جو شرعاً حرام ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت فرمانا

اس میں قطعاً کچھ شک نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت سے مقصود یہ نہیں کہ آپ سے درخواست کی جائے یا آپ سے دُعا کے لئے کہا جائے۔ ہاں صحابہ کرام آپ کی زندگی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دُعا کی درخواست کرتے بارش کی دُعا کرنے کی درخواست کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ فوت ہو گئے، تو پھر بارش کی دُعا کے لئے آپ کے چچا حضرت عباس سے بارش کی دُعا کرنے کی درخواست کی گئی۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر کا قول موجود ہے کہ اے اللہ جب ہم قحط زدہ ہوتے تو ہم آپ کے ہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لاتے تو اس کے دعا کرنے سے ہم پر بارش برسا دیتا تھا۔ اب ان کے بعد ان کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں، یعنی اس کی دُعا سے ہم پر بارش برسا۔ چنانچہ انکے دُعا کرنے پر بارش برس پڑتی۔ حضرت عمر کے کلام سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ اللہ کے سامنے حضرت عباس کی حرمت عظمت وغیرہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے، بلکہ

انہیں بارش کی دُعا کرنے کے لئے باہر لے جاتے۔ اگر حرمت کا واسطہ دے کر شفاعت کا معنی لیا جائے، تو پھر ان کی وفات کے بعد بھی ان کی حرمت و عظمت کو بطورِ سفارش پیش کرنا جائز ہوتا۔ نیز یہ معنی اس لئے درست نہیں کہ اگر مقصود حرمت کا واسطہ دینا ہو تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا واسطہ کافی تھا۔ حضرت عباس کی حرمت کو بطورِ سفارش پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ معلوم ہوا مقصود محض ان سے دُعا کروانا تھا۔ اسی طرح حضرت معاویہ نے یزید بن اسود جرشی سے بارش کی دُعا کرنے کی درخواست کی۔ اسی طرح ضحاک بن قیس سے بھی بارش کی دُعا کروائی گئی۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کے بعد شفاعت کرنے کی درخواست کرنا ثابت نہیں، البتہ قیامت کے روز آپ سفارش فرمائیں گے جبکہ تمام مخلوق آپ کی خدمت میں آئے گی اور آپ سے سفارش کی درخواست کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے رہیں۔ نیز اذان کے کلمات سُن کر آپ کے لئے وسیلہ کی دُعا کریں۔ اس کے لئے کسی مکان کو خاص کرنا ثابت نہیں نہ ہی آپ کی قبرِ اطہر کو خاص کرنے پر کتاب و سنت سے کوئی نص پیش ..... کی جاسکتی ہے، بلکہ ہر جگہ سے آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جائے۔ اسی لئے منع فرمایا کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا، تم جہاں سے بھی مجھ پہ درود سلام بھیجو گے۔ اس کو فرشتے مجھ تک پہنچا دیں گے جو اسی کام پر مقرر ہیں۔

لیکن عام مسلمانوں کی قبروں پر دُعا کرنے سے وہ میلہ گاہ نہیں بنتی ہیں، اس لئے ان کی زیارت مشروع ہے؛ تاہم اگر ان پر مسجد، عمارت تعمیر ہو چکی ہے، تو پھر اس کے میلہ گاہ بننے کا خطرہ ہے، اس لئے وہاں جانے اور دعا کرنے سے روک دیا گیا ہے، تو کیا اگر کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کو ناجائز سمجھتا ہے، اس لئے کہ اس کا ایمان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے اور آپ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے وہ اس سفر کو ناجائز سمجھتا ہے تو ایسے

شخص کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی شان میں اہانت آمیز رویے کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف کرتا ہے۔ آپ کی شریعت کو بدلتا ہے، وہ کافر ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ ہاں اگر کسی شخص پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم پوشیدہ رہتا ہے، حق واضح نہیں ہوتا، تو وہ معذور ہے نہ اس کو کافر کہا جائے گا اور نہ ہی اس کا قتل ضروری ہے۔

عبادِ قبور اور عبادِ اوثان ایک ہیں

جو لوگ قبروں کا حج کرتے ہیں۔ فوت شدہ بزرگوں سے دعائیں مانگتے ہیں۔ تضرع، انکساری کرتے ہوئے ان سے فریاد رسی کرتے ہیں اور جس طرح تین مسجدوں کی جانب سفر کرنا مقدس ہے، اسی طرح قبروں کی طرف سفر کو مقدس سمجھتے ہیں ان کے مشرک ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ ان میں اور بتوں کی عبادت کرنے والوں میں کچھ فرق نہیں۔ اسی خوف کے پیشِ نظر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی: اے اللہ میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ اس کی پوجا پاٹ شروع ہو جائے۔ ان لوگوں پر ...... اللہ کا قہر نازل ہو۔ جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں لیکن آپ کی قبر تک جب کوئی شخص پہنچ ہی نہیں سکتا تو اس کے بت بننے کا شائبہ بھی ختم ہو گیا۔ آپ کی قبر اطہر کی جانب سفر کرنے والا درحقیقت مسجد نبوی کی جانب سفر کرنے والا ہے۔ پس جب وہ لوگ جو قبروں پر پہنچ کر صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ کے لئے نمازیں ادا کرتے ہیں، وہ ملعون ہیں تو جو وہاں جا کر ان سے مدد مانگتے ہیں، خشوع خضوع کے ساتھ غیر اللہ سے فریاد رسی کرتے ہیں وہ زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر لعنت کی جائے کس قدر واضح ہے کہ جن لوگوں کا فعل شرک کا ذریعہ ہے۔ جب وہ ملعون ہیں، تو صریحاً شرک کر کے قبروں کا طواف کرنے والے ان پر اعتکاف بیٹھنے والے

چلہ کشی کرنے والے یقیناً لعنتی ہیں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں سے کچھ کم نہیں مشرک کافر ہونے میں دونوں مساوی ہیں اور شرک تمام گناہوں سے بڑا ہے صحیحین میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے دریافت کیا یارسول اللہ! کون سا گناہ بڑا ہے، فرمایا اللہ کا شریک بنانا بڑا گناہ ہے، جبکہ اللہ تیرا خالق ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرّم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاماً۔ (الفرقان) ۶۸

اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے، اس کو قتل نہیں کرتے، مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔

نیز فرمایا: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ (النساء) ۱۱۶

خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جن کو چاہے گا بخش دے گا۔

انبیاء کی تعظیم

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا اللہ کی عبادت کی جانب بلادیا۔ اللہ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچا دیا، پس ان کی اطاعت ضروری ہے۔

ارشاد ربانی ہے: وما ارسلنا من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ

اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے۔ ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود

الّا انا فاعبدون (الانبیاء) ۲۵

نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

نیز فرمایا: ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ (النحل) ۳۶

اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی (پرستش) سے اجتناب کرو۔

نیز فرمایا: واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الٰھۃ یعبدون۔ (الزخرف) ۴۵

اور (اے محمدؐ) جو اپنے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ہیں، ان کے احوال دریافت کرلو، کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟

پس مخلوق کی محبت میں غلو کرنے والے عیسائی ہیں، ان کے مشرک ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے: اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ عما یشرکون۔ (التوبۃ) ۳۱

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنالیا، حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

نیز فرمایا: لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسلہ۔ (النساء) ۱۷۱

اپنے دین کی بات میں حد سے آگے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا کے بیٹے تھے، بلکہ) خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے

ایک رُوح تھے تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

گناہوں میں تفاوت

جس طرح شرک، غلو فی التعظیم کے گناہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں، اسی طرح کسی پیغمبر کی شان کو کم کرنا اس کے حقوق و احترامات کو ملحوظ نہ رکھنا بھی گناہ ہے۔ اگرچہ شرک غلو فی التعظیم بہ نسبت دوسرے گناہوں کے بڑا گناہ ہے۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کے رسول ہونے کے باوجود صلیب پر لٹکائے گئے' ان کی شان میں کمی کرنا ہے' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور وہ دشمنوں سے محفوظ رہے، لیکن ان کی شان میں غلو اختیار کر کے انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنے والے زیادہ گنہ گار ہیں۔ اگر کسی شخص کو علم نہیں کہ قرآن پاک نے ان کے مصلوب ہونے کی نفی کی ہے اور وہ غلط فہمی سے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ صلیب پر لٹکائے گئے۔ تو اس کا یہ گناہ کم درجہ کا ہے اسی طرح کچھ لوگ وہ ہیں جو قبروں کی زیارت کرنے کو سفر غیر سفر دونوں صورتوں میں ممنوع قرار دیتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو جائز قرار دیتے ہیں تاکہ قبروں والوں سے فریاد رسی کی جائے جیسا کہ مشرکین کا رویہ ہے' ظاہر ہے کہ ان کا شرک پہلے لوگوں کے گناہ سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ مشرکین کو دھمکی دیتے ہوئے فرمایا:

ویوم نحشرھم جمیعًا ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکاءکم فزیلنا بینھم وقال شرکاؤھم ما کنتم ایانا تعبدون۔ (یونس ۲۸)

جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے کہ تم ہم کو تو نہیں پوجا کرتے تھے۔

نیز فرمایا فوربک لنسألنھم اجمعین عما کانوا یعملون۔ (الحجر ۹۲-۹۳)
تمہارے پروردگار کی قسم۔ ہم ان سے ضرور پرسش کریں گے۔ ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے ہیں۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ دو باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق تمام مخلوق سے سوال ہوگا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے اور تم نے پیغمبروں کی دعوت کا کیا جواب دیا؟

نیز فرمایا: قولوا اٰمنا باللہ و ما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط۔ (البقرہ ۱۳۶)
مسلمانو کہو کہ تم خدا پر ایمان لاتے اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اسماعیل، اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوتے۔

اس آیت میں بھی انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ آیات پر ایمان لانے اور اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں یہ آیت اور سورۂ آل عمران کی آیت قل یااھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الاٰیۃ پڑھتے اور اس کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف خط میں لکھ کر بھیجا مقصود یہ ہے کہ اللہ کریم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انبیاء اور فرشتوں پر ایمان لائیں، لیکن ان کو رب نہ سمجھیں۔ ان کو اللہ کا شریک نہ سمجھیں۔ بس صرف ایک اللہ کو معبود تسلیم کریں اور تمام انبیاء پر جو احکام نازل ہوتے ان پر ایمان رکھیں اور جو شخص کسی نبی پر ایمان نہ لائے وہ کافر مرتد ہے اور جو کسی نبی کو گالی دے بالاتفاق وہ بھی مرتد ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے اور جو بعض پر ایمان لاتے بعض پر نہ لاتے وہ بھی کافر ہے۔ معلوم ہوا تمام انبیاء کا دین ایک ہے، ان سب کی ملت ایک ہے؛ البتہ شرائع میں اختلاف ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ (النحل)
تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے راستہ اور طریقہ بنایا۔

البتہ یہودیوں نے انبیاء کی تکذیب کی، ان کے قتل کی کوششیں کیں اور عیسائیوں نے غلو اختیار کر کے ان کو اللہ کے ساتھ شریک کیا، لیکن مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ انبیاء کی اطاعت کریں ان کی تعظیم میں غلو سے کنارہ کش رہیں اور ان کی بے ادبی، تحقیر کرنے سے دُور رہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون (آل عمران: ۸۰)

اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنالو، بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے

بلکہ عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام سے کم درجہ کے لوگوں کو بھی اللہ کے ساتھ ملا دیا۔

ارشاد ربانی ہے : اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ (التوبۃ: ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

پس جو ان کو رب سمجھتا ہے وہ بھی کافر ہے اور جو ان کو برا بھلا کہتا ہے، دشمنی کرتا ہے گالیاں نکالتا ہے، وہ بھی کافر ہے۔

جہاد افضل اعمال سے ہے

جو لوگ رسولوں کی مخالفت کریں، ان کے خلاف محاذ آرائی قائم کریں، ان کے خلاف جہاد کرنا اور رسولوں سے معاونت کرنا حق کی اشاعت کے لیئے کوشاں رہنا نہ صرف یہ کہ افضل عمل ہے، بلکہ فرض کفایہ ہے۔ جہاد کی فضیلت میں کتاب وسنت بھرے پڑے ہیں، لیکن بعض لوگوں کا جہاد حقیقی ہے جبکہ بعض لوگوں کا جہاد اہل بدعت سے ہے۔

اہل بدعت سے جہاد

وہ لوگ جو شیطان کی سازشوں میں جکڑے ہوتے ہیں، بدعات کو سنت سمجھتے ہیں بظاہر سمجھتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں، لیکن درحقیقت گمراہ ہیں اور شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں، ان سے جہاد کیا جاتا ہے۔

خوارج

ان میں سے خوارج ہیں جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہلِ اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہیں۔ یہ لوگ جس طرح حضرت علی اور اس کے رفقا کے خلاف نبرد آزما رہے، اسی طرح حضرت معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف بھی جنگیں لڑتے رہے۔ ان کے بارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانوں میں افتراق کے وقت ایک نئی جماعت خروج کرے گی جن کو دو جماعتوں میں سے اقرب الی الحق جماعت قتل کرے گی؛ چنانچہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ان کو حضرت علی اور اس کے ساتھیوں نے قتل کیا جبکہ تعجب انگیز وہ نعرہ ہے جو خوارج لگاتے تھے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔ اسی طرح اہل بدعت ہمیشہ اہل سنت کے خلاف محاذ آرا رہے، انہوں نے اہل کتاب، مشرکین، تاتاریوں سے بھی تعاون حاصل کرنے میں کچھ حجاب محسوس نہ کیا، اسی طرح انہوں نے جہاد کے تقدس کو پارا پارا کر دیا، ان کی طرح عیسائیوں نے بھی اپنے آپ کو مجاہد سمجھا، حالانکہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اس لئے جہاد کرتا ہے، تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور تمام دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ! ایک آدمی

بہادری جتانے کے لئے لڑتا ہے، دوسرا آدمی عصبیت کے لئے اور تیسرا آدمی ریاکاری کے لئے لڑائی کرتا ہے، تو اللہ کے لئے کون لڑائی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑائی کرتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو' وہ اللہ کے لئے لڑائی کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے،

وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ۔ (الانفال) ۳۹

اور ان لوگوں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔

نیز فرمایا

ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھاداً کبیرا (الفرقان) ۵۱-۵۲

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے، تو تم کافروں کا کہا نہ مانو اور ان سے اس قرآن کے حکم کے مطابق بڑے شد و مد سے لڑو۔

دین اسلام میں جہاد کو اس لئے اصل قرار دیا کہ دین کو غلبہ حاصل ہو، اللہ وحدہٗ کی کی عبادت کو فروغ حاصل ہو۔ اللہ کے ماسویٰ کی عبادت مغلوب ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ (الصف) ۹

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کر دے۔

تو جب مشرکین اللہ کے دین کے غلبہ کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، تو ان کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے جہاد کیا جائے، اسی کو جہادِ اعظم کہا جاتا ہے۔ اس سے کلمۂ توحید کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز کتاب و سنت کو تفوق و برتری حاصل ہوتی ہے۔

پس جو لوگ اللہ، اس کے رسول کے ارشادات کو تسلیم کرتے ہوئے اوامر پر کاربند رہتے ہیں، منہیات سے دُور رہتے ہیں، وہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے والے ہیں اور جو لوگ اللہ اس کے رسول کے اقوال، افعال کے مخالف ہیں، وہ دین اسلام کو کمزور کر رہے ہیں۔

شدِ رحال

پس شدِ رحال میں یہ لوگ اللہ اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی مقام کی طرف شدِ رحال نہ کیا جائے۔ بمفہوم لفظی کے لحاظ سے اس میں قبریں بھی داخل ہیں اور بلحاظ خطاب کے جب ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی جانب شدِ رحال جائز نہیں، تو کسی قبر کی جانب شدِ رحال کیسے جائز ہو سکتا ہے اور پھر پانچوں نمازوں کی ادائیگی، قرآن پاک کی تلاوت، اعتکاف، ذکر، دعا وغیرہ مسجدوں میں مشروع ہے۔ قبروں میں نہیں، اس لحاظ سے مسجدیں تو بہر حال قبرستان سے افضل ہیں۔

اس ضابطہ کی روشنی میں ہم کہیں گے کہ کسی قبر کی جانب سفر کو جائز کہنے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، ان کے ساتھ جہاد کرنا ضروری ہے۔ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں، ان کے گمراہ ہونے میں کچھ شک نہیں۔ یہ لوگ شریعت میں تبدیلی کرنے والے ہیں۔ ان کو خوارج سے بھی بدتر کہنا چاہیئے جن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کرنے اور ان کے استیصال ... کا حکم فرمایا، حالانکہ وہ بظاہر نہ تو شرک کی دعوت دیتے تھے اور نہ ہی رسول اللہ کی نافرمانی کا اظہار کرتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کے رسول کی مدد کر رہے ہیں، حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل باطل تھا، اس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوا جیسا کہ عیسائیوں کو اس دعویٰ سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کہ وہ مسیح علیہ السلام اور

دوسرے پیغمبروں کی معاونت کر رہے ہیں، جبکہ انہوں نے اپنے علماء صوفیاء کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنایا، حالانکہ ان کو حکم تھا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے عدی بن حاتم سے فرمایا کہ ان کے علمائے نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا، تو انہوں نے ان کی اطاعت کی، ان کو اپنا رب بنا لیا۔ اللہ کی عبادت میں ان کو شریک کر لیا۔ اس دلیل کی روشنی میں علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کے سامنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم واضح ہو جائے۔ اس کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ اس کی مخالفت میں کسی کی تقلید کرے۔ البتہ بعض علمائے نے اس شخص کو تقلید کی اجازت دی ہے جو اجتہاد سے عاجز ہے۔ یہ روایت محمد بن حسن سے مروی ہے، لیکن واضح ہدایت کے موجود ہونے میں تقلید ناجائز ہے اور جو چیزیں کھلم کھلا شرک ہیں، جیسے قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا ان کا حج کرنا غیر اللہ سے مانگنا ان میں تقلید کی گنجائش نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کے شرکیہ کام کرنے والوں کے ساتھ جہاد کیا جائے تاکہ اللہ کا دین غالب ہو اور کلمۂ توحید بلند ہو۔

اس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کیا جائے گا تاکہ ہدایت اور گمراہی واضح ہو جائے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

خاتمہ

پس جاننا چاہیئے کہ اللہ کریم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انبیاء اور جن کتابوں کو وہ لائے ہیں، ان پر ایمان رکھیں، اس کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، محبت، تعظیم، توقیر بھی ہم پر فرض ہے، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، فرشتوں اور پیغمبروں کو رب نہ سمجھیں، اسی طرح اللہ کے حقوق، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، فرشتوں اور پیغمبروں کے حقوق پہچانیں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے؛ چنانچہ تمام فرشتوں پر حضرت جبریل کو فضیلت حاصل ہے، جبکہ تمام پیغمبروں پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا گیا ہے، اور انہیں یہ اعزاز عطا فرمایا کہ حضرت جبریل کی وساطت سے ان پر قرآن پاک کا نزول ہوا۔ حضرت جبریل کے بارے واضح فرما دیا کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے، وہ اللہ کا دشمن ہے۔ . . . .

. . . . نیز فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے دل پر قرآن پاک نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں، وہ کتاب فصیح بلیغ عربی زبان میں ہے۔ اس کے برخلاف جیسا کہ بعض کافروں نے الزام لگایا کہ یہ تو کسی انسان سے تعلیم حاصل کرتا ہے، تو اس کی نفی فرماتے ہوتے اللہ کریم نے فرمایا کہ جس انسان سے تعلیم حاصل کرنے کا الزام یہ لوگ لگا رہے ہیں، وہ تو عجمی ہے۔ اس سے عربی زبان کیسے پڑھی جا سکتی ہے۔ پس معلوم

ہوا کہ اس نبی نے کسی انسان سے کچھ نہیں پڑھا، اس کا استاذ اللہ کریم ہے۔ بواسطہ حضرت جبریل ان پر احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں جس کو روح الامین کا لقب دیا گیا بعض مقامات میں روح القدس کہا گیا ہے اور بعض مقامات میں رسول کریم بھی کہا گیا ہے۔ ان سب اوصاف کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت جبریل نے اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا اسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو جن وانس کے پاس پہنچایا۔ اس میں اپنی جانب سے کچھ اضافہ نہیں کیا۔ آپ سے سن کر آپ کے اصحاب نے آگے اس کو پہنچایا۔ ارشادِ ربانی ہے: لانذرکم به ومن بلغ۔ (الانعام) ۱۹ کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔

نیز صحیح بخاری میں ہے، آپ نے فرمایا میری طرف سے پہنچا دو، اگرچہ ایک آیت کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے احادیث بیان کرو، کچھ حرج نہیں اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

تمام انبیاء کرام ایک دین پر تھے

ہمارے لئے ضروری ہے کہ تمام انبیاء پر مجملاً ایمان رکھیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلاً ایمان رکھیں، اس کی اطاعت کریں۔ اس کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کریں اور ان کے مطابق عمل کریں؛ البتہ بعض امور منسوخ ہو چکے ہیں: مثلاً ہفتہ کے دن کی تعظیم اب منسوخ ہو چکی ہے، اسی طرح بعض حلال چیزیں اب حرام ہو چکی ہیں اور بعض حرام چیزیں حلال ہو چکی ہیں۔ ان سے متعلق شریعتِ محمدیہ سے روشنی حاصل کریں۔ تمام انبیاء پر ایمان لانے اور ان کی شریعت کے بارے میں فرمایا:

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسماعیل و

(مسلمانو) کہو کہ ہم خدا پر ایمان لاتے جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے)

اسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون لا نفرق بین احد منھم۔ (البقرہ ۱۳۶)	ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے، ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر ایمان لاتے) ہم ان پیغمبروں

میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ نیز فرمایا:

ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین۔ (البقرہ ۱۷۷)	بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) اس کتاب پر جو پیغمبروں پر ایمان لائیں۔
نیز فرمایا: اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ۔ (البقرہ ۲۸۵)	رسول اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔
نیز فرمایا: یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزّل علیٰ رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل (النساء ۱۳۶)	مومنو! خدا پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزمان) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں، سب پر ایمان لاؤ۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کا وجود گرامی اللہ عزوجل اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں وہ اللہ کے احکام، اوامر، نواہی وغیرہ سے لوگوں کو مطلع کرتے ہیں، نیز وہ گذشتہ کے واقعات اور مستقبل کی خبریں دیتے ہیں۔ ان سب پیغمبروں کے آخر میں اللہ پاک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور ایسے فضائل عطا

فرماتے جن کی وجہ سے آپ کو سب پر فوقیت حاصل ہو گئی، اس طرح آپ کو تمام بنو آدم پر سیادت اور برتری حاصل ہو گئی۔ آپ کے خصائص و فضائل بے شمار ہیں، لیکن ان سب فضائل کے باوجود اللہ پاک نے ہمیں خبردار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے یہاں تک کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کے مقام پر استوار کرنا شرک ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: وما کان لبشر ان یؤتیه الله الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادًا لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تدرسون۔ (آل عمران ۷۹)

کسی آدمی کو شایان نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے۔ اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب)، تم علماء ربانی ہو جاؤ، کیونکہ تم کتابِ خدا پڑھتے پڑھاتے ہو۔

معلوم ہوا فرشتوں، پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن ان کو رب سمجھنا کفر ہے، جبکہ بتوں کی اہانت کرنا بھی ضروری ہے، بلکہ ان کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام .... اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو پاش پاش کیا۔ معبد خانوں اور خانقاہوں کے گرانے کا حکم دیا، اسی لئے ان کے بارے میں حکم ہوا:

انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها واردون (الانبیاء - ۹۸)

بے شک تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم اس کے علاوہ پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں وہیں تم کو جانا ہے۔

ایمان و توحید کے جذبات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ماسوی اللہ جن بتوں وغیرہ کی لوگ پوجا کرتے ہیں، ان کی اہانت کی جائے، البتہ فرشتے، انبیاء اور نیک لوگ جن کی

محبت میں غلو اختیار کرتے ہوئے لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں، وہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی اہانت کی جائے؛ البتہ لوگوں کو ان کی تعظیم اور محبت میں غلو کی حدود سے کوتاہ رہنا چاہیئے تاکہ شرک میں نہ پھنس جائیں، ہاں ان کی تعریف اور عزت کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی شان میں گستاخی اختیار کرنا ان کے حقوق میں کوتاہی کرنا بھی ایک قسم کا کفر ہے اور صراطِ مستقیم سے انحراف ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

ویوم ینادیھم فیقول این	اور جس دن (خدا) ان کو پکارے گا
شرکاء ی الذین کنتم تزعمون۔	اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں،
(القصص) ۶۲	جن کا تمہیں دعویٰ تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یا قوم انی لکم نذیر مبین	بھائیو، میں تم کو کھلے طور پر نصیحت
ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون	کرتا ہوں کہ خدا کی عبادت کرو اور اس سے
(نوح) ۲-۳	ڈرو اور میرا کہا مانو۔

دیگر تمام پیغمبروں نے اپنی قوموں کو ایک اللہ کی عبادت اور اپنی اطاعت کی طرف دعوت دی۔ دعوت کے میدان میں اللہ پاک نے ان کی حفاظت کرتے ہوئے فرمایا:

وان یریدوا ان یخدعوک فان	اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں، تو خدا
حسبک اللہ ھو الذی ایدک	تمہیں کفایت کرے گا، وہی تو ہے جس نے
بنصرہ (الانفال) ۶۲	تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں کی (جمعیت)
	سے تقویت بخشی۔

نیز فرمایا: یاایھا النبی حسبک	اے نبی! خدا تم کو اور مومنوں
اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔	کو جو تمہارے پیرو ہیں، کافی ہیں۔
(الانفال) ۶۴	نیز فرمایا:

الیس اللہ بکاف عبدہ (الزمر) ۳۶ کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں۔

نیز فرمایا:

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ (الطلاق) ۳ اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا، تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔

ایک دوسرے مقام میں صالح انسانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے، وہ یہ نہیں کہتے کہ ہمیں اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ اللہ پر توکل کرنے والے کہتے ہیں (انا الی اللہ راغبون) بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ یہاں بھی یہ نہیں کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ رغبت کو صرف اللہ کی جانب منسوب کیا ہے، جیسا کہ اللہ پاک نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت فرمائی (فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب) (پس جب آپ کو فراغت ہو تو آپ کھڑے ہوں اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کریں)، غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رغبت کا لفظ توکل کو بھی شامل ہے، اسی لئے صرف اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وعلی اللہ فتوکلوا۔ اور اللہ ہی پر توکل کرو۔

نیز فرمایا: انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربھم یتوکلون (النحل) ۹۹ کہ جو مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا۔

پس توکل، رغبت، خشیت کے معاملہ میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک نہ سمجھا جائے جس طرح کہ عبادت میں کسی مخلوق نبی، فرشتہ کو کچھ حصہ دار نہ بنایا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب

علیھم ایات، زادتھم ایمانا وعلیٰ ربھم یتوکلون۔ (الانفال ۲)

انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

خالص توحید

ان ادلہ کی روشنی میں اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ توکل صرف اللہ پر کیا جائے۔ صرف اسی کی عبادت کی جائے، صرف اسی سے ڈرا جائے، کوئی فرشتہ، کوئی پیغمبر اس لائق نہیں کہ اس کی عبادت ہو، اس پر بھروسہ کیا جائے یا اس کا خوف دل میں رکھا جائے، تو اس کا یہ کہنا خالص توحید پر مبنی ہے ——————— ، اس سے نہ تو فرشتوں، پیغمبروں کے مرتبہ میں کچھ کمی آتی ہے اور نہ اس سے ان کا معیوب ہونا لازم آتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ انبیاء، فرشتے ربوبیت کے درجہ پر فائز نہیں ہیں، ان کا مقام خالق کے مقام سے نیچے ہے، وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مخلوق کو خالق کے مساوی کر دیا جائے، جبکہ وہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملائکۃ المقربون۔ (النساء ۱۷۲)

مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار) رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا: وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون۔ (الانبیاء ۲۶)

اور کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے۔ وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) (بلکہ جن کو یہ لوگ بیٹا اور بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ

اس کے عزت والے بندے ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں تمام مخلوق کے بارے یہ کہنا صحیح ہے کہ ان میں ربوبیت کے خواص موجود نہیں ہیں، وہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نبی، ولی کو ربوبیت کے مقام پہ لا کھڑا کرتا ہے، تو وہ نہ صرف یہ کہ معصیت کا مرتکب ہو رہا ہے، بلکہ مشرک ہے۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میری مدح و توصیف میں مبالغہ آرائی سے کام نہیں لینا ہوگا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا۔ پس میں تو اللہ کا بندہ ہوں تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول سمجھو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت

جب آپ کو مبعوث فرمایا تو آپ کو عبودیت کے لقب سے نوازتے ہوئے فرمایا: (وانہ لما قام عبد اللہ) اور جب آپ کی صداقت کے لئے عام چیلنج کیا تو بھی آپ کو عبد کہتے ہوئے فرمایا (وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا) اور جب آپ کو اسراء کرایا گیا، پھر بھی آپ کو عبد کے لفظ سے یاد فرماتے ہوتے فرمایا: (سبحان الذی اسریٰ بعبدہ) لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو آپ کو عبد کہنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور انہیں گستاخ رسول کہتے ہیں۔ اس بارے میں مفسرین بیان کرتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! تو ہمارے پیغمبر کو معیوب گردانتا ہے، جبکہ تو اس کو عبد کے لفظ سے پکارتا ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ کا بندہ ہونا کچھ عیب نہیں، آپ کے اس فرمان پر ذیل کی آیت نازل ہوئی:

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً اللہ ولا الملائکۃ المقربون۔ (النساء ۱۷۲) — مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہو اور نہ مقرب فرشتے عار رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب نجاشی نے حضرت جعفر سے دریافت کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے آپ کی رائے کیا ہے، تو حضرت جعفر نے کہا وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جس کا حضرت مریم کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہے۔ تب نجاشی نے تنکا اٹھاتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح آپ کے بیان سے تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ اس پر فوراً پادری برافروختہ ہوگئے۔ نجاشی نے کہا مجھے تمہارے برافروختہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا موجودہ دور کے مطابق اس وقت کے پادری بھی مسیح علیہ السلام کو عبد کہنے میں ان کی تنقیص سمجھتے تھے، لیکن اللہ کو معیوب گرداننے اور نقائص کے ساتھ موصوف کرنے میں کچھ عار نہیں سمجھتے تھے۔ صحیحین میں ہے آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے، اس کے لئے سزاوار نہ تھا، آدم کا بیٹا مجھے جھٹلاتا ہے، اس کے لئے لائق نہ تھا وہ کہتا ہے کہ میں اولاد والا ہوں، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ کسی کا باپ ہوں نہ کسی کا بیٹا ہوں اور نہ ہی کوئی میرے ساتھ برابری والا ہے۔ اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ اس کو دوبارہ پیدا نہیں فرما سکتا، جیسا کہ اس نے اس کو پہلے پیدا کیا، حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں۔ معلوم ہوا کسی پیغمبر کو خدا کا بیٹا قرار دینا اللہ کو گالی دینا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل عیسائیوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے، ان پر رحم نہ کیا جائے کہ یہ اللہ کو ایسی گالی دیتے ہیں کہ اس طرح کی گالی اللہ کو کسی انسان نے نہیں دی۔ ان کے قول کے مماثل مشرکین کے قول کو اللہ پاک نے بیان فرمایا:

واذا راٰک ان یتخذونک الا ھزواً أھذا الذی یذکر — اور جب کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تم سے استہزاء سے کہتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے

الٰهتكم وهم بذكر الرحمٰن هم كافرون (الانبیاء) ۳۶	کہ جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے، حالانکہ وہ خود رحمان کے نام سے منکر ہیں۔

کفار مکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنظر استحقار دیکھتے ہوئے تعجب سے کہتے کہ یہ شخص ان کے بتوں کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کے ذکر کا انکار کرتے تھے، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ (الانعام) ۱۰۷	اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں، ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین غلو فی المشائخ کے آئینہ میں

ہم دیکھتے ہیں کہ یہودی، عیسائی اور مشرکین بعض مشائخ، انبیاء، اولیاء وغیرہ کی محبت اور تعظیم میں غلو اختیار کرتے ہیں۔ ان کے وہ مراتب جو درحقیقت من عند اللہ انہیں حاصل ہیں، ان کا انکار کرتے ہیں، بلکہ جو لوگ ان کو ان کے اصل روپ میں پیش کرتے ہیں ان سے بھی دشمنی رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ اللہ کی عبادت اس کے حقوق، حرمات شعائر کا استخفاف کرتے ہوتے اولیاء مشائخ کو ان کے درجہ سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اس قماش کے لوگ جب کسی کام پر اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں تو جھوٹی قسم اٹھانے سے دریغ نہیں کرتے اور جب مشائخ کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں، تو پھر ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قسم سچی ہو، اگر جھوٹی قسم کھائی گئی تو تباہی و بربادی ہمارا مقدر ہوگا۔

حج قبور

اسی طرح اس ذہن کے لوگ ان لوگوں کو معیوب گردانتے ہیں جو ان کو مشرکانہ کاموں اور قبروں کے حج وغیرہ سے منع کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ تو پوری ڈھٹائی کے ساتھ بیت اللہ کے حج سے قبروں کے حج کرنے کو بہتر اور افضل سمجھتے ہیں، بلکہ بیت اللہ کے حج سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قبروں کا حج ہی اصل حج ہے اور یہی حج اکبر ہے۔ ان لوگوں کو مشرکین اور بت پرستوں کی صف میں شمار کیا جائے جبکہ یہ شدت کے ساتھ اس بات کے قائل ہیں کہ جو لوگ انبیاء اور صالحین، کی قبروں کا حج نہیں کرتے ہیں، وہ ان کے حقوق واحترامات میں استخفاف کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی دشمنی بالکل واضح ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے ساتھ شرک کرنا غیر اللہ سے فریاد رسی کرنا اور ان کو اپنا ولی بنانا ایسے افعال نہیں ہیں جن سے اللہ کی شان میں کچھ کمی آتی ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ...... مشرکین ... اللہ کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ۔
(الممتحنۃ ۱)

مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکے) سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کے متبعین کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے کہ انہوں نے مشرکین اور ان کے معبودوں سے برأت کا اظہار کیا اور اس وقت تک

مان کے ساتھ دشمنی اور عداوت قائم رکھنے کا اظہار کیا۔ جب تک کہ وہ ایک اللہ پر ایمان نہ لائیں۔ پس شرک کرنے والا اس کا حکم دینے والا اس پر خوشی کا اظہار کرنے والا اللہ کا دشمن ہے اور جو اللہ کا دشمن ہے۔ وہ اس کے انبیاءؑ اولیاء کا دشمن ہے لیکن انبیاء کے امر و نہی کے مطابق حکم دینے والا ان کا دشمن نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قل یایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین۔

(الکافرون ۱-۶)

اے پیغمبر! ان منکرانِ اسلام سے کہہ دو کہ اے کافرو! جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا اور جس خدا کی میں عبادت کرتا ہوں، اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور میں پھر کہتا ہوں) کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو، ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے معلوم ہوتے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں تم اپنے دین پر، میں اپنے دین پر۔

ایک اشکال

صحیح حدیث میں ہے آپ نے فرمایا لبید نے سچی بات کہی ہے۔ جب اس نے کہا کہ ہر چیز اللہ کے سوا باطل ہے، اسی طرح اللہ کا قول کہ اللہ حق ہے اور اللہ کے سوا جس کو لوگ پکارتے ہیں، وہ باطل ہے۔ ان دو حوالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ماسوا اولیاء، انبیاء، صالحین کی بھی عبادت کی جاتی ہے کیا ان کو بھی باطل کہا جائے گا؟

جواب: اللہ کا ماسویٰ باطل ہے اس کا عام معنیٰ یہی ہے کہ وہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کی عبادت کرنا فائدہ دیتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

میں گواہی دیتا ہوں کہ عرش سے فرش تک ہر معبود سوائے اللہ کی ذات کریم کے باطل

ہے۔ اس کلیہ سے انبیاء، اولیاء کا استثناء واضح ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون۔ (الانبیاء) ۱۰۱	جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے، وہ اس سے دُور رکھے جائیں۔

معلوم ہوا کہ انبیاء، اولیاء باطل نہیں ہیں؛ البتہ ان کی عبادت باطل ہے۔ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

مثال: اس کی مثال یوں ہے کہ ایک چیز کا وجود ہوتا ہے، لیکن ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ کوئی چیز نہیں، جبکہ اس سے کچھ مقصود حاصل نہیں ہوتا، جیساکہ جب آپ سے کاہنوں کے متعلق سوال ہوا، توآپ نے فرمایا یہ کچھ حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔ دریافت کیا گیا کہ وہ لوگوں کو ایسی باتیں بتاتے ہیں جو عموماً درست نکلتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی جن صحیح بات سے کوئی ایک آدھ جملہ چرا لیتا ہے۔ اس میں سینکڑوں جھوٹ ملا کر لوگوں سے کہتا ہے۔ پس ان سے کچھ فائدہ کی توقع نہ رکھئے۔ وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ ان کی باتوں کو درست نہ سمجھا جائے۔ وہ جھوٹے ہیں، ملاحظہ فرمائیے کہ اس حدیث میں آپ نے کاہنوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کچھ نہیں ہیں، حالانکہ ان کا وجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ماسوی اللہ معبودان اگرچہ موجود ہیں، لیکن عدم فائدہ کے کے لحاظ سے وہ باطل لاشیئ ہیں۔

مثال: سورج چاند کی پرستش کی جاتی ہے۔ مذکورہ کلیہ کی روشنی میں ان کو بھی باطل لاشیئ سمجھا جائے گا، حالانکہ ان کا وجود ہے اور ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے تو مقصود یہ ہے کہ ان کی عبادت کرنا باطل لاحاصل ہے۔

مثال: انبیاء، فرشتے اپنا وجود رکھتے ہیں، وہ شرعاً اجلال و اکرام کے مستحق ہیں۔ عنداللہ وہ بلند مرتبت پر فائز ہیں، لیکن ان کو معبود بنانا ان کی عبادت کرنا باطل ہے۔ اس

لحاظ سے ان کو باطل اور لاشیٔ کہا گیا ہے، بلکہ اپنی عبادت سے برأت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا ہے۔

انا براء منکم و مما تعبدون من دون اللہ۔ (الممتحنہ) ۴

ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو، بے تعلق ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برأت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارے شرک سے بری ہوں۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج چاند ستاروں سے برأت کا اظہار اس لئے کیا ہے کہ ان سے مخلوق کو فائدہ نہیں اور وہ اللہ کی قدرت کے تحت مسخر نہیں اور وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے نہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ ان کو اللہ کا شریک بنانے سے برأت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بتوں سے مطلقاً برأت اور دشمنی کا اظہار کیا جائے گا۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام سے برأت کا اظہار اس لئے نہیں ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، عزت والے ہیں، بلکہ ان کے بارے میں جو غلط نظریات قائم کر لئے گئے اور انہیں اللہ کا بیٹا اور معبود کہا گیا، اس سے برأت کا اظہار ہے۔ پس جو ان سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے، وہ موحد ہے اور جو ان کو اللہ کا شریک بناتا ہے اور اللہ کی طرح ان سے محبت کرتا ہے، وہ مشرک ہے۔

کیا کسی کو شفاعت کا استحقاق ہے

ارشاد ربانی ہے: ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع (سجدہ) ۴

اس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے نہ سفارش کرنے والا۔

نیز فرمایا: لیس لہما من دون اللہ ولی ولا شفیع۔ (الانعام) ۵۱

اس کے سوا نہ تو کوئی ان کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔

نیز فرمایا: ما من شفیع الا من

کوئی (اس کے پاس) اس کا اذن حاصل

بعد اذنہ۔ (یونس) ۳	کئے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتا۔
نیز فرمایا: من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ (البقرہ)	کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کرسکے۔
نیز فرمایا: ولا تنفع الشفاعۃ عندہٗ الا لمن اذن لہٗ۔ (السبا) ۳۳	اور خدا کے ہاں (کسی کے لئے) سفارش فائدہ نہ دے گی، مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء، اولیاء اور فرشتے اللہ کے ہاں کسی کی سفارش اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکیں گے۔ ایک حدیث میں فرشتوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نقشہ بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جب آسمانوں پر کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو فرشتے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم بجالاتے ہوئے اپنے پروں کو حرکت دیتے ہیں۔ ان کے پروں کی سرسراہٹ یوں سنائی دیتی ہے جیسا کہ کسی پتھر پر زنجیر کے گرنے سے آواز پیدا ہوتی ہے، اس پر وہ بیہوش ہوجاتے ہیں، جب انہیں ہوش آتا ہے تو وہ سوال کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا جواب ملتا ہے کہ اللہ کا فرمان حق ہے اور وہ بلند اور بڑا ہے۔ اس وقت انہیں اللہ پاک کے فیصلوں کا علم ہوتا ہے تو وہ کس طرح اللہ کے معاملات میں اس کی اجازت کے بغیر دخیل ہوسکتے ہیں، اور سفارش کرسکتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

فرشتے تو اللہ کے ایسے بندے ہیں جو عزت والے ہیں۔ اللہ کے کسی حکم سے آگے نہیں بڑھتے۔ بس ان کی کارکردگی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔

رسول اکرم کی شفاعت

قیامت کے دن جب لوگ سخت بے چینی میں ہوں گے، تو تمام لوگ شفاعت کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ عذر پیش کرتے ہوئے انہیں حضرت

نوح علیہ السلام کی طرف جانے کے لئے کہیں گے اور نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف اور حضرت مسیح علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجیں گے، کہیں گے کہ تم ان کی طرف جاؤ، وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کے پہلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسانوں کا جم غفیر میرے پاس آئے گا، میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری دوں گا۔ جب میں اللہ پاک کو دیکھوں گا، تو میں تواضع سے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اپنے رب کے ایسے کلمات سے تعریف کروں گا کہ اسی وقت ان کا مجھ پر الہام ہوگا۔ اب میں ان کلمات کو نہیں پہچانتا ہوں۔ اس پر اللہ پاک فرمائیں گے۔ اے محمدؐ! اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے ہم آپ کی بات سنیں گے۔ سوال کیجیئے ہم آپ کا سوال پورا کئے دیتے ہیں، سفارش کیجیئے، آپ کی سفارش قبول ہوگی۔ آپ نے فرمایا، میں درخواست کروں گا۔ اے میرے پروردگار! میری امت کو معاف فرما۔ پس ایک حد کا تعین کیا جاتے گا تو اتنے لوگوں کو میں جنت میں داخل کر دوں گا، اسی طرح دوسری اور تیسری بار حد بندی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جو سفارش کریں گے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی شفاعت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آپ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے ہیں تو اس وقت آپ نے اوّلاً اللہ پاک کی تعریف کی ہے۔ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اس وقت تک سفارش نہیں کی ہے، جب تک کہ آپ کو سفارش کی اجازت نہیں ملی، پھر شفاعت کی اجازت بھی محدود ہے۔ معلوم ہوا اگرچہ آپ کا مقام اللہ کے ہاں تمام

کائنات سے افضل ہے، پھر بھی آپ اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش کے لئے لب کشائی نہ کرسکیں گے، اس لئے کہ تمام اختیارات صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہیں جس کا کوئی شریک نہیں، وہی ہے جو سفارش کی اجازت دیتا ہے، وہی ہے جو سفارش قبول کرتا ہے، وہی ہے جو جس چیز کو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے۔ تمام اختیارات کا مالک وہی ہے ماکان لهم الخيرة ـ سبحان الله وتعالىٰ عما يشركون ـ

انبیاء، اولیاء کی تعظیم میں غلو

جو لوگ انبیاء، اولیاء کی تعظیم میں غلو اختیار کرتے ہیں، ان کی مقررہ حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں، درحقیقت وہ لوگ انبیاء کی شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی لئے انبیاء ان سے برأت کا اظہار کریں گے؛ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے عمل سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو آپ کی سنت کی مخالفت کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فان عصوك فقل انی بری مما تعملون۔ (الشعراء) ۲۱۶

پھر اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں۔

معلوم ہوا کہ جو شخص رسول کی نافرمانی کرتا ہے، اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ زبان سے کہتا ہے کہ میرا مقصد تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا، اس لئے کہ تعظیم سے مراد اطاعت ہے۔ جب اطاعت نہ کی تو تعظیم بھی نہ ہوئی۔

ارشادِ ربانی ہے: واذ قال الله يا عيسى ابن مريم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الهين من دون الله۔ (المائدہ) ۱۱۶

(اور اس وقت کو بھی یاد رکھو، جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم، کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کردو۔

اس آیت نے واضح کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انہی کاموں کے

کرنے کا حکم دیا، جن کا حکم اللہ پاک نے دیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اسی طرح تمام انبیاء نے ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی، تو اللہ پاک کی عبادت شریعت کی روشنی میں ہوگی۔ غیر شرعی انداز میں اس کی عبادت شرک کہلاتے گی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ۔ (الشوریٰ، ۲۱) کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔

جاننا چاہیئے کہ دینِ اسلام میں بعض چیزیں واجب اور بعض مستحب ہیں تو جو واجب مستحبات کو چھوڑ کر دین میں اپنی طرف سے واجبات اور مستحبات کا اضافہ کرتے ہیں، تو واجبات کو شرک اور مستحبات کو بدعت کہا جائے گا۔

قبروں کا حج کرنا

اسی قبیل سے قبروں کا حج کرنا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں نہ اس کو واجب اور نہ مستحب کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے استحباب پر کوئی شخص صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتا۔ البتہ کچھ موضوع جھوٹی حدیثیں موجود ہیں، جن کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔ یہ کہنا کہ جب قبروں کا حج مشروع نہیں، تو بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کیوں مشروع ہے ـــــ درست نہیں، اس لئے کہ یہ سفر اللہ کے ایسے گھروں کی طرف ہے جن گھروں کو انبیاء نے اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا۔ جن میں بیت اللہ کا حج کرنا ضروری ہے اور بیت المقدس اور مسجدِ نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ بیت اللہ کے حج میں کچھ اعمال مشروع ہیں، جن کو کسی دوسری مسجد یا خانقاہ وغیرہ میں ادا کرنا جائز نہیں۔ مثلاً بیت اللہ کا طواف کرنا، صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا، عرفہ

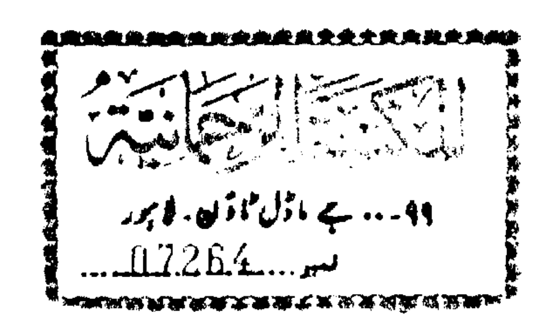
مزدلفہ، منیٰ میں وقوف کرنا۔ جمروں کو کنکر مارنا، قربانیوں کا ذبح کرنا وغیرہ، مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس میں صرف وہی کام جائز ہیں جو دیگر مساجد میں جائز ہیں، مثلاً نماز پڑھنا ذکر اذکار کرنا، دعا مانگنا، اعتکاف بیٹھنا۔ البتہ ان دونوں مسجدوں میں عبادت کو دیگر مساجد میں عبادت پر فضیلت حاصل ہے، اسی لئے ان کی زیارت کے لئے سفر کو مشروع قرار دیا ہے۔

روضہ نبوی کی زیارت

چونکہ روضۂ نبوی مسجد نبوی کے ساتھ ملحق ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص مسجد نبوی کی زیارت کے لئے وہاں پہنچتا ہے، تو اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و احترام جو کہ شرعاً مشروع ہیں، ان کو پورا کرتا ہے۔ یعنی آپ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجنا" نہ صرف مسجد نبوی میں مشروع ہے، بلکہ تمام مساجد اور تمام مقامات میں اس کی مشروعیت ثابت ہے، جہاں کہیں سے بھی آپ پر کوئی انسان صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجتا ہے، تو وہ آپ تک پہنچ جاتا ہے۔ پس مسجد نبوی میں کسی انسان کا پہنچ جانا ہی آپ کی قبر اطہر کی زیارت کرنا ہے اور یہی زیارت شرعی ہے، وگرنہ آپ کی قبر اطہر تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اسی لئے اس کو مشروع قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس سے روک دیا گیا ہے، جبکہ عام قبروں کی زیارت بلا سفر مشروع ہے۔ اس لئے کہ وہ کھلے میدان میں ہیں اور آپ خاص طور پر حجرہ عائشہ میں مدفون ہیں، کیسے کوئی شخص وہاں پہنچ سکتا ہے۔ پس زیارت بدعی سے، بچنا چاہیئے، اور آپ کی قبر کو مسجد بنانا میلہ گاہ سمجھنا، بُت بنانا کسی حالت میں بھی جائز نہیں اور جب انسان شریعت کے ضوابط اور اصولوں کا ملاحظہ کرے گا، تو معمولی غور و فکر کے بعد اسے معلوم ہو جائے گا کہ شریعتِ اسلامیہ میں جہاں اللہ پاک کو اپنی کمال توحید مطلوب ہے اور اخلاص

درکار ہے، وہاں پیغمبروں کی پوری پوری اطاعت ان کی محبت، ان کی متابعت، ان کی معاونت بھی مطلوب ہے۔ پس تمام لوگوں سے زیادہ سعید دنیا اور آخرت میں وہ انسان ہے جو ظاہراً اور باطناً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ اتباع کرنے والا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً والحمد للہ وصلواتہ وسلامہ علی محمد والہ وصحبہ وسلم۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

www.KitaboSunnat.com



محمد عاشق حسین ہاشمی خوشنویس لائلپور

